ارشادات عالیہ

حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب

محمد فاروق غفرلہ

خادم جامعہ محمودیہ علی پور، ہاپوڑ روڈ میرٹھ، یو، پی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفصیلات

نام کتاب:...... ارشادات عالیہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب:..محمد فاروق غفرلہٗ

تعداد:..۵۰۰۰

کمپوزنگ:....................محمد ساجد قاسمی لکھیم پوری جامعہ ہذا

سن اشاعت:....................۱۴۳۵ھ مطابق ۲۰۱۴ء

صفحات:..................................۱۹۱

قیمت:............

-: ناشر :-

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) ۲۴۵۲۰۶

فہرست

-: ناشر :-

مکتبہ محمودیہ

جامعہ محمودیہ علی پور ہاپوڑ روڈ میرٹھ (یوپی) ۲۴۵۲۰۶

عرض مرتب

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم. امابعد

حضرت سید احمد کبیر رفاعی الحسینی قدس اللہ سرہٗ

حجۃ الاسلام، غوث زمانہ، سیدنا الشیخ الکبیر کا نام مبارک سید احمد کبیر تھا، ابوالعباس کنیت اور محی الدین لقب تھا۔ چونکہ آپ کے اجداد میں ایک صاحب کا نام رفاعہ تھا ان کی طرف نسبت ہونے کی وجہ سے رفاعی مشہور ہیں اور نسباً شہید کربلا سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں اس وجہ سے حسینی کہلاتے ہیں، اور چونکہ مسائل فقہیہ میں آپ امام شافعی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے مسلک کے پابند تھے اس وجہ سے شافعی کہلاتے ہیں، آپ ۱۵/ رجب المرجب سنہ ۵۱۲ھ کو مقام حسن میں پیدا ہوئے جوام عبیدہ کے قریب نواح واسط (۱) میں واقع ہے، آپ کے زمانہ ولادت میں خلفاء عباسین میں سے خلیفۃ المسلمین مسترشد باللہ سریر آراء خلافت تھے۔

آپ کا سلسلہ نسب عارف باللہ علامہ ابومحمد ضیاء الدین احمد وتری موصلی نے اپنی کتاب روضۃ الناظرین میں یوں بیان کیا ہے سیدنا حضرت سید احمد کبیر ابن سید علی بن سید حسن رفاعہ الہاشمی المکی مقیم اشبیلی بن سید مہدی بن سید ابوالقاسم محمد بن سید حسن ابوموسیٰ بغدادی مقیم مکہ مکرمہ بن سید حسن رضی بن سید احمد اکبر صالح بن سید موسیٰ ثانی (جن کی کنیت ابوسجہ اور ابوالحی بھی مشہور تھی) ابن سید ابراہیم مرتضٰی بن امام موسیٰ کاظم بن امام جعفر صادق بن امام محمد باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین شہید کربلا بن امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم اجمعین۔

---

(۱) عراق میں ''واسط'' ایک مشہور شہر ہے جس کو حجاج ثقفی نے سنہ ۸۳ھ میں آباد کیا تھا جب کہ وہ عبدالملک بن مروان اموی کی جانب سے عراق کا عامل (گورنر) تھا۔

حضرت سید احمد کبیر صاحب رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش سے قبل ہی سرکار دوعالم ﷺ نے آپکے ماموں، شیخ وقت، حضرت باز اشہب منصور بطائحی نور اللہ مرقدہ کو آپ کی پیدائش کی بشارت سنادی تھی، پیدائش سے چالیس دن پہلے ایک رات شیخ منصور نے سرکار دوعالم حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا کہ آپ فرماتے ہیں'' کہ اے منصور! چالیس دن کے بعد تیری بہن کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا، اس کا نام'' احمد'' رکھنا اولیاء کرام میں وہ ایسا ہی سردار ہوگا جس طرح کہ میں انبیاء کا سردار ہوں، اور جب وہ ہوشیار ہوجائے تو تعلیم کے واسطے شیخ علی قاری واسطی کے پاس بھیج دینا اور اس کی تربیت سے غفلت نہ برتنا'' اس خواب کے پورے چالیس دن بعد آپ مقام'' حسن'' میں پیدا ہوئے اور سات سال تک وہیں اپنے شفیق والدین کے سایہ عاطف میں گذارے۔

آپ کی عمر مبارک کا ساتواں سال تھا کہ آپ کے والد ماجد سیدنا حضرت سید علی نور اللہ مرقدہ کسی ضرورت سے بغداد کی طرف سفر میں گئے، اور وہاں ان کا انتقال ہوگیا۔

شفیق باپ کے وصال کے بعد بظاہر آپ کی تعلیم وتربیت کا کوئی سہارا نہ تھا، اس وجہ سے آپ کے ماموں حضرت باز الاشہب منصور بطائحی قدس سرہ نے آپ کو معہ آپ کی والدہ محترمہ کے اپنے پاس بلالیا اور سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے موافق تعلیم وتربیت کی طرف پوری توجہ کی، قرآن پاک تو آپ نے مقام'' حسن'' میں ہی شیخ عبدالسمیع الحربونی کے پاس حفظ یاد کرلیا تھا، کچھ دن کے بعد حضرت شیخ منصور نے سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے موافق واسطہ میں زبدۃ العلماء شیخ علی ابوالفضل قاری واسطی کے خدمت میں تحصیل علم کے واسطے آپ کو بھیج دیا، شیخ علی واسطی نے بھی آپ کی تعلیم وتربیت میں خاص توجہ سے سعی کی۔

حضرت سید احمد کبیر رفاعی قدس اللہ سرہ میں بچپن سے ہی صلاحیت وسعادت مندی اورزہدواتقا کے آثار پائے جاتے تھے۔

بقول شیخ سعدی علیہ الرحمہ:

بالائے سرش زہوش مندی

می تافت ستارۂ بلندی

ترجمہ: ان کے سر کےاوپر عقل مندی کی وجہ سے بلندی واقبال مندی کا ستارہ چمک رہاہے۔

چنانچہ آپ کی محترمہ ہمشیرہ سیدہ صالحہ جونہایت عابدہ زاہدہ اور پرہیزگار خاتون تھیں وہ فرماتی ہیں کہ سید صاحب جس وقت شیرخوار تھے تو رمضان کے مہینے میں کبھی دن میں دودھ نہ پیتے تھے، چنانچہ اول اول تو یہ خیال کیا کہ شاید اس مرضعہ (دودھ پلانے والی) کا دودھ کسی وجہ سے نہ پیا ہو، دوسری عورت کو دیا، آپ نے اس کا بھی نہ پیا، اسی طرح چند عورتوں نے دودھ پلانے کی کوشش کی، مگر آپ نے کسی کا بھی دودھ نہ پیا، ہاں مغرب کے بعد آپ دودھ پیتے تھے، جب ذرا ہوشیار ہوئے تو کھیل کود کی طرف بھی بالکل توجہ نہ تھی، اسی سبب سے بہت تھوڑی مدت میں قرآن مجید حفظ کرلیا تھااور جب آپ تحصیل علم کے لئے واسطہ گئے تو وہاں بھی ایسی محنت اورتوجہ سے پڑھا کہ بیس سال کی عمر میں آپ نے تمام علوم عقلیہ اورنقلیہ یعنی حدیث شریف، تفسیر، فقہ، معانی، منطق، فلسفہ وغیرہ غرض تمام فنون مروجہ کی تکمیل کر لی اورآپ کے استاذ محترم نے آپ کوحدیث شریف اوردیگرعلوم کی سنداوراجازت عطا کی۔

آپ شیخ علی واسطی کے علاوہ حضرت شیخ ابوبکر واسطی اور شیخ عبد الملک الحربونی کے درس میں بھی شریک ہوتے تھے جواس زمانہ کے علماء میں نہایت باکمال مشہور تھے اوراپنے علم وفضل کی وجہ سے مرجع خلائق تھے۔غرض جب حضرت سید

صاحب نور اللہ مرقدہ نے علوم دینیہ کی تکمیل کر لی اور آپ کے اساتذہ نے سند اور اجازت عطا کی تو آپ نے بھی وہاں ہی سلسلہ تدریس شروع کر دیا اور ساتھ ہی اپنے ماموں صاحب شیخ باز الاشہب منصور بطائحی قدر سرہ سے علوم باطنیہ کی تحصیل بھی شروع کر دی۔ لطف خداوندی اور مناسبت طبعی کی وجہ سے آپ نے اس فن شریف یعنی علوم باطنیہ میں بھی بہت جلد کمال حاصل کرلیا۔ ادھر تو علوم ظاہری میں آپ کی خداداد قابلیت اور ذکاوت کی وجہ سے آپ کا شہرہ ہوا اور بڑے بڑے علماء وفضلا آپ کے درس میں استفادہ کے لئے حاضر ہونے لگے۔ اور ادھر جب آپ نے نصاب طریقت اور سلوک ومعرفت کے مدارج عالیہ کو طے کرلیا اور آپ کے زہد واتقا اور پارسائی کا خاص وعام میں شہرہ ہوگیا اور آپ کے ماموں صاحب نے خرقہ سجادگی پہنا کر خانقاہ 'ام عبیدہ'' میں آپ کو بلالیا تا کہ آپ وہاں رہ کر لوگوں کو ہدایت ورہنمائی کریں اور اپنے علوم ظاہری وباطنی سے لوگوں کو فائدہ پہنچائیں، پھر تو آپ سے استفادہ کے لئے خلق اللہ ٹوٹ پڑی اور خانقاہ ''ام عبیدہ'' میں سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں علماء وفقرا تحصیل علم اور تزکیہ باطن کے واسطے رہنے لگے۔ خانقاہ مبارک میں جتنے آدمی رہتے تھے سب کے کھانے پینے کا انتظام آپ ہی کی طرف سے ہوتا تھا تا کہ سالکین اور طلباء فراغ قلب اور اطمینان سے حصول مقصد میں لگے رہیں اور فکر معاش میں مبتلا ہوکر ذکر خداوندی سے غافل نہ ہوں۔

بعض مستند اور ثقہ اہل علم بیان کرتے ہیں کہ بعض ایام میں ہم نے دیکھا کہ دس ہزار آدمیوں کا مجمع خانقاہ میں تھا اور سب کی مہمانی آپ کے لنگر خانہ سے ہوتی تھی۔

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں آپ کی خدمت اقدسؒ میں ۱۵ شعبان کو حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس دن خانقاہ ''ام عبیدہ'' میں تقریباً ایک لاکھ انسان جمع تھے اور سب کے قیام وطعام کا انتظام حضرت سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی جانب سے تھا۔

آپ کے اخلاق و عادات تمام وکمال اخلاق محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھے، عجز وانکسار، تواضع ومسکینیت آپ میں حد سے زیادہ تھی، چنانچہ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں نے سلوک ومعرفت کے سب طریقوں کو دیکھا اور غور کیا، لیکن تواضع اور انکسار سے بہتر کوئی طریقہ نظر نہ آیا، اس واسطے میں نے اسی کو اپنے واسطے پسند کیا۔ اتباع سنت کے آپ خود بھی بہت پابند تھے اور خدام کو بھی تاکید فرماتے تھے۔ دنیا کمانے والے مکار صوفی منش لوگوں نے جو باتیں خلاف شرع ایجاد کر رکھی تھیں آپ ہمیشہ ان کو مٹانے کی کوشش فرماتے اور ایسے لوگوں سے نفرت کرتے تھے، لباس اور طعام میں سادگی کو پسند فرماتے تھے، دنیاوی تکلفات اور سامان تعیش سے نفرت تھی، طبیعت میں شرم وحیا بہت غالب تھی حتیٰ کہ عادت مبارک یہ ہوگئی تھی کہ پہنے ہوئے کپڑے جب میلے ہوجاتے تو آپ دریا میں اتر کر بدن پر ہی کپڑوں کو مل کر صاف کر لیتے اور پھر دھوپ میں کھڑے ہو کر کپڑوں کو سکھاتے اور جب تک کپڑے سوکھ نہ جاتے تو آپ دھوپ میں ہی کھڑے رہتے۔

ابتداً آپ پر عالمانہ کیفیت کا غلبہ تھا اور تعلیم وتعلم ہی آپ کا مشغلہ تھا، مگر اس کے ساتھ آپ اپنے ماموں صاحب شیخ منصور بطائحی سے تصوف اور معرفت کی تحصیل بھی کرتے تھے، تھوڑے ہی عرصہ میں عرفان وسلوک کے مدارج عالیہ کو طے کر کے عارف کامل بن گئے اور حضرت شیخ منصور بطائحی نے سنہ ۵۳۹ھ میں اپنے انتقال سے ایک سال پہلے خلافت عطا کر کے خرقہ پہنا دیا اور خانقاہ ''ام عبیدہ'' میں آپ کو اپنا جانشین بنا دیا اور مشائخ وسالکین واسطہ، اروق اور بصرہ وغیرہ کو آپ نے ہدایت کی کہ آئندہ وہ حضرت سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہٗ سے رجوع کریں اور انہیں کو اپنا شیخ سمجھ کر استفادہ کریں، اس سے ایک سال بعد سنہ ۵۴۰ھ میں جب شیخ منصور کا وصال ہوا ہے تو آپ کی عمر ۲۸ سال تھی۔ اس کے بعد تو آپ کے فضل وکمال اور ارتقا ور یاضت کا

اس قدر شہرہ ہوا کہ دور دور سے لوگ رشد و ہدایت کی تلاش میں آپ کی خدمت میں آتے اور آپ کے حلقۂ عقیدت میں شامل ہو کر کامیاب اور بامراد جاتے۔

علامہ شیخ ابن مہذب اپنی کتاب ''عجائب واسطہ'' میں لکھتے ہیں کہ آپ کی آخر عمر میں آپ کے خلفاء کی تعداد اسی ہزار ایک سو تھی۔ عراق کا کوئی شہر ایسا نہ تھا جہاں آپ کے دو چار خلیفہ نہ ہوں۔ اور عقیدت مند مریدوں کا تو کوئی شمار نہ تھا۔

اگرچہ آپ علوم شریعت و طریقت میں کامل و ماہر تھے اور شان علمیت کا غلبہ بھی تھا، لیکن تصنیف و تالف کی طرف خاص توجہ نہ تھی، البتہ اکثر خاص مجالس میں اور کبھی مساجد میں وعظ فرماتے تھے یا روزمرہ کی گفتگو میں خلفاء کو نصائح فرماتے تھے تو آپ کی اجازت یا ایما سے آپ کے خدام اس کو قلمبند کر لیتے، اس طرح چند کتابیں آپ کی تصنیف سے مشہور اور موسوم ہیں۔ جن کے نام یہ ہیں، مجالس الاحمدیہ، کتاب الحکم، آثار المنافعہ، الحکم الساطعہ، البرہان المؤید۔

حقیقت یہ ہے کہ تقریب خداوندی میں آپ کو وہ مرتبہ عطا کیا گیا تھا جو کسی دوسرے ولی اللہ کو میسر نہ آیا ہوگا۔ آپ علم شریعت و طریقت کے جامع تھے۔ آپ سے بہت سی عجیب باتیں بطور کرامت صادر ہوئیں، جن سے آپ کے علوئے مرتبت اور تقرب الٰہی کا حال معلوم ہوتا ہے۔ سب سے زیادہ نادر اور مشہور کرامت آپ کی یہ ہے کہ جب آپ سنہ ۵۵۵ھ میں زیارت بیت اللہ کو تشریف لے گئے تو سرکار رسالت پناہ کے روضۂ مقدس کی زیارت کے لئے بھی حاضر ہوئے، گنبد خضرا کے قریب پہنچ کر آپ نے باآواز بلند کہا ''السلام علیک یا جدی'' فوراً روضۂ اطہر سے ندا آئی کہ ,, وعلیک السلام یا ولدی'' اس نداء مبارک کو سن کر آپ پر وجد طاری ہو گیا، آپ کے علاوہ جتنے آدمی وہاں موجود تھے سب نے آواز کو سنا۔ تھوڑی دیر کے بعد بحالت گریہ آپ نے یہ دو شعر پڑھے۔ ؎

فی حالة البعد روحی کنت ارسلها

تقبل الارض عنی وهی نائبتی

جدائی (دوری) کی حالت میں تو اپنی روح کو (روضۂ مطہر پر) بھیجتا تھا تا کہ میری طرف سے آپ کی آستانہ بوسی کا شرف حاصل کرے۔

وهذه دولة الاشباح قد حضرت

فامدد یمینک کی تحظی بها شفتی

اور جب کہ یہ دولت دیدار مجھے اصالۃً حاصل ہے تو آپ اپنا مبارک ہاتھ دیجئے کہ میں اسے بوسہ دے کر عزت حاصل کروں۔

اسی وقت قبر مطہر سے دست مبارک نکلا اور آپ نے اس کو بوسہ دیا۔ اس وقت روضۂ مقدس پر تقریباً نوے ہزار عاشقان جمال محمدی ومشتاقان روضہ نبوی کا مجمع تھا، جنہوں نے اس واقعہ کو دیکھا اور سرور کائنات، فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کی زیارت سے مشرف ہوئے، انہیں میں حضرت محبوب سبحانی، قطب ربانی، شیخ عبدالقادر جیلانی نوراللہ مرقدہ اور حضرت شیخ عدی بن مسافر الاموی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شیخ عبدالرزاق حسینی واسطی رحمہ اللہ جیسے جلیل القدر بزرگ بھی تھے، اس واقعہ کو اس کثرت سے علماء نے بیان کیا ہے کہ اس میں غلطی کا احتمال نہیں ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی آپ کی بہت سی عجیب کرامتیں ہیں جن کا یہاں ذکر کرنا طوالت کا باعث ہوگا، اس واسطے صرف اسی واقعہ پر اکتفا کرتے ہیں اور حقیقت حال تو یہ ہے کہ اس کے بعد کسی چیز کے ذکر کی حاجت بھی نہیں ہے۔

آپ نے ۶۶ سال کی عمر تک اس دار فانی میں رہ کر خلق اللہ کی خدمت کی اور سنہ ۵۷۸ھ میں آپنے اس عالم فانی کو چھوڑ کر عالم بقا کا سفر اختیار کیا نوراللہ مرقدہ۔ آپ کے وفات کی خبر فرشتۂ غیب نے اطراف ونواح ام عبیدہ میں مشہور کردی۔ لوگ

دور دور سے آپ کی آخری زیارت اور نماز جنازہ کی شرکت کے لئے ام عبیدہ میں جمع ہونے لگے۔

بعض مورخین کا بیان ہے کہ آپ کی نماز جنازہ کے وقت تقریباً ۹ لاکھ مرد عورت کا مجمع تھا۔ بعد نماز آپ کی میت کو ام عبیدہ کی اسی خانقاہ میں سپرد خاک کیا جس میں آپ کے نانا صاحب کا مزار تھا۔ عارف باللہ سید سراج الدین رفاعی نے ایک شعر میں آپ کی ولادت اور وفات کی تاریخ اور عمر کی مقدار بھی لکھی ہے۔

ولادتہ بشری وللہ عمرہ

وجاءت بشری اللہ بالقرب والزلفی

آپ کی ولادت خدا کی طرف سے بشارت تھی اور آپ کی عمر اللہ کے واسطے تھی اور آپ کے تقرب الٰہی کی بھی خدا کی طرف سے خوشخبری تھی۔

لفظ بشری ۵۱۲ھ سے تاریخ ولادت نکلتی ہے اور لفظ اللہ کے عدد ۶۶ آپ کی عمر پر دلالت کرتے ہیں اور بشری اللہ ۵۷۸ھ سے سال وفات معلوم ہوتا ہے۔

''البرھان المؤید'' یہ کوئی باقاعدہ تصنیف نہیں بلکہ حجۃ الاسلام، غوث زمانہ، سیدنا الشیخ الکبیر سید احمد رفاعی نور اللہ مرقدہ کے مواعظ وارشادات کا مجموعہ ہے جو مختلف مجالس میں ارشاد فرمائے اور حضرت سید احمد کبیر رفاعی قدس سرہٗ کے خدام نے ان کو قلمبند فرما کر ''البرھان المؤید'' کے نام سے شائع فرمایا، اور حکیم الامت حضرت اقدس مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کے بھانجے اور خاص تلمیذ وتربیت یافتہ صاحب اعلاء السنن نور اللہ مرقدہ خلیفہ ومجاز محدث سہارنپوری حضرت مولانا خلیل احمد صاحب وحکیم الامت حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہ، شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ نے اس کا ترجمہ فرمایا اور خود حضرت حکیم الامت نور اللہ مرقدہ نے اسکو ملاحظہ فرما کر اس پر تقریظ بھی تحریر فرمائی، اور اسکا نام بھی ''البنیان المشید'' تجویز فرمایا،

جو اصل کی طرح ترجمہ کے معتمد اور مستند ہونے کی انتہائی اعلیٰ اور قوی دلیل ہے، مگر اس کے بعض مضامین انتہائی اعلیٰ ہیں جنکو اخص الخواص حضرات ہی سمجھ سکتے ہیں۔

اس لئے بندہ نے اس کتاب میں سے اہم اور عام فہم مضامین کا انتخاب کیا اور عوام کی فہم سے بالاتر اور انتہائی دقیق مضامین کو حذف کردیا، اس طرح تقریباً نصف حصہ حذف ہوکر صرف نصف کے قریب باقی رہ گیا جو انشاء اللہ عوام وخواص سب کے لئے بیحد مفید ہوگا، اور نام بھی عام فہم **''ارشادات عالیہ سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ''** تجویز کردیا، ضروری ہے کہ عوام وخواص ان رشادات عالیہ سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں اولاً تو منشاء صرف ماہنامہ المحمود میں قسط وار شائع کرنا مقصود تھا، لیکن پھر مضامین کے انتہائی اہم اور انتہائی مفید ہونے کی وجہ سے مستقل کتابی شکل میں بھی شائع کیا جارہا ہے، حواشی جن کے اخیر میں مترجم، یا مرتب کا لفظ ہے وہ سب شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی طرف سے ہیں۔

''البنیان المشیّد'' کا خلاصہ بھی شیخ الاسلام حضرت مولانا ظفر احمد صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے نکالا تھا اور اس کو ''روح تصوف'' کے نام ''البنیان المشیّد'' کے ساتھ ہی طبع کیا جاتا رہا جو بہت ہی مفید و نافع ہے جس میں تصوف کی بہت سی اصطلاحات کا بیان بھی آگیا ہے، ہم بھی اس کو اس رسالہ کے اخیر میں شامل کررہے ہیں، اور پھر اس ''روح تصوف'' کا بھی خلاصہ نکالا ہے، اور اس کا نام ''عطر التصوف'' رکھا ہے اور اس کو بھی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے بیحد پسند فرمایا ہے اس کو بھی اخیر میں شامل فرمادیا ہے۔

حق تعالیٰ شانہ اپنے ان مقبولان بارگاہ اولیاء کرام کے طفیل میں محض اپنے فضل وکرم سے اس تلخیص کو بھی قبول فرمائے اور مفید و نافع بنائے اور طالبین کی ہدات کا ذریعہ بنائے۔آمین

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم. وتب علینا
انک انت التواب الرحیم. بحرمت حبیبک
سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر
خلقہ سیدنا ومولانا وحبیبنا محمد
وآلہ واصحابہ اجمعین
الی یوم
الدین

محمد فاروق غفرلہ

خادم جامعہ محمودیہ علی پور، ہاپوڑ روڈ میرٹھ، یو، پی
شب پنجشنبہ ۱۹ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للّٰہ حمداً یرضاہ لذاتہ، والصلوٰۃ والسلام علی سید مخلوقاتہ ورضی اللّٰہ عن الصحابۃ والآل، واتباعھم من اھل الشرع والحال، والسلام علینا وعلی عباد اللّٰہ الصالحین.

سلوک کا پہلا قدیم زہد ہے،

اتباع رسول ﷺ کا مدار اخلاص نیت پر ہے

بزرگو! اللہ عزوجل کی طرف متوجہ ہونے والوں کا پہلا قدم زہد ہے یعنی دنیا سے بے رغبت ہونا اور آخرت کا مشتاق ہونا اور اسکی بنیاد تقویٰ ہے اور تقویٰ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا نام ہے جو کہ علم وحکمت کی چوٹی ہے، اور ان سب کا مدار ارواح واجسام کے امام سید معظم سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اچھی طرح پیروی کرنے پر ہے، اور تابعداری کا پہلا زینہ یہ ہے کہ خلوص کے ساتھ آپ کی اقتداء کی جائے۔

توحید کی حقیقت

بزرگو! اللہ تعالیٰ کو محدثات کے عیوب اور مخلوقات جیسی صفات سے منزہ (پاک) سمجھو، اور اللہ تعالیٰ کے حق میں استوا کی تفسیر قرار پکڑنے (کے ساتھ نہ کرو، اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کسی مخلوق سے قرار پکڑے، اس قسم کی باتوں) سے اپنے عقائد کو پاک اور محفوظ رکھو کہ (معاذ اللہ) وہ عرش پر اس طرح قرار پکڑے ہوئے ہے جیسا بعض اجسام دوسرے اجسام پر قرار پکڑتے ہیں، اس سے اللہ تعالیٰ کا (عرش میں) حلول کرنا لازم آتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بلند وبرتر ہے۔

بزرگو! اپنے دلوں میں اللہ تعالیٰ کو ڈھونڈو (باریک باتیں نکالنے اور زبان چلانے سے خدا نہ ملے گا) وہ تو گردن کی رگ سے زیادہ تمہارے نزدیک ہے، اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے، دین اخلاص کا نام ہے۔ جب تم " لا الہ الا اللّٰہ" کہو تو ایسے اخلاص سے کہو جو اغیار سے اور تشبیہ و کیفیت اور تحتیت و فوقیت اور قرب و بعد کے خطرات سے بالکل پاک ہو اور (اس کے بعد خالص نیت کے ثمرات حاصل کرو، کیونکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے، ہر شخص کو وہی ملے گا جسکی اس نے نیت کی ہے، پس جس شخص کی ہجرت اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو (یعنی اس نے اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کے لئے ہجرت کی ہو) تو اس کی ہجرت (واقعی) اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور جس کی ہجرت دنیا کیلئے ہے جس کو حاصل کرنا چاہتا ہے یا کسی عورت کیلئے جس سے نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کی ہجرت (اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں، بلکہ) اسی چیز کی طرف ہے جس کیلئے اس نے ہجرت کی ہے۔ (رواہ بخاری ومسلم، مشکوٰۃ: ۱۱، کتاب الایمان)

ارکان اسلام کی پابندی کی تاکید

اپنے اعمال کو ان پانچ ارکان پر مضبوطی کے ساتھ جماؤ جن پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔

(۱) اس بات کی دل وزبان سے گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ (۲) نماز قائم کرنا۔ (۳) زکوٰۃ دینا۔ (۴) بیت اللہ کا حج کرنا۔ (۵) رمضان کے روزے رکھنا۔

(مشکوٰۃ المصابیح: ۱۱، کتاب الایمان)

بدعت سے بچنے کی تاکید

بدعت سے بچتے رہو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ جو شخص ہمارے اس دین میں نئی باتیں ایجاد کرے وہ مردود ہے۔ (رواہ بخاری و مسلم، مشکٰوۃ المصابیح؛ ۲۷ باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

اللہ تعالیٰ سے تقوے کے ساتھ اور مخلوق سے سچائی اور حسن خلق کے ساتھ اور اپنے نفس سے مخالفت کے ساتھ معاملہ کرو، شریعت کی حدود سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے جب کوئی عہد کرلو اس کو پورا کرو، جو کچھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو حکم دیا ہے اس کو مظبوط پکڑلو اور جس سے منع فرما دیا ہے اس سے باز آجاؤ، جھوٹ سے بچو نہ خدا پر جھوٹ لگاؤ، نہ مخلوق پر، اپنی بڑائی کا دعویٰ کرنا خدا تعالیٰ پر اور مخلوق پر جھوٹ لگانا ہے۔

بندگی کی حقیقت

بندگی پوری یہ ہے کہ مقام عبدیت کو پہچانے۔ دین یہ ہے کہ احکام پر عمل کرے اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان سے بچے اور دونوں میں عاجزی وانکسار اختیار کرے (احکام کی تعمیل اور گناہوں سے بچنے کے بعد اپنے کو بزرگ اور متقی نہ سمجھے) احکام پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ سے قریب کرتا ہے اور ممنوعات سے بچنا اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہوتا ہے۔ بدون اعمال کے قرب کی خواہش کرنا محال اور سخت محال کی طلب ہے، بیباکی کے ساتھ خوف کا دعویٰ کرنا فضیحت اور رسوائی کا سبب ہے، اللہ تعالیٰ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ذریعہ ڈھونڈو۔ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں نفس اور خواہش نفس کے ساتھ نہ چلو، جو شخص نفسانیت کو ساتھ لے کر اس راہ میں چلتا ہے وہ پہلے ہی قدم میں کھویا جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کا حکم

بزرگو! اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو بہت بڑا سمجھو آپ ہی واسطہ ہیں مخلوق اور حق تعالیٰ کے درمیان میں، آپ ہی نے خالق ومخلوق کا فرق بتلایا، آپ اللہ کے بندے ہیں، اللہ کے محبوب ہیں، اللہ کے رسول ہیں، مخلوق الٰہی میں سے سب سے زیادہ کامل ہیں، اللہ کے پیغمبروں میں سب سے افضل ہیں، اللہ کی طرف راستہ بتلانے والے، اللہ کی طرف سب کو بلانے والے، اللہ کی خبریں سنانے والے، اللہ کی باتیں معلوم کرنے والے ہیں، آپ ہی سب کیلئے بارگاہ رحمانی کا دروازہ اور دربار صمدیت میں سب کا وسیلہ ہیں۔

جو آپ سے مل گیا اللہ سے مل گیا، جو آپ سے جدا ہوا اللہ تعالیٰ سے جدا ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہش اس شریعت کے تابع نہ ہوجائے جس کو میں لے کر آیا ہوں۔

(مشکوٰۃ: ۳۰، باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

بزرگو! خوب جان لو کہ ہماری حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت وفات کے بعد بھی اسی طرح باقی ہے جیسی آپ کی حیات میں تھی اور قیامت تک باقی رہے گی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ زمین کا اور اس کے اوپر جو کچھ ہے سب کا وارث ہوجائے، تمام مخلوق (قیامت تک) آپ ہی کی شریعت کے مکلّف ہے، جس نے تمام شریعتوں کو منسوخ کردیا، اور آپ کا معجزہ بھی ہمیشہ باقی رہنے والا ہے یعنی قرآن شریف، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہہ دیجئے (اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم) کہ اگر تمام جن وانس اکٹھے ہوکر اس بات کی کوشش کریں کہ اس قرآن کا مثل بنالائیں تو وہ اس کا مثل نہ لاسکیں گے۔ (الاسراء: ۸۸)

صحیح حدیثوں کا رد کرنا ایسا ہی ہے جیسا کلام اللہ کو رد کرنا

بزرگو! جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (۱) کی سچی حدیثوں کو رد کیا وہ ایسا ہی ہے جیسا کسی نے کلام اللہ کو رد کیا، ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور کتاب اللہ پر بھی اور ان تمام باتوں پر بھی جو ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرے بعد اسکے کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی اور مسلمانوں کا راستہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرے، ہم اسکو اسی کی حالت پر چھوڑ دے گے اور جہنم میں داخل کرینگے اور وہ بری جگہ ہے۔ (النساء:۱۱۵)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مراتب کا بیان اور ان کی شان میں گستاخی کرنے کی ممانعت

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سب سے افضل سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ، پھر سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سب کے سب ہدایت پر ہیں (رضی اللہ عنہم) رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ میرے اصحاب ستاروں کی

---

(۱) یہاں سے اس فرقہ کا حال معلوم ہوگیا جو صحیح حدیثوں کی دینی حجت نہیں سمجھتے یہ لوگ مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر رہے ہیں اور اپنے کو جہنم کا کندہ بنا رہے ہیں، صحیح حدیثوں کے متعلق جس قسم کے شبہات یہ جماعت منکرین حدیث بیان کرتی ہے یہ وہی باتیں جو ایک مستشرق یہودی نے لکھی ہیں۔

مثل ہیں، تم جسکی بھی پیروی کرلو گے ہدایت پالو گے۔ (مشکوٰۃ:۵۵۴، باب مناقب الصحابۃ)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے درمیان جو اختلافات (ونزاعات) ہوئے ہیں ان کے (تذکرہ) سے زبان روک لینا واجب ہے اور (بجائے اس کے) ان کے محاسن (وکمالات وخوبیاں) بیان کرنا چاہئیں، ان سے محبت رکھنا چاہیے، ان کی تعریف کرنا چاہیے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت رکھو، ان کے ذکر وتذکرہ سے برکت حاصل کیا کرو اور ان جیسے اخلاق حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ارشاد فرمایا تھا کہ میں تم کو اللہ سے ڈرنے اور (امام کی) اطاعت اور اس کی بات سننے کی وصیت کرتا ہوں اگر چہ ایک غلام ہی تم پر حکومت کرنے لگے، کیونکہ جو (میرے بعد) زندہ رہے گا، بہت کچھ اختلاف دیکھے گا (اس وقت) تم میری سنت اور خلفاء راشدین اصحاب ہدایت کی سنت کو مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے پکڑے رہو اور نئی باتوں سے بچتے رہو کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ (رواہ احمد وابوداؤد والترمذی وابن ماجہ، مشکوٰۃ: باب الاعتصام بالکتاب والسنۃ)

محبت اہل بیت کی تاکید

دوستو! اور اپنے دلوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ کی آل کرام کی محبت سے بھی روشن کرو، کیونکہ یہ حضرات وجود کے چمکتے ہوئے انوار اور سعادت کی روشن آفتاب ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس تبلیغ احکام پر کسی معاوضہ کا طالب نہیں سوا اس کے کہ قرابت داری کی ہمدردی کا حق ادا کرو۔ (الشوریٰ:۲۳)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ کا ارشاد ہے "اللّٰہ اللّٰہ فی اھل بیتی" میری اہل بیت کی بابت اللہ سے ڈرو اور ان کے حقوق کو ادا کرو، اللہ تعالیٰ جس بندہ کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتے ہیں اس کو اہل بیت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت کی تعمیل کی پوری توفیق عطا فرماتے ہیں۔

وہ ان سب سے محبت کرتا، ان کی عظمت کرتا، مدد کرتا اور ان کی شان رفیع کا اہتمام کرتا، ان کی عزت کی حفاظت کرتا، ان کے حقوق کی رعایت کرتا اور رسول اللہ ﷺ کا جو حق ان کے بارے میں امت پر ہے اس کی پوری نگہداشت کرتا ہے (قیامت میں) آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت ہوگی اور جس کو اللہ سے محبت ہوگی رسول اللہ ﷺ سے بھی محبت ہوگی اور جس کو رسول اللہ ﷺ سے محبت ہوگی آپ کے اہل بیت سے بھی ہوگی اور جو اہل بیت سے محبت کرے گا وہ ان کے ساتھ ہوگا اور وہ اپنے جد امجد امام الانبیاء سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہونگے، ان کو اپنے سے آگے بڑھاؤ، خود ان سے آگے نہ بڑھو، انکی مدد کرو، تعظیم کرو اسکی برکتیں تمہارے اوپر برسیں گی۔

صحبت اولیاء اللہ کی تاکید

اولیاء اللہ (کے دامن) سے چمٹ جاؤ "اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ، الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ. (یونس: ۶۲،۶۳)

سنو! اولیاء اللہ پر نہ کوئی خطرہ ہے نہ وہ غمگین ہوں گے (اولیاء اللہ) وہ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کیا۔

ولی وہ ہے جو اللہ سے محبت رکھتا ہے، اس پر ایمان رکھتا ہو اور تقوے پر کاربند ہو، پس جسکو اللہ سے محبت ہو اس سے دشمنی نہ کرو، بعض آسمانی کتابوں میں ہے۔ "مَنْ اٰذٰى لِيْ وَلِيًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ" (مشکوۃ:۱۹۷، باب ذکر اللّٰہ عزوجل والتقرب الیه)

اللہ فرماتے ہیں کہ جو میرے کسی ولی کو ایذا دے گا، میری طرف سے اس کو اعلان جنگ ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے لئے جب وہ ذلیل کئے جائیں یا ان کو ایذا دی جائے بہت غیرت کرتے ہیں، ان کی خاطر ایذا دینے والوں سے انتقام لیتے ہیں، اور جو ان سے محبت کرے اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے اکرام کے لئے اس کی حفاظت کرتے ہیں اور جو ان کی پناہ میں آجاتا ہے اس کی مدد فرماتے ہیں، خصوصیت کے ساتھ اس آیت کے مخاطب اولیاء ہی ہیں "نَحْنُ اَوْلِیَاءُ کُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ" (حم السجدہ: ۳۱) (فرشتے ان سے کہیں گے) ہم تمہارے رفیق تھے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رفیق ہیں، اولیا کی محبت کو اپنے اوپر لازم کرلو ان کا قرب حاصل کرو، ان کی وجہ سے تم کو برکت حاصل ہوگی، ان کے ساتھ ہو جاؤ یہی اللہ کی جماعت ہے اور سن لو! اللہ ہی کی جماعت کامیاب ہے۔

رعایت حدود کی تاکید

بزرگو! حدود مراتب کا لحاظ رکھو، غلو سے بچو (یعنی کسی کو اس کے درجہ سے آگے نہ بڑھاؤ) ہر شخص کو اس کے مرتبہ پر رکھو، نوع انسان میں سب سے بزرگ تر حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں، اور انبیاء میں سب سے افضل واشرف ہمارے نبی ہمارے آقا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام مخلوق سے افضل آپ کی آل واصحاب ہیں۔ ان کے بعد تمام مخلوق سے افضل تابعین ہیں جو خیر القرون میں تھے یہ تو (مراتب کا) اجمالی بیان تھا اور تفصیل وتعین کے ساتھ فضیلت معلوم کرنے کیلئے نص شریعت (نص صاف اور صریح حکم) کا اتباع کرو۔

خبردار! اس میں اپنی رائے کو دخل نہ دینا جو لوگ برباد ہوئے ہیں وہ اپنی

رائے ہی سے برباد ہوئے ہیں، اس دنیا میں کسی کی (ذاتی) (۱) رائے سے کبھی فیصلہ نہیں کیا جاتا، اپنی رائی سے مباحات میں فیصلہ کرو (فضائل میں رائے کو دخل نہ دو) اور اگر کسی معاملہ میں باہم نزاع ہونے لگے تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کی طرف رجوع کرو، اولیاء کو بھلائی کے ساتھ یاد کرو اور ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے سے بچو (گو) اللہ تعالیٰ نے بعض اولیاء کے درجے دوسروں سے بلند کئے ہیں، مگر اس کی معرفت بجز خدا کے یا اس کے برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اور کو نہیں ہے۔ دعوے کو چھوڑ کر اس جماعت (اولیاء) کی تائید کرو (بزرگی کی حمایت کا یہ طریقہ اختیار نہ کرو کہ ایک کو دوسرے سے افضل بتلاؤ، کیونکہ اس میں در پردہ یہ دعویٰ ہے کہ تم ان اولیاء سے بھی بڑھے ہوئے ہو، اگر تم اپنے کو ان سے کمتر سمجھتے تو ان کے درجات ومراتب کا فیصلہ نہ کرتے، کیونکہ دو شخصوں کے درجات کا فیصلہ وہی کر سکتا ہے جو دونوں سے بڑا ہو)۔

اتباع سنت کی تاکید

اس طریقہ محمدیہ کی بنیادوں کی سنت کے زندہ کرنے اور بدعت کے مٹانے سے مضبوط کرو۔

بزرگو! درویش اسی وقت تک طریقت پر ہے جب تک سنت پر جما ہوا ہے اور جس وقت وہ سنت سے ہٹے گا طریقت سے علیحدہ ہو جائے گا۔

آداب ظاہری کی تاکید

صوفیہ (باطنی آداب کے ساتھ) ظاہری آداب کی بھی بہت رعایت کرتے ہیں

(۱) اس سے ائمہ مجتہدین کا قیاس خارج ہے کیونکہ وہ ان کی ذاتی رائے نہیں، بلکہ قواعد شرعیہ پر مبنی ہے جس کی اجازت خود حدیثوں میں اور قرآن پاک کی آیتوں میں موجود ہے۔

ان کا قول ہے کہ ظاہری آداب سے باطنی آداب کا پتہ لگتا ہے، نیز وہ فرماتے ہیں کہ ادب ظاہری کی عمدگی ادب باطنی کی علامت ہے، نیز ان کا قول ہے کہ جو شخص ظاہری آداب سے واقف نہیں اس پر باطنی آداب کے بارے میں اطمینان اور اعتماد نہیں کیا جاسکتا، اور اقوال وافعال واحوال واخلاق کے آداب سب کے سب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں منحصر ہیں۔

اپنے اوپر نظر کرنے سے بچو

اے سالک! اپنے نفس پر نظر کرنے سے بچ، غرور سے بچ، تکبر سے الگ رہ کہ یہ سب برباد کرنے والے ہیں، میدان قرب میں وہ شخص داخل نہیں ہوسکتا جو لوگوں کو چھوٹا اور اپنے کو بڑا سمجھے، میں کون ہوں اور تو کیا ہے؟ (ہماری ہستی ہی کیا ہے جو اس پر نظر کی جائے؟) عزیز من! ہم میں سے ہر شخص عاجز ومسکین ہے، جس کی ابتداء گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اور انتہا ایک مردار لاشہ ہے، اس سرمایہ کی شرافت (وبزرگی) جوہر عقل سے ہے اور عقل وہ ہے جو نفس کو باندھ دے (یعنی) اس کو ایک حد پر روکے رکھے، اگر کسی شخص کی عقل نفس کو باندھنے والی، اس کو حد پر ٹھہرانے والی نہ ہو تو وہ بے عقل ہے، اور جب آدمی اپنی جوہر ہی سے محروم ہوگیا تو اس کے لئے کوئی شرافت (اور بزرگی) نہیں، اب وہ صرف ایک بھاری بوجھل کثیف جسم رہ گیا جو نہ کسی قیمتی درجہ کے لائق ہے نہ کسی عمدہ منصب کے قابل، اور جب انسان کی عقل کامل ہو اور یہی (قیمتی) خالص جوہر اس کے (جسم کے) اندر حکومت کرتا ہو (کہ تمام اقوال وافعال واحوال عقل کے اشارہ پر صادر ہوتے ہوں) تو اب یہ اس قابل ہے کہ سلاطین کا بھی سرتاج بنایا جائے۔

عقل کا پہلا درجہ

عقل کا پہلا درجہ یہ ہے کہ (انسان) جھوٹی انانیت اور بیہودہ دعویٰ اور اس قسم کی ڈینگے مارنے سے الگ ہو جائے کہ میں نے یہ کھولا وہ باندھا، اس کو دیا اور اس سے چھینا، جب انسان تکبر اور دعوے وغیرہ سے نکل جاتا ہے اس وقت اس کو اعلیٰ مقام تک رسائی ہوتی ہے، پس انسان کو لازم ہے کہ اپنی ابتداء کو پہچانے کہ مٹی سے بنا ہے اور انجام کو یاد رکھے کہ مٹی ہی میں ملنا ہے اور اس ابتداء اور انجام کے درمیانی حصہ میں وہی باتیں اور وہی کام کرے جو ان کے مناسب ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نصیحت کرنے والا ہر مسلمان کے دل میں موجود ہے (یعنی عقل جو برے کاموں سے روکتی ہے)۔

نصیحت سے کب نفع ہوتا ہے

جس شخص کا دل خود نصیحت کرنے والا نہ ہو اس کو دوسروں کے مواعظ نفع نہیں دے سکتے، جس کا دل ہی غافل (اور اپنے نفع ونقصان سے بے پروا) ہے وہ کسی کی نصیحت سے کیوں اثر لے گا؟ سہل رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ غفلت دل کی سیاہی ہے اور سیاہ دل پر کسی کی بات کا اثر نہیں ہوتا) اور سید امین (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ انسان کے بدن میں ایک ٹکڑا ہے، وہ درست ہو جائے تو سارا بدن درست ہو جاتا ہے اور وہ بگڑ جائے تو تمام بدن بگڑ جاتا ہے سن لو! وہ دل ہے۔ (مسند امام احمد حنبل: ۴/۷۰، والتشرف: ۱۴۲، کتاب المحبۃ والشوق)

عزیز من! تم میری نصیحت سے اور میں تمہاری نصیحت سے اسی وقت منتفع ہو سکتا ہوں جب کہ ہم دونوں اخلاص سے نصیحت کریں۔

عزیز من! تم مجھ سے اچھے ہو کہ میں نے تم کو اپنی شاگردی (یا مریدی) کی ذلت دے کر مشقت میں ڈالا اور مجھے معلم (اور مربی) بنانے کے نشہ نے مست کر دیا۔

عزیز من! اگر کسی وقت میرا حقیر نفس مجھ پر غلبہ حاصل کرنے لگے (اور شاگردوں، مریدوں کو دیکھ کر پھولنے لگے) اور اس وقت میں اس سے یہ کہوں کہ اللہ تعالیٰ نے (محض اپنے فضل سے) تجھ کو علم عطا کیا اور مسلمان بھائیوں کی تعلیم تیرے ذمہ لازم کر دی، کیونکہ علم کے چھپانے والے کو آگ کا لگام پہنایا جائے گا تو اب جس قدر مشقت (تعلیم وتربیت میں) تو کر رہا ہے (کسی پر احسان نہیں، بلکہ) محض اپنے (بچاؤ کے) واسطے ہے (اگر یہ کام نہ کرے گا عذاب میں مبتلا ہوگا) اور عذاب سے بچنے کے لئے کام کرنا کچھ کمال نہیں (جانور بھی تو سزا سے بچنے کے لئے اپنے فرائض کو ادا کرتا ہے) پس تو اپنی حد پر رہ (اور مریدوں، شاگردوں کو اپنے گرد دیکھ کر مغرور نہ ہو) ممکن ہے کہ ان میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تجھ سے بھی بڑا ہو اور تجھ پر اس کی جلالت وبزرگی کی تیرے امتحان کے لئے مخفی رکھا گیا ہو اور (یہ باتیں سوچ کر) میرے نفس کی جھوٹی (تعالیٰ اور) بڑائی دب جائے، وہ اپنا مرتبہ پہچان لے اور اپنے ٹھکانے پر آجائے تو اس کے لئے بڑی کامیابی ہے۔

عزیز من! اسی طرح اگر کہیں تیرا نفس غلبہ کرے (اور شیخ کی تقلید واتباع اور خدمت کی ذلت سے عار کرنے لگے) اور تو اس کو علم (ومعرفت) حاصل کرنے پر مجبور کئے رہے اور اتباع وتقلید کی چھری سے اس کی خواہش کو ذبح کرتا رہے اور اپنی شرافت اور علمی لیاقت اور اپنے باپ اور خاندان اور تمول کی عزت سے آنکھیں بند کر کے حکمت (ومعرفت) حاصل کرنے میں لگا رہے تو کامیابی کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ جائے گا، جو شخص ہر سانس پر اپنے نفس سے باز پرس نہ کرے اور اس کو متہم نہ سمجھے وہ ہمارے نزدیک مردوں کے دفتر میں نہیں لکھا جاتا۔

سید احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع

بزرگو! میں شیخ نہیں ہوں، نہ اس جماعت سے کچھ بڑھا ہوا ہوں، نہ میں واعظ ہوں، نہ معلم (اور مربی) ہوں، میرا حشر فرعون وہامان کے ساتھ ہوا اگر مجھے اس کا وسوسہ بھی آئے کہ میں اللہ کی مخلوق میں سے کسی کا بھی شیخ ہوں، ہاں اللہ تعالیٰ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لیں تو مسلمانوں میں ایک مسلمان میں بھی ہوں گا۔

اسلام کی خوبی

مسلمان مرو (اسلام پر مرتے دم تک جمے رہو) اور کسی بات کے حاصل ہونے یا نہ ہونے کی پروانہ کرو، اسلام بہت بڑی نعمت اور دولت ہے، وہی اللہ سے ملنے کا ذریعہ ہے، غیر مسلم اگر تمام انسانوں اور جنوں کے برابر بھی اللہ کی عبادت کرے جب بھی اللہ سے دور ہے اور اس پر اللہ کا غضب نازل ہے، (کیونکہ غیر مسلم خدا کا باغی ہے اور باغی کے تمام کمالات اور ساری خوبیاں بغاوت سے مٹ جاتی ہیں) اور مسلمان بندہ اگر تمام انسانوں اور جنوں کے گناہوں کو (اپنے اوپر لاد کر) لائے جب بھی اس کو اللہ کے دربار سے ایک حصہ بندگی کا حاصل ہے (کیونکہ مسلمان گنہگار ایسا ہے جیسا بادشاہ کی وفادار رعایا میں سے کسی نے کوئی جرم کیا ہو اس کا جرم خواہ کتنا ہی سنگین) ہو، مگر بغاوت کی برابر نہ ہوگا اس کو بادشاہ سے تعلق باقی ہے، اس لئے مراحم خسروانہ کا مستحق ہوسکتا ہے۔

دل کو غیر اللہ سے خالی کرو

عزیز من! تو خود غیر ہے، تیرا نفس بھی غیر ہے، تیرے سوا جتنی مخلوق ہے

وہ بھی غیر ہے، جس چیز تک نظر پہنچے اور تیرے دل میں اس کی شکل وصورت اور کیفیت آجائے وہ بھی غیر ہے (ان سب سے نظر اٹھاؤ تو دل اغیار سے پاک اور تجلی الٰہی کے قابل ہوگا۔

اور جو شخص اپنے آپ کو کسی سے بھی افضل سمجھتا ہے، ہنوز اس کی نظر اپنے نفس پر ہے، اس کا باطن کدورتوں سے پاک نہیں، پس وہ معرفت الٰہی سے دور ہے، ہمارا پروردگار وہ ہے کہ کوئی عقل اس کو خاص کیفیت (اور صورت) سے نہیں سمجھ سکتی اور نہ کوئی نگاہ اس کا ادراک (واحاطہ) کرسکتی ہے، اس کی معرفت اسی دل کو حاصل ہوسکتی ہے جو عالم ناسوت کی تمام کدورات سے پاک ہو چکا ہو، جس میں کیفیات واشکال سب داخل ہیں۔

کرامت سے ولی کو خوش نہ ہونا چاہئے

عزیز من! مجھ کو تم پر یہ اندیشہ ہے کہ کہیں کرامت سے اور اس کے ظاہر کرنے سے تمہارے دل کو خوشی نہ ہو! (یاد رکھو!) اولیاء اللہ کرامت کو ایسا چھپاتے ہیں جیسا عورت حیض کے خون کو چھپایا کرتی ہے۔

عزیز من! کرامت (کے دو پہلو ہیں اس کو دو کے ساتھ نسبت ہے، ایک کرم سے جس نے کرامت عطا کی یعنی اللہ تعالیٰ شانہ، دوسری ہم سے کہ ہمارے ہاتھ سے اس کا ظہور ہوا، اب سمجھو کہ کرامت مکرم کی نسبت سے تو بڑی قیمتی اور پیاری چیز ہے، مگر ہماری نسبت پر نظر کرتے ہوئے وہ کچھ نہیں، کیونکہ قاعدہ ہے کہ جس وقت کریم کے دروازہ سے اکرام وانعام آتا ہے بڑا معظم ومعزز ہوتا ہے تمام (درباری) لوگوں کے دل تعظیم کے ساتھ اس کا استقبال کرتے ہیں، اور جب اس کی نسبت غلام کی طرف منتقل ہوگئی، اب وہ چیز سب کی نظروں میں ہلکی ہوجاتی ہے۔

حقیقت کا بیان

دوستو! ہم سب ننگے ہیں، مگر جس کو اللہ تعالیٰ لباس پہنا دیں، ہم سب بھوکے (محتاج) ہیں، مگر جس کو اللہ تعالیٰ کھانا کھلا دیں، ہم سب گمراہ ہیں، مگر جس کو اللہ تعالیٰ راہ پر لگا دیں (اور جب یہ ہے تو جس بندہ پر خدا کا فضل ہو وہ صرف خدا پر نظر رکھے، اپنے اوپر نظر نہ کرے کہ میں لباس والا ہوں، میں مالدار ہوں، میں ہدایت پر ہوں، میں عالم اور داتا اور عارف اور صاحب حکمت ہوں، اور ایسا ہوں ویسا ہوں، خدا کا فضل نہ ہوتا تو تم کچھ بھی نہ ہوتے) بندہ کا کام اس کے سوا کچھ نہیں کہ تنگی اور فراخی جو کچھ بھی ہو ہر حالت میں (کریم) کے دروازۂ کرم کو کھٹکتا رہے (اسی کے دروازہ کو تکتا رہے، اسی پر نظر رکھے، اسی سے مانگتا رہے، کیونکہ مخلوق سراپا کمزور، سراپا عجز، سراپا احتیاج، سراپا نیست ہی نیست ہے (نہ اس میں کچھ کمال ہے نہ قدرت نہ طاقت، جو کچھ اس میں بھلائی اور خوبی ہے سب خدا کی عطا کی ہوئی اور اس کی نعمت ہے۔

ذوق عبدیت

اے بزرگو! (صوفیہ کی) جماعتیں آج کل مختلف پارٹیاں بن گئے ہیں، کوئی اپنے کو صاحب حالات کہتی ہے، کوئی صاحب مقامات بتلاتی ہے، کوئی وحدۃ الوجود کا دم بھرتی ہے، کوئی فناء و بقاو غیرہ کا، مگر یہ ناچیز احمد تو ذلت و انکسار والوں اور مسکنت اور بیقراری والوں کے ساتھ رہے گا (مجھے) اس کے سوا کچھ پسند نہیں۔

هنيئا لارباب النعيم نعيمهم

وللعاشق المسكين ما يتجرع

(دولت والوں کو ان کی دولت مبارک ہو اور عاشق مسکین کو ذلت و مسکنت

کے تلخ گھونٹ مبارک ہوں)۔

ہر کام میں اللہ پر نظر رکھو

ہر کام میں اللہ تعالیٰ سے مرافعہ کرو، عقل مند آدمی نہ کسی حاکم کے پاس شکایت لے جاتا ہے نہ بادشاہ کے پاس، عاقل کے سارے کام اللہ کے لئے ہوتے ہیں (اگر ان میں کوئی مشکل پیش آتی ہے تو اللہ ہی سے شکایت کرتا ہے، اسی سے مدد مانگتا ہے) بزرگو! میں تم سے وہی کہتا ہوں جو میں خود کرتا ہوں اور جس کا عادی بن گیا ہوں، پس میرے اوپر تمہاری کوئی حجت نہیں (چل سکتی، نہ کسی کو یہ کہنے کا موقعہ ہے کہ یہ باتیں کہنا تو آسان ہیں) ان پر عمل کر کے دکھلایا جائے تو ہم مانیں، سو میں نے جو کچھ کہا ہے اس پر عمل پہلے کیا ہے۔

واعظ کی وہی بات سنو جو شریعت کے موافق ہو

جب تم کسی واعظ یا قصہ گو یا مدرس کو (وعظ کہتے ہوئے یا درس دیتے ہوئے) دیکھو تو اس سے اللہ کی باتیں لے لو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں لے لو، اور ان ائمہ دین کی باتیں لے لو جو عدل وانصاف سے فیصلہ کرتے اور حق بات کہا کرتے تھے، اس کے علاوہ جو کچھ ہو اس کو پھینک دو اور اگر وہ ایسی (نئی) بات نکالے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں بتلائی تو اس کو اس کے منہ پر مار دو، (مراد بدعت ہے اور فقہاء وصوفیہ کا اجتہاد اس میں داخل نہیں، کیونکہ وہ جو کچھ کہتے ہیں قرآن وحدیث سے استنباط کر کے کہتے ہیں، مگر ہر شخص تو اجتہاد کے قابل نہیں)۔

ڈرتے رہو، بچتے رہو اس عظیم الشان نبی کی مخالفت سے "**صلوات اللہ وسلام علیہ**" اللہ تعالیٰ کے درود وسلام آپ پر نازل ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖ ان تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ (النور:۶۳)

ترجمہ: جو لوگ اس پیغمبر کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ اس سے ڈرتے رہیں کہ انکو کوئی (سخت) مصیبت پیش آجائے یا دردناک عذاب پہنچ جائے۔

یہ زمین عراق مشائخ (طریق) کا گہوارہ اور عارفین کا مخزن تھا، اب وہ لوگ مر گئے، اللہ اللہ ان کی پیروی کرو، اخلاق حمیدہ حاصل کر کے ان کے وارث بنو، پوری سچائی اپنے اندر پیدا کر کے ان کے سلسلہ کو چلاؤ، اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مصداق اپنے کو نہ بناؤ۔

﴿فَخَلَفَ مِنْ ۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ﴾ (مریم: ۵۹)

ترجمہ: ان (نیک بندوں) کے بعد ایسے ناخلف پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور (نفسانی) شہوتوں کا اتباع کیا۔

مریدین کو نصیحت

میرے دوستو! مجھے کل کو اللہ سبحانہ کے سامنے شرمندہ نہ کرنا (کہ تم نیک اعمال میں پیچھے رہ جاؤ) اور دوسرے اچھے اعمال والے تم سے سبقت لے جائیں، درویش کی زندگی کا ہر سانس کبریت احمر (سرخ گندھک) سے زیادہ قیمتی ہے، وقت کو برباد کرنے سے بچو! وقت ایک تلوار ہے (یعنی اس تلوار کا وار خالی نہیں جاتا) یا تو تم اس سے کام لو اور عبادات وطاعات میں اس کو صرف کر کے شیطان ونفس کو کاٹ ڈالو، اگر تم نے کام نہ لیا اور وقت کو برباد کیا تو اس کا وار تمہارے اوپر ہوگا، وہ تم کو کاٹ کر رکھ دے

گا یعنی اعلیٰ درجہ سے نیچے گرادے گا۔نعوذ باللہ منہ۔

اگر درویش اس کو ضائع کرتا ہے تو وہ اس کو کاٹ ڈالتا ہے (یعنی قرب الٰہی کے اعلیٰ درجہ سے کاٹ کر الگ کر دیتا ہے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا﴾ (الزخرف: ۳۶)

ترجمہ: جو شخص رحمٰن کی یاد سے اندھا ہو جائے (یعنی اس کا دل غافل ہو جائے ہم اس پر ایک شیطان کو مسلط کر دیتے ہیں (پس انسان کا جو سانس خدا کی یاد سے غفلت میں گذرتا ہے اس وقت اس کے اوپر شیطان مسلط ہوتا ہے)۔

ادب کی تاکید اور اس کا طریقہ

دوستو! ادب کو مضبوطی سے تھامے رہو (اور خدا کا ادب یہی ہے کہ اس سے کسی وقت غافل نہ رہو، کیونکہ ادب ہی مقصود (حاصل کرنے) کا دروازہ ہے، سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس شخص کو یہ خبر نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے اس کے نفس پر کیا حقوق ہیں اور اس کے امر و نہی کی تعمیل نہ کرے وہ ادب سے کوسوں دور ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (فاطر:۲۸) کہ اللہ تعالیٰ سے جاننے والے ہی ڈرتے ہیں (اور جاننے والے وہ ہیں جو اس بات کو جانتے ہیں کہ ہمارے نفس پر اللہ تعالیٰ کے حقوق کیا ہیں اور ہر وقت کے متعلق جو حق ہے اس کو ادا کرتے ہیں)۔

حسن بصری رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ سب سے زیادہ نافع ادب کون سا ہے؟ فرمایا: دین کی سمجھ حاصل کرنا اور دنیا سے بے رغبت ہونا اور بندے کے اوپر اللہ تعالیٰ کے جو حقوق ہیں ان کو پہچاننا۔

سہل بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے جس نے ادب کے ذریعہ اپنے نفس کو دبا لیا وہ اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا ادب کا ایک فرد یہ بھی ہے کہ مشائخ (طریق) کا ادب کرو، کیونکہ جو شخص ان کے دلوں کی (تکدر و کلفت) سے حفاظت نہیں کرتا، اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ایسے کتے مسلط کرتے ہیں جو اس کو تکلیف دیتے رہتے ہیں۔

(اب ہر شخص کے ادب کا طریقہ معلوم کرو) اپنے سے بڑے کی صحبت کا ادب یہ ہے کہ اس کی خدمت کرو، اور برابر کا ادب یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایثار اور ہمدردی کرو، اور اپنے سے چھوٹے کا ادب یہ ہے کہ اس پر شفقت کرو، اس کی تربیت اور خیر خواہی کرو، عارف باللہ کی صحبت میں موافقت سے رہو (کہ اس کے خلاف کوئی بات نہ کرو) اور مخلوق کے ساتھ خیر خواہی سے رہو، اور نفس کے ساتھ مخالفت سے رہو اور شیطان کے ساتھ (دشمنی و) عدوات سے رہو۔

شکر نعمت کی تاکید اور اس کا طریقہ

اللہ تعالیٰ کی نعمت کا انکار کرنا سلب نعمت کا سبب ہے (یعنی اس سے نعمت چھن جاتی ہے، اس لئے اللہ کی نعمتوں کا اقرار کرنا ضروری ہے، میں (بحمد للہ) ان لوگوں میں سے ہوں، جن پر نہ کوئی خطرہ ہے نہ وہ غمگین ہوں گے، اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کو جب کوئی نعمت عطا فرماتے ہیں تو پھر واپس نہیں لیتے (اور جس سے واپس لے لی گئی تو سمجھ لو کہ اس کو نعمت ملی نہ تھی، بلکہ اس کو دھوکہ ہوا۔

خواجہ پندارد کہ دارد حاصلے
حاصل خواجہ بجز پندار نیست

خواجہ یہ سمجھتا ہے کہ اس کو مطلوب حاصل ہو گیا حالانکہ اس کو سوائے گمان

(باطل) کے کچھ حاصل نہیں ہوا۔

نعمت کا شکریہ ہے کہ اس کی قدر و منزلت پہچانے اور جو نعمت کی قدر و منزلت معلوم کرنا چاہے وہ اس کا شکر ادا کرے اور شکر (کا طریقہ) یہ ہے جو جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت سے اس کی نافرنی میں مدد نہ لے۔

مثلاً دولت سے زنا، شراب خوری، تھیٹر اور سینما اور سود اور جوئے میں کام نہ لے، اولاد بھی ایک نعمت ہے ان کو ایسی تعلیم نہ دے جس سے خدا کی نافرمانی ہوتی ہو، ولایت اور نسبت باطنی ایک بڑی نعمت ہے اس سے تکبر اور غرور نہ کرے، لوگوں کے مال و دولت پر نظر نہ کرے، اور ان سے ہدایا کا امیدوار نہ ہو وغیرہ وغیرہ، علم ایک بڑی نعمت ہے اس سے جھگڑا وفساد میں مدد نہ لے اس کو اپنی قابلیت ولیاقت جتلانے کا ذریعہ نہ بنائے۔

شکر یہ ہے کہ دل اپنے منعم کے ساتھ ادب کے راستہ پر جما رہے، شکر یہ ہے کہ بندہ اپنے پروردگار سے (پوری طرح) جیسا اس کا حق ہے ڈرتا رہے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے نافرمانی نہ کی جائے، اس کو یاد رکھا جائے بھولا نہ جائے، اس کا شکر کیا جائے ناشکری نہ کی جائے، شکر یہ ہے کہ جس کام سے منعم تعالیٰ شانہ ناراض ہوتا ہے اس سے بچے۔ شکر یہ ہے کہ منعم پر نظر کرے نعمت پر نظر نہ کرے (یعنی یہ سمجھے کہ خدا نے مجھ کو دیا ہے، یہ نہ سمجھے کہ میرے پاس یہ کمال ہے، میں ایسا ہوں اور ویسا ہوں۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے مل کر میرے لحاف میں لیٹ گئے، پھر فرمایا: اے ابوبکر کی بیٹی مجھے چھوڑ دے کہ میں اپنے پروردگار کی عبادت کرلوں، میں نے عرض کیا کہ گو میری خواہش تو یہ تھی کہ آپ کے پاس

رہوں، مگر میری طرف سے اجازت ہے، چنانچہ آپ نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور نماز میں رونے لگے یہاں تک کہ آنسو سینہ (مبارک) پر بہنے لگے، پھر رکوع کیا اور رکوع میں بھی روتے رہے، پھر سجدہ کیا اور اس میں بھی روتے رہے، پھر سر اٹھایا اور روتے رہے، غرض اسی طرح رات بھر نماز پڑھتے اور روتے رہے یہاں تک کہ بلال رضی اللہ عنہ نے آکر صبح کی نماز کی اطلاع دی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کس لئے روتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سب اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے (گناہوں کا وہاں کیا کام تھا مگر مقرب بندوں کو اپنی نیکیاں بھی گناہ نظر آتی ہیں، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے عبادت الٰہی کا حق ادا نہیں کیا اور اس سے ان کا دل لرزاں و ترساں رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرما دی کہ اگر آپ اپنے کو باوجود غایت کمال عبادت کے بھی گنہگار سمجھتے ہیں تو ہم آپ کو مطلع کرتے ہیں کہ ہم نے آپکے سب گناہ بخش دئے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حق تعالیٰ کی اسی تسلی کو یاد دلا کر سوال کیا آپ پھر کیوں روتے ہیں، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تو کیا میں شکر گذار بندہ نہ بنوں۔(۱)

یعنی اللہ تعالیٰ نے جو مجھ پر یہ انعام فرمایا کہ میرے سب اگلے پچھلے گناہ معاف کر کے میری تسلی کردی تو اس نعمت کا شکر یہی ہے کہ پہلے سے زیادہ اس کی عبادت کروں اور پہلے اگر خوف کی وجہ سے روتا تھا تو اب محبت کی وجہ سے روؤں، کیونکہ رونا کبھی خوف سے ہوتا ہے کبھی محبت و اشتیاق سے ہوتا ہے۔

---

(۱) اخرج عبد بن حمید، وابن ابی الدنیا فی التفکر، وابن المنذر، وابن حبان فی صحیحه، وابن مردویه، والاصبهانی فی الترغیب، وابن عساکر، عن عطاء قال: قلت لعائشة اخبرینی باعجب ما رأیت من رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم .... (در منثور: ۱۱۰، ۲/۱۱۱، وموارد الظمآن: ۱۳۹، کتاب الصلاة، باب البکاء فی الصلاة، رقم: ۵۲۳)

حضرت داؤد علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ اے رب میں آپ کا شکر کیونکر ادا کروں کیونکہ شکر بھی تو آپ کی ایک نعمت ہے (دوسری نعمتوں کا حق تو شکر سے ادا ہوسکتا ہے، مگر نعمت شکر کا حق کیوں کر ادا ہو) اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ بس اب تم نے میرا شکر ادا کر دیا (واللہ اعلم مراد یہ ہے کہ میری نعمت کا شکر یہی ہے کہ بندہ دل سے اس بات کا اقرار کرلے کہ مجھ سے شکر ادا نہیں ہوسکتا۔

بندہ ہماں بہ کہ ز تقصیر خویش
عذر بدر گاہ خدا آورد
ورنہ سزا وار خدا وندیش
کس نتواند کہ بجا آورد

ترجمہ: بندہ وہی بہتر ہے جو اپنی کوتاہی کا عذر خدا کی بارگاہ میں لائے، ورنہ کوئی بھی اپنے خدا کی شان کے مطابق حکم کی اطاعت نہیں کرسکتا۔

شکر یہ ہے کہ منعم کی طلب میں لگا رہے اور دنیا و مافیہا کو چھوڑ دے، منعم کی طلب زہد کے ساتھ ہی درست ہوتی ہے، اور زاہد وہ ہے جو دنیا کو چھوڑ دے اور اس کی پروا نہ کرے کہ کس نے اس کو لیا۔

امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

دنیا تخادعنی کانی
لست اعرف حالها
ذم الاله حرامها
وانا اجتنبت حلالها
بسطت الی یمینها
فکفتها وشمالها

ورأیتهـــا مـــحتـــاجة

فـــوهبـــت جـــمـــلتهـــا لهـــا

تــرجــمــہ: دنیا مجھے فریب دیتی ہے، جیسا میں اس کی حالت کو جانتا ہی نہیں، خدا نے تو اس کے حرام حصہ کی برائی کی ہے، اور میں اس کے حلال سے بھی الگ ہو گیا ہوں، دنیا نے میری طرف اپنا دایاں ہاتھ بڑھایا تو میں نے اس کے دائیں اور بائیں ہاتھوں کو ہٹا دیا، میں نے دنیا کو محتاج دیکھا تو سب کا سب اسی کو دیدیا۔

عارفین فرماتے ہیں کہ زہد آرزو کم کرنے کا نام ہے، موٹا کھانے اور عبا پہننے کا نام نہیں۔

جو شخص دنیا سے بے رغبت ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر ایک فرشتہ کو مقرر فرماتا ہے جو اس کے دل میں حکمت (کے درخت) بوتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿تِلْكَ الدَّارُ الآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِيْ الْاَرْضِ وَلَا فَسَاداً وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾ (القصص: ۸۳) یہ دار آخرت ہم ان لوگوں کو دیں گے جو زمین میں بڑائی اور فساد نہیں چاہتے تھے۔ اور اچھا انجام تقویٰ اختیار کرنے والوں ہی کا ہے، اچھا انجام تقویٰ سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ساری بھلائیوں کو ایک گھر میں بند کر کے تقوے کو اس کی کنجی بنا دیا ہے (پس بھلائی کا دروازہ تقوے ہی سے کھل سکتا ہے اور تقویٰ کیا ہے؟)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهُ حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾ (النحل: ۹۷)

جو شخص اچھے کام کرے مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اس کو پاکیزہ زندگی عطا کریں گے (پس تقویٰ یہ ہے کہ اچھے کام کرو اور برے کاموں سے بچو)۔

ماسوائے خدا پر نظر کرنے سے ڈرو

بزرگو! میں تم کو دنیا سے ڈراتا ہوں، اغیار پر نظر کرنے سے ڈراتا ہوں، معاملہ سخت ہے اور پرکھنے والا گہری نظر والا ہے، تم ان بیہودگیوں اور غفلتوں کو چھوڑ دو، جہاں اور مخلوقات سے الگ رہو، سب کو حاصل کرو سب کو چھوڑ کر، جس نے سب کو چھوڑ دیا سب کو پالیا اور جس نے سب کو چاہا اسے کچھ بھی نہیں ملا، تم جن چیزوں کے طالب ہو ان کے حاصل کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ ان کو چھوڑ کر (الگ) پیچھے کھڑے ہو جاؤ، ایک کو مطلوب بناؤ، تمہارے سب مطلوب اسی ایک میں داخل ہو جائیں گے۔

جس کو خدا مل گیا اس کو سب کچھ مل گیا

جس کو خدا مل گیا اس کو سب کچھ مل گیا اور جس سے خدا چھوٹ گیا اس سے سب کچھ چھوٹ گیا، تم کو خدا کی قسم یہ معرفت جارہی ہے ''افسوس افسوس'' اس کو لے لو، جو اپنے نفس سے اور تمام اغیار سے نکل گیا اور طبیعت کے کروفر (ساز وسامان) پر لات ماردی وہ جہل کی قید سے چھوٹ گیا (معرفت کی) حقیقت وہ نہیں جیسا تم گمان کرتے ہو کہ اونی جبہ ہو اور (سر پر) تاج ہو، اونچے کپڑے ہوں (بلکہ معرفت یہ ہے کہ) رنج وغم کا جبہ ہو، سچائی کا تاج ہو، توکل کا لباس ہو، (اگر ایسا ہو تو) بس تم عارف ہو گئے۔ عارف کا ظاہر شریعت کی چمک سے اور باطن محبت کی آگ سے خالی نہیں ہوتا، وہ حکم کے ساتھ ٹھہر جاتا ہے اور راستہ سے ہٹنے نہیں پاتا، اس کا دل وجد کی چنگاریوں پر لوٹتا رہتا ہے۔

وجد غلبہ حال کو کہتے ہیں یعنی دل پر کسی حالت کا غالب ہونا کبھی خوف کبھی امید، کبھی غم کبھی خوشی، کبھی انس کبھی ہیبت وغیرہ وغیرہ۔

اس کا وجد ایمان ہے اس کا سکون یقین ہے (یعنی اس کے اوپر غلبہ حالات محض اس لئے ہوتا ہے کہ وہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں پر ایمان لائے ہوئے ہے۔ پس کبھی جنت کی یاد ہے، کبھی دوزخ کی، کبھی خدا کی محبت کا غلبہ ہے، کبھی ملنے کا شوق۔ کسی نفسانی خواہش یا جذبۂ شہوت کی وجہ سے اس کو وجد نہیں ہوتا۔ اور سکون بھی اس کو اس وقت ہوتا ہے جب کہ دل پر سکینہ کا نزول ہوتا اور باطن میں انشراح ہوتا ہے جو یقین کا اثر ہے)۔

احسان واخلاص

احسان واخلاص یہ ہے کہ اللہ کی (بندگی) عبادت اس طرح کرے گویا اس کو دیکھ رہا ہے، کیونکہ اگر تو اس کو نہیں دیکھتا تو وہ تو تجھ کو دیکھ رہا ہے۔

(مشکوٰۃ:۱۱، کتاب الایمان)

صادق مصدوق (سچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسی طرح فرمایا ہے۔ احسان ہم پر لازم کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح کھڑے ہوں جیسے اس کو دیکھنے والا (اس کے سامنے) کھڑا ہوتا ہے، اور اللہ سے کوئی چیز چھپ نہیں سکتی (وہ ہمارے اعمال کو اچھی طرح جانتے دیکھتے ہیں۔

پس سنبھل کر عبادت کرنا چاہئے کیونکہ ہم اس کی نظروں کے سامنے ہیں اور عمل کے بعد اپنے عمل پر نظر نہ کرنی چاہئے کہ ہم نے اتنا بڑا کام کیا، کیونکہ ہمارے اعمال کی حقیقت یہ ہے کہ اول خدا تعالیٰ کا علم ہوا، پھر امر وارادہ ہوا، اس کے بعد عمل ممکن ہوگیا، امکان کے بعد خدا نے (اس کی استعداد کو ہمارے اندر) پیدا کیا اور اس کے بعد ہم کو مکلّف کیا، اس کے بعد فصل ہے یا وصل (یعنی کسی کو توفیق دی اور کسی کو توفیق نہیں دی اور توفیق کے بعد کسی کا عمل قبول ہوا) کسی کا قبول نہیں ہوا۔ جس کا قبول

ہو گیا وہ واصل یعنی خدا رسیدہ اللہ کا مقرب ہے اور جس کا عمل مردود ہوا وہ خدا سے جدا اور دور ہے، پھر عمل پر ناز کرنے کا کیا حق ہے، اول تو جو کچھ ہوا اسی کی توفیق اور مدد سے ہوا، پھر بھی کیا خبر ہے کہ مقبول ہوا یا نہیں؟۔

سچی عبدیت

سچی عبودیت (غلامی) یہ ہے کہ بندہ اپنے کو آقا کے حوالہ کردے، درویش جب اپنے نفس کے لئے کسی سے انتقام (اور بدلہ) لیتا ہے مشقت میں پڑ جاتا ہے اور جب اپنا معاملہ مولیٰ کے سپرد کر دیتا ہے تو وہ خود اس کی مدد کرتا ہے، خاندان اور برادری (کی مدد) کی اس کو ضرورت نہیں رہتی (چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا ہے کہ اپنے معاملات کو خدا تعالیٰ کے سپرد کر دیا ہے)۔

خدا تعالیٰ اپنے ولی کا مددگار ہے

ہم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب بنا کر اپنی طرف (مخلوق کو) بلانے کے لئے پیشوا بنایا ہے۔ جو ہمارا اتباع کرے گا نجات پائے گا، جو اللہ تعالیٰ کی طرف ہمارے ذریعہ سے رجوع کرے گا فائدہ مند ہوگا، حق بات کہنا پڑتی ہے (اس لئے میں یہ بھی سنا دینا چاہتا ہوں کہ) ہم اہل بیت ہیں، جو کوئی ہم سے کچھ چھیننا چاہے گا اس کی دولت چھن جائے گی اور جو کتا ہم پر بھونکے گا اس کو خارشت ہو جائے گی (جس کے بعد کتا خود اپنے اوپر بھونکا کرتا ہے) اور جو ہم کو مارنے کا ارادہ کرے گا خود اسی پر مار پڑے گی اور جو شخص ہماری دیوار سے اونچی دیوار بنائے گا اس کا گھر ویران ہو جائے گا۔

﴿اِنَّ اللّٰہَ یُدَافِعُ عَنِ الَّذِیْنَ آمَنُوْ النبی اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ

اَنۡفُسِهِمۡ﴾ (الحج: ۳۸)

اللہ تعالیٰ مومنوں کی طرف سے خود (ان کے دشمنوں کی) مدافعت کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے ساتھ ان کی جان سے زیادہ تعلق رکھتے ہیں (پس اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد ودعا ہمارے ساتھ ہے، دشمن ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا)۔

روحانی تجلّیوں کا انکار کرنا اللہ تعالیٰ کی مدد سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے، اللہ تعالیٰ کی بات ٹل نہیں سکتی۔

﴿اللّٰهُ الَّذِیۡ اَنۡزَلَ الۡكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلّٰی الصَّالِحِيۡنَ﴾ (الاعراف: ۱۹۶)

ترجمہ: اللہ وہ ہے جس نے یہ کتاب نازل کی (قرآن) اور وہی اپنے نیک بندوں کی مدد کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نیک بندوں کے کاموں کا بھی سرپرست ہے اور ان کے منادی (مبلغ ونائب) کے کاموں کا بھی، اور جو لوگ ان کی مجلس میں آتے جاتے ہیں ان کے کاموں کا بھی، زندگی میں بھی، اور ان کے مرنے کے بعد بھی، خواہ ان کو علم ہو یا نہ ہو۔

(دیکھو!) جب کوئی آدمی رحم دل ہوتا ہے تو وہ سونے والے کا بدن (کھلا ہوا دیکھ کر) ڈھانک دیتا ہے اور (جاگنے کے بعد) اس سے ذکر بھی نہیں کرتا (اسی طرح سخی آدمی) محتاج کے پاس مال پہنچا دیتا ہے اور اس کو خبر بھی نہیں کرتا سو اللہ تعالیٰ تو سب سے بڑھ کر رحمت والا، بڑا مہربان، بڑی عظمت والا، اور بڑا کریم ہے، وہ اپنے بندۂ ولی کا بدلہ اس طرح لیتا ہے کہ اس کو خبر بھی نہیں ہوتی، ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے کہ اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کی عنایت کے پہاڑ اس کو (دنیاوی)

کدورتوں اور طاقتوں کے دریا میں غرق ہونے سے بچاتے ہیں اور ولی سے اور اس کے چاہنے والوں سے (دنیا کی) طاقتوں کو دوسری طاقتوں کے ذریعہ دفع کرتے رہتے ہیں، خود اس کی طاقت سے نہیں، بلکہ اس کے واسطے اور مضبوط (غیبی) طاقتیں ہیں جن کو اللہ کے سوا کوئی نہیں کھول سکتا۔ جس نے اللہ کی پناہ لی وہ محفوظ رہا، جو غیروں کے ساتھ لگ گیا پشیماں ہوا۔

سیدی شیخ منصور ربانی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ اللہ کی پناہ چاہنا یہ ہے کہ تو اس پر بھروسہ کرے اور غیر کے وسوسوں سے بھی دل کو پاک کر لے، ان حضرات نے ہم کو راستہ بتلا دیا کتاب وسنت کے موتیوں کے خزانوں پر جو اشکال کے پردے تھے ان کو ہماری خاطر اٹھا دیا، ہم کو اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادب کرنے کا (طریقہ اور) راز بتلا دیا، یہی لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں ہوتا، جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کو پہچانتا ہے وہ ان حضرات سے (ضرور) محبت کرے گا اور ان کی پیروی اختیار کرے گا۔

اولیاء اللہ کا معاہدہ اللہ کے ساتھ

بزرگو! اس جماعت (اولیاء) نے سچی نیتوں اور خالص ارادوں سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ عہد کیا ہے بکثرت مجاہدہ کرنے، اور مراقبات وطاعات کی پابندی کرنے، اور تمام باتوں پر صبر کرنے کا، ان ہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ﴾ (الاحزاب: ۲۳) بعض لوگ ایسے ہیں جنہوں نے اس بات کو پورا کر دکھایا جس کا اللہ سے عہد کیا تھا (گویہ آیت حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی شان میں نازل ہوئی ہے، مگر جو لوگ صحابہ کے طریقہ پر کام کرنے والے ہیں وہ بھی اس میں داخل ہیں) ان لوگوں نے پختہ ارادہ اور پوری ہوشیاری کے

ساتھ عزیمتوں (۱) کے بجالانے میں سبقت کی، پس انہوں نے سونا چھوڑ دیا، کھانا پینا چھوڑ دیا (یعنی ان چیزوں کو بہت کم کر دیا) اور رات کی اندھیریوں میں اللہ کی خدمت (عبادت) کے لئے کھڑے ہو گئے، اور خشوع اور بیداری اور (لمبے لمبے) قیام سے، اور رکوع وسجدہ اور روزہ سے اللہ کی عبادت کی اور اپنے محبوب کے سامنے محرابوں میں (کھڑے ہو کر) مقصود حاصل ہونے کے لئے خوشامدیں کیں، یہاں تک کہ مقام قرب تک پہنچ گئے، اور اللہ سے ان کو انس حاصل ہو گیا۔

اور ان پر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد: ﴿اِنَّا لَانُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا﴾ (الکھف: ۳۰) (ہم اچھا کام کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتے) کا بھید ظاہر ہو گیا (انہوں نے کھلی آنکھوں دیکھ لیا کہ واقعی اللہ تعالیٰ نیک کاموں کا اجر ضرور عطا فرماتے ہیں)۔

پس اللہ نے ان کو بلند درجہ اور قرب کا مرتبہ عطا فرمایا اور اس میں شک کرنے کی کچھ وجہ نہیں، کیونکہ قریب کا قریب ہوتا ہے، محبوب کے دوستوں کا دوست بھی محبوب ہوا کرتا ہے (پس یہ لوگ اپنے مشائخ کے محبوب اور مقرب ہیں، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرب ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حق تعالیٰ کے محبوب ومقرب ہیں، تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کے محبوب ومقرب ہوئے) ان کا محبوب انکے چاہنے والوں کا بھی محبوب ہے، اللہ کا بھی محبوب ہے، اسکی محبت کی برکت اسکو محبوبیت کے درجہ

---

(۱) اعمال شرعیہ کی دو قسمیں ہیں ایک عزیمت دوسرے رخصت۔ عزیمت اصلی حکم ہے جس میں نفس پر مشقت ہوتی ہے اور رخصت آسان حکم ہے مثلاً فرائض ادا کرنے کے بعد رات بھر سونا رخصت ہے، مگر عزیمت یہ ہے کہ پچھلی رات میں جاگ کر تہجد پڑھے، اسی طرح پیٹ بھر کر کھانا رخصت ہے اور کچھ بھوک رکھ کر کھانا عزیمت ہے، سفر میں رمضان کا روزہ نہ رکھنا رخصت ہے، مگر ہمت کر کے روزہ رکھنا عزیمت ہے وغیرہ وغیرہ۔

تک پہنچا دیتی ہے، (پھر) جو کچھ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے ہو کر رہتا ہے (یعنی محبوبیت کے درجہ پر پہنچ جانے کے بعد اللہ تعالیٰ جو نعمت چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں)۔

صحبت اولیاء کی ترغیب

اے بزرگو! اولیاء اللہ کے قرب کی کوشش کرو، جو اللہ کے ولی سے دوستی رکھتا ہے اللہ سے دوستی رکھتا ہے، ایسے ہی جو اللہ کے ولی سے دشمنی رکھتا ہے وہ اللہ سے دشمنی کرتا ہے۔

عزیز من! اگر کوئی تیرے دشمن سے محبت رکھے کیا تو اس سے محبت کر سکتا ہے؟ نہیں بخدا نہیں (تو اب سن لے کہ) اللہ تعالیٰ کو مخلوق سے زیادہ غیرت ہے ان کو بھی (اس سے) غیرت آتی ہے (کہ اپنے ولی کے دشمن سے محبت کریں، پھر) وہ انتقام بھی لیتے ہیں اور قہر بھی نازل کرتے ہیں۔

(عزیز من!) اگر کوئی تمہارے دوست سے محبت کرے تو کیا تم اس سے نفرت کرو گے؟ نہیں خدا کی قسم نہیں (تو سمجھ لو کہ) اللہ تعالیٰ مخلوق سے زیادہ کریم ہیں، وہ تو سب کریموں سے بڑھ کر کریم اور سب مہربانوں سے زیادہ رحیم ہیں۔ (اسلئے وہ اپنے ولی کے دوست سے کبھی نفرت نہیں کریں گے) بلکہ اس پر احسان کریں گے، اسکے ساتھ اچھا برتاؤ کریں گے، اس پر انعام فرمائیں گے، اس کا اکرام فرمائیں گے۔

کامیاب اور ناکام کا بیان

اے بزرگو! خسارہ میں وہ ہے جس نے اپنی عمر طاعت خداوندی کے خلاف (برے کاموں) میں گذار دی۔ اور زاہد وہ ہے جس نے ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیا جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرتی ہیں، اور صاحب اقبال وہ ہے جو اللہ کی طرف متوجہ ہو گیا، اور

جواں مردوہ ہے جو اللہ سے نیچے نہ اترے (یعنی اللہ کے سوا کسی چیز پر توجہ نہ کرے، اللہ ہی کی طرف لولگائے رہے) اور قوی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے قوت حاصل کرے۔

توحید خالص کا بیان

توحید خالص حاصل کرو اور وہ یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی پر نظر نہ کرو، کیونکہ وہ یکتا ہے۔ جب تم نے یا اللہ! کہا تو تم نے اللہ کو اسم اعظم سے یاد کیا، مگر اس کی حقیقت وعظمت سے محروم ہو، کیونکہ تم نے اپنی شان کے موافق کہا ہے، اس (۱) نام کی شان کے موافق نہیں کہا، سب سے بڑی غنا (تونگری) اللہ سبحانہ تعالیٰ سے مانوس ہونا ہے اور سب سے بڑا افلاس یہ ہے کہ ہمیشہ مردوں ہی سے مانوس رہے (یعنی مخلوقات سے)، دلوں کے پردوں میں سب سے زیادہ موٹا پردہ مخلوق کی طرف جھکنا ہے (یاد رکھو!) معرفت کی کان دل ہے (اس کو سب سے پہلے درست کرنا چاہئے)۔

---

(۱) اس نام کی شان کے موافق کہنے کا کیا طریقہ ہے پورا طریقہ تو سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو معلوم تھا، مگر جس قدر مشائخ کی جوتیوں کے طفیل معلوم ہوسکا وہ یہ ہے۔ (۱) اللہ کہتے ہوئے یہ سمجھ لے کہ اللہ کے سوا کوئی موجود نہیں۔ (۲) اور یہ بھی سمجھ لے کہ وہ میرے ذکر کو دیکھ رہے ہیں کہ میں کس طرح اس کو یاد کر رہا ہوں، شوق سے یا بدشوقی سے، دل سے یا بے دلی سے۔ (۳) اللہ کہتے ہوئے یقین رکھے کہ وہ بھی مجھ کو یاد کر رہے ہیں، اسی طرح جس طرح میں یاد کر رہا ہوں، اگر میں محبت سے یاد کروں گا وہ بھی محبت سے یاد کریں گے۔ (۴) یہ بھی سمجھ لے کہ جب میں اللہ کہتا ہوں تو وہ اس کے جواب میں لبیک عبدی (میرے بندہ میں موجود ہوں، حاضر وناظر ہوں) فرماتے ہیں۔ (۵) اللہ کہتے ہوئے یہ بھی سمجھ لے کہ یہ سب سے بڑے بادشاہ سب سے بڑے محبوب کا نام ہے۔ پس بادشاہ اور محبوب کا نام اسکے سامنے جس عظمت وجلال اور محبت کے ساتھ لیا جاتا ہے، اسی طرح دل کو عزمت وجلال ومحبت سے بھر کر اللہ کا نام لینا چاہئے۔ (۶) زبان سے اللہ کہتے ہوئے یہ بھی خیال رکھے کہ دل سے بھی اللہ نکل رہا ہے۔ (۷) یہ بھی تصور کرے کہ اللہ کہنے کے ساتھ ایک نور دل اور زبان سے پیدا ہوکر ذاکر کو محیط ہو رہا ہے۔ اس طرح اللہ اللہ کرنے سے چند روز میں وہ حالت پیدا ہوجائے گی جس کے بیان سے زبان وقلم دونوں عاجز ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَهٗ قَلْبٌ﴾ (سورہ ق:۳۷)

ترجمہ: اس قرآن میں نصیحت ہے اس کے لئے جس کے پاس دل ہو یعنی اچھا دل ہو۔

اور ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ یُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَی الْقُلُوْبِ﴾ (الحج: ۳۲)

جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرتا ہے کہ اپنے باطن کو ماسویٰ کی طرف التفات کرنے کی آفت سے محفوظ رکھے، اللہ تعالیٰ اس کیلئے حجابات (۱) بعد سے نکلنے کا راستہ نکال دیتے ہیں اور اس کو (اپنا) مشاہدہ اور وصال (وقرب) اس طرح عطا فرماتے ہیں کہ اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا، بندہ کیلئے اپنے پروردگار کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو پہچانے (۲) "مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ" جس نے اپنے آپ کو پہچان لیا اس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا۔ جس نے یہ جان لیا کہ میں خدا کا ہوں اس نے اپنے کو پہچان لیا، پھر وہ اپنا سب کچھ خدا پر قربان کردے گا۔

---

(۱) بعد، دوری، حجابات، پردے یعنی اس کے لئے وہ پردے اٹھادئے جاتے ہیں جو اللہ سے دور کرنے والے ہیں اور قرب کا راستہ کھل جاتا ہے۔

(۲) اپنے نفس کو پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اس بات میں غور کرے کہ انسان کس چیز کا نام ہے۔ کیا بدن کا نام انسان ہے؟ ہرگز نہیں کیونکہ آدمی جب کہتا ہے کہ میں ایسا ہوں، میں یہ کر سکتا ہوں تو اس کے بدن کا کوئی حصہ مراد نہیں ہوتا، بلکہ دوسری چیز مراد ہے جو اس بدن کے اندر حکومت کررہی ہے۔ آدمی پہلے کسی کام کا ارادہ کرتا ہے، پھر بدن کو اس کام کے لئے حرکت دیتا ہے ارادہ کرنے والا کون ہے؟ یقیناً بدن نہیں، بلکہ دوسری چیز ہے جو موت کے وقت بدن سے نکل جاتی ہے اور اب اس میں اور بے جان پتھر میں کچھ فرق نہیں رہتا، اسی کا نام روح ہے اسی روح انسانی کا نام انسان ہے۔ اسی روح سے بدن کا حسن و جمال ہے، اسی سے اس کی نشو نما ہے، اسی سے بدن بڑے بڑے کام کرتا ہے۔ (آئندہ صفحہ پر)

آنکس کہ ترا شناخت جان راچہ کند
فرزند وعیال وخانما راچہ کند
ہر کسے کہ دور ماند از اصل خویش
باز جوید روز گار وصل خویش

اب آدمی غور کرے کہ کیا وہ اپنی روح کی حقیقت سے واقف ہے؟ کیا اس نے اپنی روح کو دیکھا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس وقت انسان کو معلوم ہوگا کہ جب وہ خود اپنے سے بے خبر ہے تو دوسرے اس سے خبر دار کیوں کر ہو سکتے ہیں۔ یقنا سب لوگ محض اس کی صورت سے آشنا اور صورت ہی سے محبت کرنے والے ہیں خود اس سے کسی کو محبت نہیں کیونکہ محبت کا مدار معرفت پر ہے۔ جب کسی کو اس کی معرفت ہی نہیں تو محبت کیوں کر ہو سکتی ہے۔ اب اس کو سمجھنا چاہئے کہ در اصل اس کا چاہنے والا وہ خالق جل وعلا ہے جس نے اس کو پیدا کیا، کیونکہ اسی کو روح کی معرفت ہے۔ اور خدا کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے محبت ہے کہ ان کو خدا نے دوسروں سے زیادہ روح کی معرفت دی ہے۔

اس کے بعد یہ بھی سمجھنا چاہئے کہ مرنے کے بعد انسان کا جسم تو دنیا میں رہ جاتا ہے، کیونکہ وہ دنیا کی چیز ہے، اگر روح بھی دنیا کی چیز ہوتی تو موت نہ آتی، موت آنے کا سبب یہی ہے کہ روح دوسرے عالم کی ہے وہ وہاں جانا چاہتی ہے گویا یوں کہئے کہ انسان اس عالم کی چیز نہیں، بلکہ دوسرے عالم کی ہے اور جیسے روح نظر نہیں آتی اس وقت وہ دوسرا عالم بھی نظر نہیں آتا۔ جب روح اس عالم میں پہنچے گی اس وقت وہ عالم بھی نظر آئے گا اور قسمت نے یاوری کی تو خالق جل وعلا کا دیدار بھی نصیب ہوگا، اس عالم میں جب انسان خود اپنے (یعنی اپنی روح کے) دیدار سے محروم ہے تو خالق کے دیدار کی جرأت کیونکہ کر سکتا ہے؟۔

اس حقیقت کو سوچنے کے بعد انسان کو معلوم ہوگا کہ اس کا اصل وطن یہ دنیا نہیں ہے، بلکہ دوسرا عالم ہے جہاں پہنچنے کے لئے روح اس بدن خاکی کو چھوڑ دیتی ہے اور اس کو افسوس ہوگا اب تک اس نے جو کچھ کیا خاص اپنے واسطے نہیں کیا، بلکہ بدن خاکی کی راحت کے واسطے کیا، دنیا میں گھر بنایا، دکان چلائی یا بڑا منصب حاصل کیا محض اس لئے کہ بدن کو غذا ملے، آرام ملے، روح سے ایک دن بھی نہ پوچھا کہ تو کیا چاہتی ہے؟ اگر اس سے پوچھتا تو وہ بھی کہتی کہ میرے واسطے اس جگہ کا بندوبست کر جہاں میں بدن سے نکل کر جانے والی ہوں۔ (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

ترجمہ: جس شخص نے تمہیں پہچان لیا اس کی جان، بچے، اہل وعیال اور گھر بار کا کیا بنے گا؟۔ جو شخص اپنی اصل سے دور ہٹ گیا، ہمیشہ اپنے قریب کے زمانہ کو ڈھونڈتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ یاد رکھو! جس نے مجھے پہچان لیا اس نے مجھ کو چاہا اور طلب کیا، اور جس نے مجھے طلب کیا مجھے پالیا اور جس نے مجھے پالیا وہ میرے سوا کسی کو میرے مقابلہ میں محبوب نہ بنائے گا۔

عجبت لمن یقول ذکرت ربی
وهل انسی فاذکر ما نسیت
اموت اذا ذکرتک ثم اُحيٰ
ولو لا ماء وصلک ما حییت
فَاُحیٰ بالمنی واموت شوقا
فکم اُحيٰ علیک وکم اموت
شربت الحب کاسا بعد کاس
فما نفذ الشراب ولا رویت

(بقیہ گذشتہ صفحہ) نیز انسان کو یہ بھی محسوس ہوگا کہ اب تک اس نے جن لوگوں کے ساتھ دل لگایا دراصل وہ اس کے دوست نہ تھے، اس کے بدن کے دوست تھے، باپ، ماں، بیوی، اولاد، سب کا یہی حال ہے کہ وہ انسان کے دوست نہیں صرف اس کی صورت اور بدن کے دوست ہیں۔ ان کو روح کی خبر ہی نہیں تو اس سے ان کو محبت کیونکر ہوسکتی ہے؟ اور جو انسان کا اصلی چاہنے والا، اس کی حقیقت کو جاننے والا ہے اس سے اب تک وہ غافل رہا، پس انسان اگر اپنی حالت اور حقیقت میں پوری طرح غور کرے تو اللہ تعالیٰ کی معرفت کیلئے راستہ کھل جائے گا اور معلوم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ میرے قریب ہے، کیونکہ مجھے خود اپنی خبر نہیں کہ کیا ہوں اور اسکو میری حقیقت معلوم ہے، کیونکہ وہ خالق ہے ﴿اَلَا یَعۡلَمُ مَنۡ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ﴾ (الملک:۱۴) کیا جس نے پیدا کیا اس کو بھی علم نہ ہوگا۔ وہ تو بڑا باریک بیں بڑا خبردار ہے۔

ترجمہ: میں اس شخص پر تعجب کرتا ہوں جو (میرے متعلق) کہتا ہے کہ میں نے خدا کو یاد کیا، اور کیا میں اس کو بھولتا بھی ہوں جو بھولے ہوئے کو یاد کروں، میں تو جب آپ کو یاد کرتا ہوں مر جاتا ہوں، پھر زندہ ہوتا ہوں اور اگر آپ کے وصال کا آبِ حیات نہ ہوتا تو میں زندہ نہ ہوتا۔ میں آرزوئیں لے کر زندہ ہوتا ہوں اور شوق (کے غلبہ) سے مر جاتا ہوں۔ تو اب کب تک آپ پر مرتا اور جیتا رہوں گا۔ میں نے محبت کے جام پر جام پیئے، پھر نہ یہ شراب ہی ختم ہوئی اور نہ میں سیراب ہوا۔

ذکر اللہ کی تاکید اور اس کا طریقہ

بزرگو! ذکر اللہ کی پابندی کرو، کیونکہ ذکر وصال حق کا مقناطیس ہے، قرب کا ذریعہ ہے۔ جو اللہ کو یاد کرتا ہے وہ اللہ سے مانوس ہو جاتا ہے، اور جو اللہ سے مانوس ہوا وہ اللہ تک پہنچ گیا، (مگر یاد رکھو! کہ) ذکر اللہ صحبت (مشائخ) کی برکت سے دل میں جمتا ہے۔ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، تو ایسے لوگوں سے تعلق پیدا کرو جن کے دل میں خدا کی یاد جم چکی ہے تم کو بھی یہ دولت نصیب ہوگی، ورنہ غافلوں کی صحبت میں رہ کر یا تنہا خلوت میں رہ کر یہ دولت حاصل نہ ہوگی۔

طریقت میراث نہیں ہے، بلکہ عمل سے حاصل ہوتی ہے

میرے پیارے! تیرا یہ گمان ہے کہ یہ طریقت تیرے باپ کی میراث ہے، تیرے دادا سے سلسلہ بسلسلہ چلی آ رہی ہے، تیرے پاس بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے نام سے آ جائے گی، تیرے شجرۂ نسب میں داخل ہو جائے گی، تیرے خرقہ کے گریبان پر، تیرے کلاہ پر منقش ہو جائے گی، تو نے اس سرمایہ (طریقت) کو سمجھ لیا ہے کہ اونی لباس ہو، ایک کلاہ ہو، ایک لاٹھی ہو، ایک گڈری اور بڑا سا عمامہ ہو، بزرگوں کی سی

شان وصورت ہو۔نہیں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ ان چیزوں کونہیں دیکھتا، بلکہ وہ تو تیرے دل کو دیکھتا ہے، تیرے دل میں خدا کے اسرار اور اس کے قرب کی برکت کیونکر ڈالی جائے کہ وہ تو کلاہ اور خرقہ اور تسبیح اور عصا اور ٹاٹ (پالان) کے حجابوں میں (گرفتار ہوکر) اللہ تعالیٰ سے غافل ہورہا ہے، یہ عقل کس کام کی جو نور معرفت سے کوری ہے؟ یہ سر کس کام کا جو جوہر عقل سے خالی ہے؟ اے مسکین! تو نے اس جماعت جیسے کام تو کئے نہیں اور ان کا لباس پہن لیا۔

عزیز من! اگر تو اپنے دل کو مار کر خوف کا لباس پہنتا، اور ظاہر کو لباس ادب سے آراستہ کرتا، اور نفس کو ذلت کا لباس پہناتا، اور انانیت (تکبر) کو مٹنے کا لباس پہناتا اور زبان کو ذکر کے لباس سے آراستہ کرتا اور ان سب حجابوں سے (جن میں پھنسا ہوا ہے) چھوٹ جاتا، اس کے بعد یہ لباس پہنتا تو تیرے لئے اچھا ہوتا، بہت بہتر ہوتا، مگر تجھ سے یہ بات کیوں کر کہی جائے (یہ تیری سمجھ میں نہ آئے گی) تو نے تو یہ سمجھ لیا ہے کہ میرا کلاہ اس جماعت جیسا کلاہ ہے، میرا لباس ان کے لباس جیسا ہے، سب کی صورتیں ملی ہوئی ہیں، (مجھ میں اور ان میں کیا فرق ہے) حالانکہ دل مختلف ہیں، (اور سب سے زیادہ ضرورت دل ہی کے ملنے کی ہے)۔

اگر تجھ کو اپنی حقیقت معلوم ہوتی تو ماں باپ، دادا چچا اور (لمبا) کرتہ اور کلاہ اور تخت وزینہ سب سے الگ ہوجاتا اور خدا کی قسم خدا (کو ڈھونڈھنے) کے لئے ہمارے پاس آتا۔ پھر اچھی طرح اب حاصل کرکے یہ لباس پہنتا، اور میرا گمان تو یہ ہے کہ حسن ادب (حاصل ہوجانے) کے بعد تو اپنے نفس کو اس لباس اور تمام فضولیات سے جو (اللہ سے) غافل کرنے والی ہیں خود ہی الگ کرلے گا۔

اے مسکین! تو (تو ہر وقت) اپنے وہم پر چل رہا ہے، اپنے خیال پر راستہ طے کررہا ہے، اپنے جھوٹ اور عجب وغرور کے ساتھ چل رہا ہے، انانیت (اور تکبر)

کی ناپاکی لادے ہوئے ہے، اور سمجھتا ہے کہ میں بھی کچھ ہوں، بھلا یہ کیوں کر ہوسکتا ہے؟ (تکبر کے ساتھ یہ راستہ ایک قدم بھی طے نہیں ہوسکتا) تواضع کا علم سیکھ! حیرت کا سبق پڑھ! مسکنت اور انکسار کا علم حاصل کر!

ارے بیہودہ! تو نے تو تکبر کا علم حاصل کیا، اور بڑائی کا سبق پڑھا ہے، (بتلا) ان سب سے تجھے کیا حاصل ہوا؟ (بس یہ حاصل ہوا کہ) تو آخرت (والوں) کی سی ظاہری صورت بنا کر اس مردود دنیا کو حاصل کر رہا ہے، تو نے بہت ہی برا کیا، تیری مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی گندگی کو گندی چیز کے عوض خرید رہا ہو (کیونکہ دنیا کے لئے آخرت والوں کی صورت بنانا بھی دنیا بلکہ بدترین دنیا ہے) تو آپ ہی اپنے کو کیونکر دھوکہ دے رہا ہے؟ اور اپنے متعلق اور اپنے ہم جنسوں کے متعلق کس طرح جھوٹی باتیں کرتا ہے؟ (کہ اپنے کو اللہ والا کہتا ہے اور اپنے مریدوں کو طریقت کا سالک بتلاتا ہے، حالانکہ نہ تو اللہ والا ہے اور نہ تیرے مریدوں کو کچھ اللہ کے راستہ کا پتہ)۔

خدا تک پہنچنے کا طریقہ

(یاد رکھ!) عاشق اپنے محبوب کے پاس اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک اس کے دشمن سے دور نہ ہو جائے، (اب سن لے دنیا خدا کی دشمن ہے اور تو اس میں پھنسا ہوا ہے، تو خدا کا مقرب اور اللہ والا کیوں کر ہوسکتا ہے) ایک مرید نے پانی نکالنے کے لئے اپنا برتن کنویں میں ڈالا تو وہ سونے سے بھرا ہوا نکلا، اس نے برتن کو کنویں ہی میں لوٹا دیا اور (حق تعالیٰ سے) عرض کیا میرے محبوب! تیرے حق کی قسم میں تیرے سوا کسی چیز کو نہیں چاہتا (اللہ والے ایسے ہوتے ہیں، اگر ایسا نہ بن سکے تو کم از کم اتنا تو ہو کہ حرام طریقہ سے دنیا نہ کمائے، مریدوں کے مال پر نظر رکھنا اور لوگوں

سے نذرانے وہدایا وصول کرنے کے لئے اللہ والوں کی صورت بنانا حرام ہے، جس کو توکل کامل حاصل نہ ہو اس کو اپنے ہاتھ سے مزدوری کر کے غذا حاصل کرنا چاہیئے)۔

طریق وصول

جس نے اپنے آپ کو ارادت میں ثابت قدم رکھا وہ مراد (محبوب) بن گیا۔ جس نے اپنے کو طلب میں مضبوط رکھا وہ مطلوب بن گیا۔ جو دروازہ پر پڑا رہا وہ (ایک دن) دہلیز پر پہنچ گیا اور اندر پہنچ کر جس کی نیت اچھی رہی (کہ اب بھی محبوب کے سوا وہاں کے ساز وسامان وانوار ملکوت وغیرہ میں دل نہ لگایا) وہ بارگاہ وصال میں صدر نشین ہو گیا۔

کرامت کا طالب نہ ہونا چاہیئے بلکہ خدا کا طالب بننا چاہیئے

عزیز من! اپنی ہمت اور ارادہ کو اس پر ختم نہ کر کہ پانی پر چلنے لگے، یا ہوا میں اڑنے لگے، کیونکہ یہ کام تو پرندے اور مچھلیاں بھی کرتی ہیں (اس سے کونسا کمال حاصل ہو گا؟) تو اپنی ہمت کے بازو سے اس (بارگاہ) کی طرف اڑ جس کی کہیں انتہا نہیں۔ عارف کامل کے نزدیک عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک کوئی چیز بھی اس خوشی سے بڑھ کر نہیں جو اس کو اپنے خدا سے ہوتی ہے، جنت اور اس کی نعمتیں بھی اس خوشی کے مقابلہ میں جو عارف کو اپنے پروردگار (کے انس) سے ہوتی ہے اس رائی کے دانہ سے بھی چھوٹی ہیں جو زمین کے وسیع میدان میں پڑا ہو، منعم کو چھوڑ کر نعمت میں مشغول ہو جانا (اور اس سے دل لگانا) نفس کی خست (کمینہ پن) اور پست ہمتی اور قلت معرفت کی نشانی ہے۔

ذکر اللہ کی فضیلت اور اس کا طریقہ

بزرگو! اللہ والوں نے (خدا تعالیٰ ان سے راضی ہو) فرمایا ہے کہ جو اللہ کو یاد کرے وہ اپنے پروردگار کے نور سے منور ہوتا ہے، اس کے دل کو اطمینان اور دشمن (شیطان) سے حفاظت نصیب ہوتی ہے، اللہ والوں کا قول ہے ذکر اللہ روح کی غذا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا روح کی شراب، اور اللہ تعالیٰ سے حیا کرنا روح کا لباس ہے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ راحت پانے والوں نے اللہ کے انس کے برابر کسی چیز سے راحت نہیں پائی، اور لذت حاصل کرنے والوں نے اللہ کی یاد کے برابر کسی چیز میں لذت نہیں پائی۔

بعض آسمانی کتابوں میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جس نے مجھ کو اپنے دل میں یاد کیا میں اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اور جو مجھ کو برملا یاد کرتا ہے میں بھی اس کو برملا یاد کرتا ہوں اور جو مجھے اپنی شان کے موافق یاد کرتا ہے میں اس کو اپنی شان کے موافق یاد کرتا ہوں۔

اس جماعت (اولیاء) کو اللہ کی یاد نے مشغول کر رکھا ہے (اس لئے وہ دنیا کے کام کے نہیں رہے) ان کا مقصود وہی ہے وہ سمجھ چکے ہیں کہ دنیا میں جس قدر واقعات ہوتے ہیں سب اللہ کے حکم وتقدیر سے ہوتے ہیں، اس لئے وہ ان واقعات سے ناگواری ظاہر نہیں کرتے، نہ دل سے نہ زبان سے، (اور اگر کبھی تقاضائے بشیریت یا شیطان کے اثر سے) کسی حادثہ پر ناگواری کا اثر دل میں آنے لگے تو فوراً اللہ کی یاد میں مشغول ہو جاتے ہیں جس سے وسوسہ دفع ہو جاتا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ﴾ (الاعراف: ۲۰۱)

ترجمہ: جو لوگ متقی ہیں ان کو شیطان کے اثر سے جب کوئی وسوسہ آتا ہے وہ اللہ کو یاد کرنے لگتے ہیں جس سے فوراً ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر مومن کے دل پر ایک شیطان (بیٹھا) رہتا ہے جب اللہ کو یاد کرتا ہے ہٹ جاتا ہے اور جب وہ اللہ کو بھول جاتا ہے وسوسہ ڈالنے لگتا ہے۔ (رواہ البخاری، تعلیقا التکشف: ۲۹۱)

بزرگو! اگر تمام عالم کے دو فریق ہو جائیں ایک جماعت تو مجھے مشک وعنبر کی دھونی دے (آرام پہنچائے) اور دوسری جماعت آگ کی (سرخ کی ہوئی) قینچیوں سے میری کھال کاٹے، تو میرے نزدیک (۱) نہ انہوں نے کچھ نقصان دیا نہ انہوں نے مجھے کچھ زیادہ دیا، کیونکہ میں خوب جانتا ہوں کہ سب کچھ تقدیر سے ہو رہا ہے جب تم (تقدیر سے) معاوضہ (ناگواری) کی رسی کو تسلیم (ورضا) کی تلوار سے کاٹ دو گے اس وقت تم اللہ کو (صحیح طور سے) یاد کرو گے، (جب ہی عظمت الٰہی کی تجلی دل پر ہو گی ورنہ ذکر سے پورا نفع نہ ہو گا، گو نفع سے پھر بھی خالی نہیں، کیونکہ تسلیم ورضا بھی ذکر ہی کی کثرت سے حاصل ہو گی)۔

---

(۱) گر گزندت رسد زخلق مرنج
که نه راحت رسد زخلق نه رنج
از خدا داں خلاف دشمن ودوست
که دل هر دودر تصرف اوست (۲)

(۲) **ترجمہ**: اگر تمہیں مخلوق سے کوئی تکلیف پہنچے تو غمگین وپریشان نہ ہو، کیونکہ مخلوق سے نہ راحت پہنچتی ہے نہ غم۔ دوست اور دشمن کی مخالفت کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے جان، کیونکہ دونوں کے دل اس کے قبضے میں ہے۔

اس مضمون کا اعتقاد تو ہر مسلمان کو ہے۔ بات تو جب ہے کہ حال بن جائے۔ اولیاء اللہ اس مضمون کو ایسا دل پر جماتے ہیں کہ حال بن جاتا ہے اور کسی وقت دل سے نہیں اترتا۔

حدیث شریف میں آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو یہاں تک کہ لوگ تم کو پاگل کہنے لگیں۔ (کنز العمال: ۱۰۵۳/۱، ومسند احمد: ۶۸، ۷۱/۳)

(اور یہ درجہ تسلیم و رضا ہی سے حاصل ہوتا ہے، کیونکہ اہل دنیا اسی کو پاگل کہتے ہیں جسے دنیوی نفع ونقصان کی پروانہ ہو۔ عارف ذاکر کو اس ذلت کی بھی پرواہ نہیں ہوتی کہ لوگ اسے دیوانہ کہتے ہیں۔

مخلوق پر نظر کرنا چھوڑ واور ہمت بلند کرو

بزرگو! یہ بیہودہ خیالات ہی تم کو کہیں سے کہیں لئے جاتے ہیں اور یہ سخت (موٹے موٹے) پردے ہی تم کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کررہے ہیں (دنیا اور اہل دنیا سے نظر اٹھاؤ، کسی کے قبضہ میں نفع ونقصان نہیں سوا خدا کے، پھر تم خدا کو چھوڑ کر دوسروں پر کیوں نظر کرتے ہو۔) اس کا نام ہمت نہیں ہے کہ آدمی پردے کے پیچھے کھڑا ہو جائے۔ ہمت اس کا نام ہے کہ پردہ کی آڑ توڑ کر نشست گاہ تک پہنچ جائے (مخلوق کے ہاتھ سے جو نفع نقصان پہنچتا ہے یہ محض پردہ ہے) جو اس سے امید یا خوف کرے وہ ابھی تک پردہ کے پیچھے ہے، آگے بڑھو تو تم کو نظر آئے گا کہ دوسری طاقت کام کررہی ہے، مگر اس کے لئے ہمت کی ضرورت ہے) ہمتوں کی تلواریں وہ کام کرتی ہیں جو کسی کے وہم میں بھی نہیں آتے، دلوں کے پردے دلوں کے تیروں ہی سے چاک ہوتے ہیں (پس اپنے دل کو کسی خدا رسیدہ کے حوالہ کرو کہ وہ اپنے دل کے تیروں سے تمہارے دل کے پردے چاک کردے)۔

انسانی عظمت کا بیان

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: ؎

دواؤک منک وما تبصر
ودائک فیک وما تشعر
وتزعم انک جرم صغیر
وفیک انطوی العالم الاکبر

تو اپنی دوا خود ہے، مگر تجھے نظر نہیں آتا۔ تیری بیماری بھی تیرے اندر ہی ہے، مگر تجھے خبر نہیں۔ تو یہ خیال کرتا ہے کہ تیرا بدن ذرا سا ہے، حالانکہ تیرے اندر سب سے بڑا جہاں چھپا ہوا ہے۔

وہ سب سے بڑا جہان کیا ہے؟ انسانی عقل ہے۔ جو تیرے اندر چھپی ہوئی ہے، اسی جہاں سے جو تیرے اندر چھپا ہوا ہے تجھے اپنے جسم کی حقیقت معلوم ہوگی، جس کو تو نے چھوٹا سمجھ رکھا ہے، اگر تیرا جسم اس بڑے جہاں کو گھیرنے کے قابل نہ ہوتا تو یہ اتنا بڑا جہاں اس میں کیونکر سما جاتا۔

پس ہمت کو اتنا بلند کر جتنا تیرا یہ جسم ظاہری بلند ہے کہ ایک بڑے جہاں کو گھیرے ہوئے (اور اپنے اندر سمائے ہوئے) ہے جس کی مادی شعاع (بھی) ہر مقام تک پہنچتی، اور اس کی طاقتوں (۱) کی چمک ہر خطہ تک پہنچ جاتی ہے، اور اس کی ادراکی قوتیں ہر سخت سے سخت لشکر کی صفیں درہم برہم کر دیتی ہیں، اور اس کی فکر کے گھوڑے ہر میدان میں پہنچ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ عقل ہی کی وجہ سے عطاء کرتے اور

(۱) صوفیہ کرام کو کشف سے معلوم ہوا ہے کہ انسان کے اندر چھ لطیفے زبردست ہیں، نفس، قلب، روح، سر، خفی، اخفی ان میں سے بعض لطائف کی طاقت اتنی زبردست ہے کہ فرشتے بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے اور لطیفہ نفس جو سب سے گھٹیا ہے اس کی طاقت بھی اتنی زبردست ہے کہ حیوانات اور جنات میں سے کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، مگر انسان بے خبر ہے اور ان طاقتوں کی پرورش نہیں کرتا۔

محروم کرتے ہیں ملاتے ہیں الگ کرتے ہیں، پریشان کرتے ہیں اطمینان بخشتے ہیں، ذلت دیتے ہیں عزت دیتے ہیں (یعنی جو عقل سے کام لیتا ہے اس کو نعمت وعزت دیتے ہیں جو اس سے کام نہیں لیتا اس کو نعمت سے محروم کرتے اور ذلیل کرتے ہیں، اسی پر تمام عالم کا مدار ہے، اور انسان کے بڑے بڑے ارکان (واعضاء) میں سب سے پہلے عقل ہی پیدا ہوئی ہے۔

ہم کو حبیب کریم عظیم الشان پیشوا (سیدنا رسول اللہ) صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے:

"اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ الْعَقَل" (ترمذی: کتاب القدر، باب: ۱۷، حدیث نمبر: ۲۱۵۵)

ترجمہ: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے عقل کو پیدا فرمایا۔

جب تم اس چیز سے خبردار ہو جاؤ گے جو تمہارے اندر چھپی ہوئی ہے اس وقت تم کو اپنی عزت کا انکشاف، اور اپنی صفات کی عزت کو بلند کرنے کا خیال ہوگا یہاں تک کہ تم طاقت (بدنی) اور جمال، مال، بیوی، بچوں، خاندان، منصب، ریاست، وغیرہ کے پردوں سے (نکل کر) اونچے درجہ پر پہنچ جاؤ گے (اس وقت معلوم ہوگا کہ جن چیزوں میں اب تک پڑے ہوئے تھے وہ بہت گھٹیا درجہ کی تھیں اور اصلی طاقت اور جمال وکمال دوسری ہی چیز ہے)۔

ہمارے امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وکل ریاسة من غیر علم

اذل من الجلوس علی الکناسة

جو ریاست بغیر علم (ومعرفت) کے حاصل ہو تو وہ کوڑی (کوڑی: جہاں کوڑا پاخانہ وغیرہ ڈالا جاتا ہے) پر بیٹھنے سے بھی بدتر ہے۔

عقل صحیح احکام شرعیہ کی حکمتوں کا کبھی انکار نہیں کر سکتی

بزرگو! سوچو تو سہی کیا کوئی روشن عقل جو طبیعت سلیمہ کے ساتھ ملی ہوئی ہو، اور اوامر و نواہی شرعیہ کی حکمت سے انجان بن سکتی یا اس کا انکار کر سکتی ہے؟ نہیں خدا کی قسم نہیں بلکہ ہر عاقل جس کی عقل روشن اور طبیعت سلیم ہے، اس کی عقل کی روشنی شریعت کے امر و نہی کے چوکھٹ ہی پر سر جھکائے گی، کیونکہ عقل سلیم جانتی ہے کہ شریعت کے احکام دنیا و آخرت دونوں کی بھلائی اپنے اندر لئے ہوئے ہیں۔

عقل کو روشن کرنے کا طریقہ

(تمہارے پاس) وہ ریاضت (ومجاہدہ) کہاں ہے جو عقل کے آئینہ سے غفلت کا غبار ہٹا دے؟ رہنمائے اعظم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی قول وفعل اور حال واخلاق میں کہاں ہے (جو دل کے پردے کھول دے؟ پہلے) یہ سکے لاؤ اس کے بعد یہ سامان خریدو۔

جو خدا سے غافل ہو نہ اسکی عقل صحیح ہوتی ہے نہ تقریر میں اثر

جب دل کا آئینہ غفلت عن اللہ کے تہ بر تہ زنگ سے میلا ہو جاتا ہے، حقائق کے چہرے انسان کی سمجھ سے چھپ جاتے ہیں، الہام کی روشنی اس میں نہیں پہنچ سکتی، تو خیالات کے بخارات اور وہم کے بادلوں سے تقریر کا چہرہ (بھی) سیاہ ہو جاتا ہے (یعنی غافل کا دل تو اندھا ہوتا ہی ہے، اس کی تقریر میں بھی نور نہیں ہوتا۔ اس کا تجربہ عارف اور غیر عارف کی تقریر سن کر ہو سکتا ہے) آفتاب باوجود اپنی کمال درجہ کی روشنی کے اندھے کو کیا نفع دے سکتا ہے، اس کی آنکھیں ہی نہیں ہیں جو آفتاب کی روشنی اور

رہنمائی کو قبول کر سکیں، تیز روشنی سے کمزور آنکھوں کو کیا فائدہ؟ (جب ان کو روشنی کا تحمل ہی نہیں) ہم لوگ ایسی جگہ کھڑے ہیں جہاں آفتاب قدرت چمک رہا ہے، مگر ہماری عقل کی آنکھیں کمزور ہیں۔ غفلت کے پردے ان پر پڑے ہوئے ہیں، اس لئے ہمارے آنکھیں اس جمال کے دیدار کے قابل نہیں، نہ ہمارے دل اس عظمت وجلال کی ہیبت کا تحمل کر سکیں (پس دل کی آنکھوں کو جلدی کھولو کیونکہ زندگی کا کچھ اعتبار نہیں)۔

انسان کیوں کر غافل بنتا ہے حالانکہ موت سر پر سوار ہے

ہم سب فنا کے راستوں پر چل رہے ہیں اور وہ (عنقریب) ہم کو موت کے گڑھوں میں گرادیں گے جو ہماری نگاہوں سے (اس وقت) غائب اور چھپے ہوئے ہیں۔ ہم سب اپنی موت کی کشتیوں کو حرص کی ہواؤں، اور طمع کے پردوں سے آرزو اور امیدوں کے سمندروں میں چلا رہے ہیں، اور ہم کو عنقریب موت کی گہرائی میں غوطہ دیدیں گی، ہمارے خیالات وافکار دنیوی ضروریات کے پورا کرنے میں لگے ہوئے ہیں، حالانکہ حوادث زمانہ کے ہاتھ ہم کو تھپیڑے دے رہے، اور فنا (وموت) کے مادے ہم کو پکار رہے ہیں: ؎

الناس فی غفلاتهم
ورحى المنية تطحن
ما دون دائرة الرحى
حصن لمن يستحصن

لوگ غفلتوں میں پڑے ہوئے ہیں اور موت کی چکی برابر (چل رہی اور) پیس رہی ہے اس چکی کے چکر سے پناہ ڈھونڈھنے والے کیلئے کوئی پناہ نہیں، ملک الموت

ہر دن ہمارے آگے پیچھے پکارتا رہتا ہے ﴿اَیۡنَ مَا تَکُوۡنُوۡا یُدۡرِکۡکُّمُ الۡمَوۡتُ﴾ (النساء: ۷۸) تم جہاں بھی ہو گے موت تم کو پکڑے گی، اور قبروں کی تاریکیاں ہمارے بدن کے وہاں پہنچنے کی منتظر ہیں، اور ہم غفلتوں کے طوفان میں غرق اور شہوتوں کے نشہ میں مست ہیں۔

اے عقلمند! تو کب تک اپنے نفس کو نجات کا راستہ سے ہٹا کر ہلاکت اور بربادی کے راستہ پر ڈالتا رہے گا، کب تک طاعات کے کھلے میدان سے ہٹ کر گناہوں کی تنگ گھاٹیوں میں پھنسا رہے گا، تو اپنے کو خطاؤں کی شراب اور گناہوں کی گندگی پلا کر فتنوں اور آفتوں کے دریا میں غوطہ دے رہا اور اگلی مصیبتوں کے لئے تیار کر رہا ہے۔

عزیز من! تیری عمر بہت تھوڑی ہے، اور پرکھنے والا بڑا بصیرت والا ہے (اس سے تیرا کوئی کھوٹ چھپا ہوا نہیں) اور اللہ ہی کی طرف لوٹنا ہے ۔

یا ایھا المعدود انفاسہ

لا بد یوما ان یتم العدد

لا بد من یوم بلا لیلۃ

ولیلۃ تأتی بلا یوم غد

اے انسان! جس کے سانس گنے ہوئے ہیں، ایک نہ ایک دن یہ گنتی پوری ہو کر رہے گی۔ ایک دن ایسا بھی ضرور آئے گا جس کے بعد رات نہ ہوگی اور ایک رات ایسی بھی آئے گی جس کے بعد اگلا دن نہ ہوگا۔

چنانچہ ہمارے سامنے رات دن ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں کہ بڑے بڑے پہلوان اور بڑے بڑے امیر اور بادشاہ موت کا شکار ہو گئے اور کسی کے بنائے کچھ بھی نہ بنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا عمل تفکر تھا

بزرگو! (انجام کو سوچو!) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا عمل فکر ہی تھا، فرائض (شرعیہ) کے فرض ہونے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت یہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور صنعتوں کو سوچتے تھے (دنیا کی حقیقت اور اس کے فنا اور انجام کی فکر میں دن گزارتے تھے) حتی کہ آپ کو مکلّف کیا گیا۔ (ان عبادات اور احکام کا) جن کا قرآن شریف نے مکلّف کیا ہے۔

عمل کا صحیح راستہ

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا سوچنا اپنے اوپر لازم کرلو اور اس فکر سے عبرت حاصل کرو، کیونکہ جو فکر عبرت سے خالی ہو وہ وساوس وخیالات کے سوا کچھ نہیں اور جب اس سے عبرت پیدا ہو تو بیشک وہ حکمت اور (اچھا) واعظ ہے، تفکر کے بعد اعمال کو صحیح بنیاد پر جماؤ، اعمال کے بعد اخلاق کو عمدہ طریقہ پر مستحکم کرو، اور ان سب کو (اچھی) نیت سے آراستہ کرو (کہ اعمال واخلاق سے اللہ کی رضا کے سوا کچھ مطلوب نہ ہو) سخاوت (۱) کی ڈور کو مضبوط تھامو کیونکہ زہد (۲) کی علامات میں سے ہے، بلکہ میں کہتا ہوں کہ وہ تو زہد کا دروازہ ہے، بلکہ میں کہتا ہوں کہ سخاوت کامل ہو جائے تو بس وہی پورا زہد ہے، اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے والوں کا پہلا قدم سخاوت ہے۔

---

(۱) سخاوت یہ ہے کہ مال کے خرچ کرنے سے دل نہ دکھے اور حاجت مند کی امداد سے دریغ نہ کرے چونکہ سخی کے دل میں مال کی محبت نہیں ہوتی، اس لئے سخاوت سے جلدی زہد حاصل ہوتا ہے۔

(۲) زہد دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی رغبت کا نام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَمِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ، اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (سورہ البقرہ: ۳،۵)

جو لوگ غیب پر ایمان رکھتے اور نماز کی پابندی کرتے اور جو کچھ ہم نے ان کو دیا ہے اس میں خرچ کرتے رہتے ہیں، یہی لوگ اپنے پروردگار کے راستہ پر ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں (یہاں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور نماز کے ساتھ سخاوت کو بھی بیان فرمایا اور ہدایت وفلاح کا اس پر بھی مدار رکھا ہے)۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ کامل تعلق کا طریقہ

اللہ تعالیٰ کے تعلق کی رسی کی گرہ ایسی مضبوط کرو کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے جو لوگ محض اس خیال پر کہ اللہ تعالیٰ ان کو لمبی عمر دیں گے الٹی چال چل رہے ہیں، ان کی طرف سے آنکھیں بند کرلو (تم ان کی چال نہ چلو، کیوں کہ ان کا یہ خیال محض ڈھکوسلا ہے، اول تو اس کا کیا یقین ہے کہ ان کو لمبی عمر ملے گی، دوسرے اس کی کیا امید ہے کہ لمبی عمر ملنے کے بعد وہ کچھ کام بھی کرسکیں گے) کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿وَمَنْ نُّعَمِّرْہُ نُنَکِّسْہُ فِی الْخَلْقِ﴾ (یٰسٓ: ۶۸) جس کو ہم لمبی عمر دیتے ہیں اس کو پیدائشی حالت کی طرف الٹا لوٹا دیتے ہیں چنانچہ مشاہدہ ہے کہ بڈھا بچوں کی طرح کمزور محتاج عاجز ہوجاتا ہے، اس کا مزاج بھی بچوں جیسا ضدی ہوجاتا ہے تو لمبی عمر کی امید پر جوانی کو برباد کرنا اور قوت کے زمانہ میں کام نہ کرنا سخت نادانی ہے۔

مخلوق سب کی سب محتاج اور عاجز ہے

اپنی نظر کے منتہی اور نگاہوں کا مرکز مخلوق کے دیدار کو نہ بناؤ (اور ان کی

حالت کو دیکھ دیکھ کر حرص نہ کرو کہ یہ لوگ بڑے آرام وراحت میں ہیں، کیونکہ) مخلوق میں بادشاہوں، یا متوسط (درمیانی) درجہ کے لوگ، یا چھوٹے درجہ کے آدمی، عاجزی اور احتیاج اور ذلت ومسکنت میں سب کی حالت برابر ہے، (مگر آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں جن سے خدا تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی حالت کو چھپا رکھا اور سب میں (خفیہ طور سے) اپنا حکم چلا رکھا ہے (اس لئے ایک کو دوسرے کی حالت کا پتہ نہیں، اگر تحقیق کیا جاوے تو جس کو تم نے بڑی راحت میں سمجھ رکھا ہے تم سے زیادہ تکلیف میں نظر آئے گا)۔

پس عقلمند وہ ہے جو اس حقیقت کو سمجھے، اور مخلوق سے بھی نگاہ پھیرے اور اس کے پردہ سے بھی (یعنی ساز وسامان سے) اور واحد قیوم کی طرف جو ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا، نہ اس کو نیند آتی ہے نہ اونگھ، (متوجہ ہوکر) التجا کرے (جو کچھ مانگنا ہو اسی سے مانگے ﴿اَلا لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾ (الاعراف: ۵۴) سن لو پیدا کرنا اور حکم کرنا خدا ہی کا کام ہے۔ نہ اس کے سوا کوئی خالق ہے نہ حاکم پھر تم دوسروں کی طرف کیوں جاتے ہو۔

ذکر کے آداب

اور ذکر کے آداب میں سے سچا ارادہ اور پوری طرح عاجزی وانکساری، اور تمام عالم سے یکسو ہو جانا، اور عبدیت (وبندگی) کے قدم پر مضبوطی کے ساتھ کھڑا ہو جانا، اور جلال (الٰہی) کا لباس پہن لینا ہے، یعنی اپنے اوپر خدا کا خوف وجلال اتنا غالب کرے کہ اس کی صورت دیکھ کر یہ معلوم ہو کہ خدا سے ڈر رہا ہے۔ یہاں تک کہ ذاکر کو اگر کوئی کافر بھی دیکھے تو اس کو یقین ہو جائے کہ یہ اللہ تعالیٰ کو ماسوا سے بالکل الگ ہوکر یاد کر رہا ہے، اور جو کوئی بھی دیکھے اس پر اس کی ہیبت طاری ہو جائے، اور

دیکھنے والے کے دل پر اس کی ہیبت کی بجلیوں کا ایسا اثر ہو کہ اس کے برے خیالات (اور بیہودہ خطرات) کے کباڑ کوڑے کو ہوا کے ذروں کی طرح اڑا دے۔

اور اگر کسی ذاکر کی حالت اس طریقہ پر نہ ہو تو عام طور پر ذاکر کی اچھی حالت (کا معیار) استقامت اور باتوں کا ضبط (وانضباط) اور باطنی وظاہری آداب کا جامع ہونا ہے، جتنا بھی ہو سکے اور (مخلوق میں سے) کسی کی طرف دیکھنے سے نگاہ کو روک لینا (یعنی خدا کے سوا کسی سے امید اور خوف نہ رکھنا)۔

اے اللہ ہم کو ان لوگوں میں سے کیجئے جن کے اعضاء (بدن) پر آپ نے اپنے مراقبہ (اور دھیان) کی مضبوط بیڑیاں لگا دی ہیں، (کہ اب وہ آپ کے سوا کسی کی طرف مائل ہی نہیں ہو سکتے) اور ان کے باطن پر اپنے مشاہدہ کے مخفی گواہ قائم کر دیئے ہیں، پھر ان پر اٹھتے بیٹھتے (اسم ''**الرقیب**'' (ا) کی ہوا چلنے لگی تو شرمندگی سے انہوں نے سر جھکا لیا اور سجدہ میں پیشانی رکھدی، اور غایت ذلت کی وجہ سے آپ کے دروازہ پر نازک چہرے اور رخسارے بچھا دیئے، تب آپ نے ان کو اپنی رحمت سے انتہائے مقصود عطا فرمایا وصلی اللہ علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم۔

اے درویش! قرآن مجید کا اتباع کر، آثار سلف کی پیروی کر (میری دعا کے بھروسہ پر نہ رہ!) میں کیا چیز ہوں کہ تیرے لئے دعا کروں، میری مثال تو بس ایسی ہے جیسے دیوار پر ایک مچھر بیٹھ گیا ہو جس کی کچھ بھی قدر نہیں ہوتی۔

(ا) **الرقیب**: اللہ تعالیٰ کا نام اور سالک پر سلوک کے درمیان اللہ تعالیٰ کے اسماء کی تجلی ہوتی ہے، مطلب یہ ہے کہ عارفین پر اسم ''**الرقیب**'' کی تجلی ہوئی جس کے معنی ہیں نگہبان اور ان کو اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہماری ہر حرکت کی نگہبانی فرماتے اور اس کو محفوظ رکھتے ہیں تو اس سے ان پر شرمندگی غالب ہو جاتی ہے۔

تواضع

میرا حشر فرعون وہامان وقارون کے ساتھ ہواور مجھے وہی عذاب پکڑے جس نے ان کو پکڑا تھا اگر میرے دل میں یہ خطرہ بھی آئے کہ میں اس جماعت کا شیخ ہوں، یا ان کا سردار ہوں، یا مجھے اس بات کا وسوسہ بھی آئے کہ میں ان میں ہی سے ایک درویش ہوں، بھلا ان باتوں کی طرف اس شخص کا نفس کیونکر بلاسکتا ہے جو لاشئے ہے، (کچھ نہیں) کسی کام کے قابل نہیں کسی گنتی اور شمار میں نہیں۔

بزرگو! اپنے اوقات کو ان کاموں میں ضائع نہ کرو جن سے تم کو کچھ بھی راحت نہیں، تمہارا جو سانس بھی گذرتا ہے شمار کیا جاتا ہے، جن چیزوں سے تم غفلت میں پھنستے ہوان سے بچو!

وقت اور قلب کی حفاظت کرو

اپنے قلوب اور اوقات کی نگہداشت کرو، کیونکہ تمام چیزوں سے زیادہ قیمتی یہی دو چیزیں ہیں، وقت اور قلب، اگر تم نے وقت کو فضول ضائع کیا، اور دل (کی جمعیت) کو برباد کر دیا تو تم فوائد سے محروم رہ گئے، اور (وقت اور قلب کا برباد کرنا یہ ہے کہ انسان گناہ اور غفلت میں مبتلا ہو جائے، اللہ کی یاد اور اطاعت وعبادت سے کسی وقت خالی ہو جائے) خوب سمجھ لو! کہ گناہ دل کو اندھا اور سیاہ کر دیتے ہیں، اس کو بیمار اور خراب کر دیتے ہیں۔

توراۃ میں لکھا ہے کہ مومن کے دل میں ایک نوحہ کرنے والا رہتا ہے، جو اس کی حالت پر نالہ وفریاد کرتا رہتا ہے اور منافق کے دل میں ایک گانے والا رہتا ہے جو ہر وقت گاتا بجاتا رہتا ہے، عارف کے دل میں ایک جگہ ہے جو کسی وقت اس کو خوش

نہیں ہونے دیتی، اور منافق کے دل میں ایک جگہ ہے جو اس کو کسی وقت غمگین نہیں ہونے دیتی۔

علماء کو نصیحت

بزرگو! تمہارے اندر فقہاء اور علماء بھی ہیں، تم وعظ کی مجلسیں بھی منعقد کرتے ہو، درس بھی دیتے ہو، احکام شرعیہ بھی بیان کرتے ہو، لوگوں کو (مفتی بن کر) احکام بھی بتلاتے ہو، خبردار! چھلنی کی طرح نہ ہو جانا کہ وہ عمدہ آٹا تو نکال دیتی ہے اور بھوسی اپنے پاس رہنے دیتی ہے، اسی طرح (تمہارا یہ حال نہ ہونا چاہئے کہ) تم اپنے منہ سے تو حکمت کی باتیں نکالتے رہو اور دلوں میں کھوٹ رہ جائے کہ اس وقت تم سے اللہ تعالیٰ کی ارشاد پر (عمل نہ کرنے کا) مطالبہ کیا جائے گا ﴿اَتَأْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ﴾ (البقرہ: ۴۴) کیا دوسروں کو تو نیکی کی تاکید کرتے ہو اور اپنے آپ کو (نیکی سے) بھلائے دیتے ہو۔

بندہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامت یہ ہے کہ بندہ کو اپنے عیوب پر نظر ہو جائے

اللہ تعالیٰ جس بندہ سے محبت کرتے ہیں اس کو وہ عیوب دکھلا دیتے ہیں جو خود اس کے اندر ہیں، اللہ تعالیٰ جس بندہ سے محبت کرتے ہیں اس کے دل میں تمام مخلوقات کی محبت وشفقت پیدا کر دیتے ہیں، اس کے ہاتھ کو سخاوت کا عادی بنا دیتے اور اس کے نفس میں بلند ہمتی (اور چشم پوشی) پیدا کر دیتے اور اپنے عیوب پر نظر کرنے کی توفیق دیتے ہیں، یہاں تک کہ اپنے کو سب سے کم دیکھنے لگے اور کسی قابل نہ سمجھے۔

عارف ہمیشہ بے چین رہتا ہے، مگر نا امید نہیں ہوتا

جب دوسرے لوگ خوش ہوں عارف غمگین ہوتا ہے، وہ بے چین ہوتا ہے، مگر نا امید نہیں ہوتا، اس کی خوشی تھوڑی ہے، رونا زیادہ ہے، اس کو (ہر وقت) اپنے محبوب کی طلب ہوتی ہے اور اپنے عیوب اور گناہوں کا فکر لگا رہتا ہے، (اس کا یہ حال ہوتا ہے) ؎

الناس فی العید قد سروا وقد فرحوا
وما سررت به والواحد الصمد
لما یتقنت انی لا اعاینکم
اغمضت طرفی ولم انظر الیٰ احد

لوگ عید کے دن خوش ہو رہے ہیں، فرحت ظاہر کر رہے ہیں، مگر خدائے واحد کی قسم مجھے اس سے خوشی نہیں ہوئی، جب مجھے یقین ہو گیا کہ میں (عید کے موقعہ پر) آپ کو نہ دیکھ سکوں گا تو میں نے اپنی آنکھیں بند کر لیں) اور کسی کو بھی نہ دیکھا۔

اللہ سے ملنے کا قریب تر راستہ اتباع سنت اور عبدیت ہے

(دوستو!) میں نے اپنی جان کھپا دی اور کوئی راستہ ایسا نہیں چھوڑا جس کو طے نہ کیا ہو، اور صدق نیت اور مجاہدہ کی برکت سے اس کا صحیح (راستہ) ہونا معلوم نہ کر لیا ہو، مگر سنت محمد یہ پر عمل کرنے، اور ذلت وانکسار والوں کے اخلاق پر چلنے، اور سراپا حیرت واحتیاج بننے سے زیادہ کسی راستہ کو بہت قریب اور زیادہ روشن اور (اللہ تعالیٰ کے نزدیک) زیادہ محبوب نہیں پایا، صدیق اکبر سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے تک پہنچنے کا ذریعہ عاجزی کے سوا

کچھ نہیں بنایا، (کیونکہ عاجزی تو ہر شخص آسانی سے حاصل کرسکتا ہے، انسان تو سر سے پیر تک عاجزی ہے اگر اور کوئی طریقہ اللہ تک پہنچنے کا اس کے سوا ہوتا تو مشکل پڑ جاتی، اللہ تعالیٰ کے پانے سے اپنی عاجزی (اور کمزوری) کو سمجھ لینا ہی اللہ تعالیٰ کا پالینا ہے۔

روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا اے موسیٰ میرے پاس وہ چیز لاؤ جو میرے خزانوں میں نہیں، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا خداوندا! آپ تو تمام عالم کے پروردگار ہیں آپ کے خزانوں میں کس چیز کی کمی ہوسکتی ہے؟ فرمایا اے موسی! یادرکھو! کہ میرے خزانے بڑائی اور عزت وجلال وجبروت وکبریائی سے تو بھرے ہوئے ہیں (اس کی میرے پاس کمی نہیں) ہاں تم میرے پاس ذلت وانکسار ومسکنت عاجزی) لے کے آؤ (کہ یہ چیزیں میرے خزانے میں نہیں، کیونکہ یہ تو مخلوقات کی خاص صفات ہیں جن سے خالق کا پاک ہونا ضروری ہے) بس میں ان ہی لوگوں کے پاس ہوں جن کے دل میری وجہ سے ٹوٹے ہوئے ہیں (یعنی میرے جلال وہیبت سے ان کا پتہ پانی ہورہا ہے) اے موسیٰ قرب حاصل کرنے والوں نے اس سے بڑھ کر کسی چیز سے میرا قرب حاصل نہیں کیا۔

خوف ہی سے محاسبہ ومراقبہ حاصل ہوتا ہے

بزرگو! خشیت (وخوف) سے ہی محاسبہ پیدا ہوتا ہے (یعنی اپنے اعمال کی جانچ پڑتال کا خیال) اور محاسبہ سے مراقبہ پیدا ہوتا ہے (یعنی اپنے اوقات اور قلب کی نگہداشت) اور مراقبہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوام شغل حاصل ہوتا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہر وقت دل کی لو لگی رہے، کسی وقت اس سے غافل نہ ہو، اسی کا نام حضور دائم ہے، کبھی یہ دولت عشق ومحبت کے غلبہ سے بھی حاصل ہوجاتی ہے، اب یہ کام شیخ محقق کا ہے کہ وہ کسی کو جلال وہیبت کے راستہ سے پہنچاتا ہے، کسی کو جمال وانس ومحبت کے

راستہ سے "وکل الیٰ ذاک الجمال یشیر" مقصود سب کا ایک ہے کہ اللہ تعالیٰ سے غفلت نہ ہو) بس آج کل سب سے زیادہ قابل رشک وہ مؤمن ہے جو اپنے زمانہ (کے حال) سے واقف ہو (۱) اور زبان کی حفاظت رکھے، اور اپنے کام میں لگا رہے، اور نیک بندوں کے اعمال اختیار کئے رہے۔

میں نے سید عبد الملک الحربونی قدس سرہ سے عرض کیا کہ مجھے (کچھ) وصیت کیجئے۔ فرمایا: اے احمد! ادھر ادھر دیکھنے والا واصل نہیں ہوتا (مقصود تک پہنچنا اسی کو نصیب ہوتا ہے جو سب طرف سے نگاہ ہٹا کر مقصود کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جائے) اور شک کرنے والا کامیاب نہیں ہوتا، (کامیابی کا بڑا مدار یقین پر ہے کہ یہ سمجھ لے کہ میرا شیخ اللہ تک پہنچانے کا راستہ خوب جانتا ہے اور مجھے پہنچا سکتا ہے، جس کو شیخ پر اعتماد نہیں وہ محروم ہی رہتا ہے) اور جس شخص کو اپنے اندر نقصان نہ معلوم ہوتا ہو اس کے تمام اوقات نقصان ہی (میں گذر رہے) ہیں۔

میں سال بھر تک شیخ کی اس وصیت کو (دل اور زبان سے) دہراتا رہا اور جب میرے دل میں کوئی خیال یا وسوسہ آتا اس وصیت کو فوراً یاد کر لیتا تو وسوسہ دور ہو جاتا، پھر میں دوسرے سال شیخ کی زیارت کو گیا، اور جب (کچھ عرصہ قیام کرنے کے بعد) ان سے رخصت ہونے لگا، تو پھر وہی درخواست کی کہ حضرت مجھے وصیت کیجئے۔

---

(۱) یعنی یہ چار باتیں جس میں ہوں وہ بہت اچھی حالت میں ہے، ایک یہ کہ اپنے زمانہ کی حالت کو جانتا ہوتا کہ اس زمانہ کی آفات سے محفوظ رہ سکے۔ دوسرے زبان کی حفاظت رکھے تاکہ گناہ سے بھی بچا رہے اور پریشانی سے بھی؟ .... کیونکہ زیادہ تر پریشانی کا منشا زبان چلانا ہے۔ تیسرے اپنے کام میں لگا رہے تاکہ وقت اور عمر ضائع نہ ہو۔ چوتھے صلحاء کا طریقہ اختیار کئے رہے یعنی صلحاء کی صحبت اور فیض اتباع سے حصہ حاصل کرے کہ اس سے اعمال صالحہ میں ہمت بلند اور اخلاص و توحید میں قوت ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

فرمایا: اے احمد! طبیبوں کیلئے بیمار ہونا بہت برا ہے، اور عقلمند کیلئے جاہل ہونا، اور دوستوں کیلئے بے مروت ہونا، یہ سن کر میں رخصت ہوا اور سال بھر تک اس وصیت کو دہراتا رہا، مجھے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی ذات سے اور انکی وصیتوں سے بہت نفع پہنچا۔

عارف سوچ کر کلام کرتا ہے

عالم عارف اللہ تعالیٰ کے خوف اور اس کے مراقبہ کی وجہ سے اپنے نفس پر بڑی سیاست (پابندی اور قیود) رکھتا ہے، جب وہ بات کرنا چاہتا ہے تو منہ سے نکالنے سے پہلے سوچ لیتا ہے، اگر اس میں کچھ بھلائی معلوم ہوتی ہے تو کہہ دیتا ہے ورنہ منہ کو بند ہی رکھتا ہے، کیونکہ روایات میں آیا ہے کہ تیری زبان تیرا شیر ہے اگر تو اس کی حفاظت کرے گا وہ تیری حفاظت کرے گا، اگر بے قید چھوڑ دے گا پھاڑ کھائے گا۔

عارف کا بولنا (دلوں کے) زنگ کو دور کرتا ہے، اور اس کی خاموشی ہلاکت کو دفع کرتی ہے، وہ ان لوگوں کو جو اہل ہیں نیک کاموں کا حکم کرتا ہے، برے کاموں سے اور ان کے پاس جانے سے روکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿لَا خَیْرَ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنْ نَّجْوٰھُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَۃٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَیْنَ النَّاسِ﴾ (النساء: ۱۱۴)

ان کی بہت سی خفیہ باتوں میں کوئی بھلائی نہیں، ہاں جو صدقہ کا، یا نیک کام کا یا لوگوں میں باہم صلح کرا دینے کا امر کرے (اس کی باتیں بیشک اچھی ہیں اور عارف اپنے کلام میں ان باتوں کی پوری رعایت کرتا ہے) جو اللہ کو پہچانے گا اس کا ادب اللہ تعالیٰ کے ساتھ بڑھ جائے گا، جو اللہ تعالیٰ کا مقرب ہوگا اس کے اندر خوف خدا زیادہ ہوگا۔

محبت الٰہی کی شرائط وعلامات

بزرگو! جو اللہ سے محبت رکھتا ہے وہ اپنے نفس کو تواضع (وخاکساری) سکھلاتا

ہے، اور دنیا کے تعلقات (۱) کو اپنے سے الگ کر دیتا ہے، اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کو (ہر چیز پر ترجیح دیتا ہے، اس کی یاد میں لگا رہتا اور اللہ کے سوا کسی چیز کی رغبت اپنے دل میں نہیں رکھتا، سچے دل سے اللہ کی عبادت پر جما رہتا اور اللہ کے لئے تواضع اختیار کر کے منبر اور تخت کو چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہے، اگرچہ اس کو ان چیزوں کے حاصل کرنے کی قدرت بھی ہو۔

اس کی حالت ان اشعار کا مصداق ہوتی ہے ؎

ترک المنابر والسریر تواضعا
وله منابر لو یشاء وسریر
ولغیره یجبی الخراج وانها
یجبی الیه محامد واجور

اس نے منبر اور تخت کو محض تواضع کی وجہ سے چھوڑ دیا اور اگر وہ چاہے تو اس کے لئے بہت سے منبر اور تخت ہو سکتے ہیں، وہ دوسروں کے لئے لگان وصول کرتا ہے اور خود اس کی طرف تعریفیں اور ثواب پہنچائے جاتے ہیں۔

عبدیت کی علامات وشرائط

بزرگو! عبدیت (بندگی، غلامی) کا حق یہ ہے کہ آقا کے سوا سب سے پوری طرح یکسو ہو جائے، عبدیت یہ ہے کہ ہر چھوٹی بڑی چیز کو چھوڑ دے، (آقا کے سوا کسی کو مطلوب نہ بنائے) عبدیت یہ ہے کہ ہر قسم کی بڑائی اور بزرگی کی طلب سے ارادہ کو روک لے۔ عبدیت یہ ہے کہ آدمی اپنے اندر اپنے بھائیوں سے کسی قسم کی رفعت

(۱) مراد وہ تعلقات ہیں جو اللہ کی محبت پر غالب آ جائیں یا خدا سے غافل کر دیں یا گناہوں میں مبتلا کر دیں کہ دنیا اسی کا نام ہے اور جو علائق ایسے نہ ہوں وہ دنیا میں داخل نہیں۔

اور فوقیت نہ پائے۔عبدیت یہ ہے کہ آدمی جس مٹی سے بنا ہے اسی کے درجہ پر ٹھہرا رہے (مٹی سے زیادہ اپنا رتبہ نہ سمجھے) عبدیت خوف وخشیت (کا نام) ہے،اور اللہ تعالیٰ کی تقدیروں کے سامنے جھک جانے کا۔بندہ اس وقت تک پورا غلام نہیں بنتا جب تک آزادی کے درجہ پر نہ پہنچ جائے،اور (اپنے آقا کے سوا) دوسروں کی غلامی سے پوری طرح نہ نکل جائے۔

خدام کو اپنی ذات کے متعلق وصیت

بزرگو! مجھے بھیک مانگنے والوں کا ڈھپڑا نہ بنانا، (کہ جس طرح وہ ڈھپڑا بجا کر لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں اسی طرح تم میری تعریفیں کر کے لوگوں کو میری طرف مائل کرو) میری خانقاہ کو حرم (کی طرح تم زیارت گاہ) نہ بنانا،مرنے کے بعد میری قبر کو بت نہ بنانا۔میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ مجھے دنیا میں اپنی طرف یکسو کر لے۔سو بحمد للہ یہ بات جمعیت (قلب) کے ساتھ حاصل ہوگئی،اور امید ہے کہ اس دنیائے کمینہ سے الگ ہونے کے وقت بھی میں خیریت کے ساتھ اس مقصود کو پہنچ جاؤں گا اور اگر اللہ تعالیٰ کے ساتھ سچی دلجمعی حاصل ہو جائے تو پھر کسی چیز کی پروا نہیں ؎

اذا اصح منه الوصل فالكل هين
وكل الذى فوق التراب تراب

جب اللہ تعالیٰ سے سچ مچ (۱) وصال ہو جائے، پھر اور چیزیں سب معمولی ہیں،مٹی کی اور جو کچھ بھی ہے مٹی ہی ہے۔

---

(۱) یہ قید اس لئے لگائی کہ بعض دفعہ سچا وصال نہیں ہوتا، بلکہ انسان کا وہم ہوتا ہے کہ میں واصل ہوں اور اللہ تعالیٰ کو اس کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہیں ہوتا،بس وہ حال ہوتا ہے: ؎

وكل يدعى وصال ليلىٰ ☆ وليلىٰ لاتقرلهم بذاك

تعلق مع اللہ کی تاکید اور تصوف کی حقیقت

اللہ سبحانہ کے تعلق کو لازم سمجھو! اللہ کے حق کی قسم اس کے سوا نہ کوئی ضرر دے سکتا ہے، نہ نفع، نہ جدا کر سکتا ہے نہ ملا سکتا ہے، نہ (کچھ دولت ظاہری یا باطنی) دے سکتا ہے نہ روک سکتا ہے، اس کا انکار نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ تک (پہنچنے کے لئے) کچھ وسیلے ضرور ہیں (مثلاً اعمال صالحہ وغیرہ) اور کچھ واسطے بھی ہیں جن کی ناشکری نہیں کی جاسکتی (مثلاً مشائخ سلسلہ)۔

مگر بڑی چیز دراصل ایک ہی بات ہے جس کو تم نے (دل وزبان سے) کہا اور واصل ہو گئے اور وہ آمنت باللّٰہ (۱) ہے (کہ میں اللہ پر ایمان لایا) جب تم اللہ پر ایمان لے آؤ گے تو اس کی کتاب اور رسول اور ان تمام باتوں پر بھی ایمان لے آؤ گے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر بھی عمل کروگے:

﴿وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ (الحشر: ۷)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ تم کو (حکم وغیرہ) دیں اس کو قبول کرو اور جس چیز سے منع کر دیں اس سے باز آ جاؤ۔

---

(۱) شیخ کے اس کلام سے صاف ظاہر ہو گیا کہ تصوف میں جن باتوں کو تعلیم دی جاتی ہے وہ سب آمنت باللّٰہ کے متعلقات ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ شریعت وطریقت ایک چیز ہے، کیونکہ ایمان کا حکم اور اس کی تکمیل کا حکم شریعت میں موجود ہے، بس بات صرف اتنی ہے کہ تکمیل ایمان کے مفصل طریقوں کو فقہ میں بیان نہیں کیا گیا، بلکہ اس کو فقہ سے الگ بیان کر کے اس کا نام طریقت رکھ دیا گیا، مگر الگ کتابیں ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ طریقت شریعت سے جدا کوئی چیز ہے، بلکہ جس طرح فقہ شریعت کا ایک جزو ہے اسی طرح طریقت بھی اس کا ایک جزو ہے۔

اوران وسیلوں اور واسطوں کی بھی تعظیم کرو گے جو تم کو اللہ کا پتہ بتلاتے ہیں، اللہ کی توحید (خالص) بھی اختیار کرو گے، اور اس کے دروزاہ پر آنسو بہاتے ہوئے کھڑے ہو گے، اور ذلت وخشوع کے ساتھ (اس کے سامنے) زمین کو بوسہ دو گے، اور معلوم ہو جائے گا کہ کہاں تم کو لوٹ کر جانا ہے، اور ملاقات کے موقع کے لئے جو سامان (ضروری اور) مناسب ہے اس کی تیاری میں بھی مشغول ہو جاؤ گے، اور تمام اعمال میں اخلاص سے کام لو گے یہاں تک کہ سراپا اخلاص بن جاؤ گے۔

اس کے بعد تم (بڑے بڑے) درجات کے لائق ہو گے، تمہارے اوپر عطاؤں کے بادل برسیں گے، اور کرم کے خلعت ڈالے جائیں گے، تمہارے لئے نعمتوں کے دستر خوان بچھائے جائیں گے، اور تمہاری معرفت کا جال تمام مخلوق پر پھیلا دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ کسی کو باقی نہیں چھوڑے گا (بلکہ سب کو اپنے اندر لے گا) اور تمہارے نائب خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی دعوت اللہ کے حکم سے ظاہر وباطن میں ہر جگہ پہنچ جائے گی (یعنی ظاہر میں بھی تمہاری معرفت کا چرچہ ہوگا اور باطن میں بھی اہل اللہ کے قلوب تمہاری معرفت وولایت پر شاہد ہوں گے)۔

تعظیم علماء کی تاکید اور یہ کہ شریعت وطریقت دونوں ایک ہیں

بزرگو! جس طرح اولیاء وعارفین کے درجہ کی تعظیم کرتے ہو اسی طرح فقہاء وعلماء کے درجہ کی بھی تعظیم کرو، کیونکہ (دونوں کا) راستہ ایک ہی ہے۔ یہ حضرات (علماء فقہاء) ظاہر شریعت کے وارث اور احکام شرعیہ کے محافظ ہیں، لوگوں کو احکام بتاتے ہیں، اور ان احکام ہی کے ذریعہ سے واصلین کو اللہ تعالیٰ کا وصل نصیب ہوتا ہے، کیونکہ جو عمل اور جو کوشش شریعت کے خلاف کسی اور طریق پر ہو اس سے کچھ بھی فائدہ نہیں۔

اگر کوئی عابد پانچ سو برس تک خلاف شریعت عبادت کرتا رہے تو یہ عبادت اسی کے منہ پر ماری جائے گی، اور اس کی گردن پر گناہ الگ ہوگا، حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن اس عبادت کو کسی وزن میں بھی شمار نہ کریں گے۔ جس شخص کو (احکام) دین کی سمجھ حاصل ہو اس کی دو رکعتیں اللہ تعالیٰ کے نزدیک جاہل درویش کی دو ہزار رکعتوں سے افضل ہیں، پس خبردار! علماء کے حقوق نہ ضائع کرنا، تم کو ان سب کے ساتھ حسن ظن رکھنا چاہئے اور ان سے جو متقی اور عالم باعمل ہیں (کہ اللہ نے جو علم ان کو دیا ہے اس پر عمل بھی کرتے ہیں)۔

علماء باعمل ہی حقیقت میں اولیاء ہیں

انکی حرمت (وعزت) کی تمہیں خاص طور پر حفاظت کرنا چاہئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو ایسی چیزوں کا علم دیتا ہے جو اس کو (پہلے سے) معلوم بھی نہیں ہوتیں (اور یہی بزرگی اولیاء اللہ کو حاصل ہوتی ہے، پس ثابت ہوا کہ علماء باعمل ہی حقیقت میں اولیاء اللہ ہیں۔ (رواہ ابونعیم فی الحلیۃ)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ" (کنز العمال: ۲۸۶۷۹/۱۰) علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں (اور یہ بہت بڑی فضیلت ہے جس سے علماء باعمل سرفراز ہیں) یہی لوگ تمام انسانوں کے سردار اور تمام مخلوق سے اشرف، اور حق تعالیٰ کا راستہ بتلانے والے ہیں۔

شریعت کا وجود طریقت سے الگ اور طریقت کا وجود شریعت سے الگ نہیں ہوسکتا

تم ایسا مت کہو جیسا بعض (جاہل) صوفی کہا کرتے ہیں کہ ہم اہل باطن

ہیں، اور وہ اہل ظاہر ہیں (یہ بات غلط ہے کیونکہ یہ دین ظاہر و باطن دونوں کا) جامع ہے، اس کا باطن ظاہر کا مغز ہے اور ظاہر باطن کا ظرف ہے (یعنی اس کا محافظ) اگر ظاہر نہ ہوتا تو باطن کہاں چھپتا، اگر ظاہر نہ ہوتا تو باطن کا وجود ہی نہ ہوسکتا، (کیونکہ) دل بغیر جسم کے موجود نہیں ہوسکتا، بلکہ اگر جسم نہ ہو دل خراب ہو جائے گا، اور دل بدن کا نور ہے، اگر بدن میں دل نہ ہو تو وہ مردہ اور تاریک ہوگا، اس لئے ظاہر باطن کا محتاج ہے اور باطن ظاہر کا)۔

یہ علم جس کا نام بعض لوگوں نے علم باطن رکھا ہے، اس کی حقیقت دل کی اصلاح ہے اور پہلے علم (یعنی علم ظاہر) کی حقیقت عمل بالارکان وتصدیق بالجنان ہے (یعنی ظاہر بدن سے ارکان اسلام کو ادا کرنا اور دل سے توحید ورسالت وفرائض وعقائد کی تصدیق کرنا) اب بتلاؤ اگر تنہا تمہارا دل حسن نیت اور اندرونی طہارت سے آراستہ ہو گیا، مگر (اس کے ساتھ) تم نے قتل بھی کیا، چوری بھی کی، زنا بھی کیا، سود بھی کھایا، شراب بھی پی، جھوٹ بھی بولا، لوگوں پر تکبر بھی کیا، سخت سست باتیں بھی کیں تو تمہاری نیت کے درست ہونے اور دل کے پاک ہونے سے کیا فائدہ ہوا؟ اور (اسی طرح) اگر تم نے اللہ کی عبادت کی، عفت بھی اختیار کی، روزہ بھی رکھا، سچ بھی بولا، (صدقہ بھی دیا) تواضع بھی اختیار کی، مگر تمہارے دل میں ریا اور فساد چھپا ہوا ہے (تم نے یہ کام اللہ کے واسطے نہیں کیے، بلکہ مخلوق کو دکھلانے اور بزرگ بننے کے لئے کیے ہیں) تو اس عمل سے کیا نفع؟ (غرض نہ ظاہر بدون اصلاح باطن کے مفید ہے نہ باطن بدون اصلاح ظاہر کے)۔

جب یہ بات تمہاری سمجھ میں آ گئی کہ باطن ظاہر کا مغز ہے اور ظاہر باطن کا ظرف (اور محافظ) ہے دونوں میں کچھ جدائی نہیں (بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ لگا ہوا ہے) کسی کو بھی دوسرے سے استغناء نہیں، تو اب تم یوں کہو کہ ہم اہل ظاہر ہیں اور اس

کا مطلب یہ ہوگا کہ اہل باطن بھی ہیں جب تم یوں کہو گے کہ ہم ظاہر شریعت (پر چلنے) والے ہیں تو باطن اور حقیقت کو بھی تم نے (ساتھ ساتھ ذکر کر دیا (کیونکہ) صوفیہ کی وہ باطنی حالت (۱) کونسی ہے جس کے حاصل کرنے کا ظاہر شریعت نے حکم نہیں دیا؟ اور وہ کونسی ظاہری حالت ہے جس کے باطن کو درست کرنے کا ظاہر شریعت نے حکم نہیں دیا؟۔

شریعت وطریقت میں تفریق کرنا بدعت اور گمراہی ہے

پس ظاہر و باطن میں جدائی اور تفریق کے قائل نہ ہو کہ یہ گمراہی اور بدعت ہے، علماء اور فقہاء کے حقوق سے بے پروائی نہ برتو کہ یہ جہل اور حماقت ہے۔

علماء کو نصیحت کہ حلاوت علم کے ساتھ تلخی عمل بھی چاہیے

اور (اے علماء!) تم (بھی) ایسا نہ کرو کہ علم کی حلاوت (تو) لیلو اور عمل کی تلخی (اور مشقت) کو چھوڑ بیٹھو، کیونکہ یہ حلاوت بدون اسی تلخی کے نافع نہیں ہے، اور اس تلخی کا ثمرہ ہمیشہ ہمیشہ کی حلاوت ہے، (یعنی جنت کی راحت جو کبھی ختم ہونے والی نہیں ﴿اِنَّا لَا نُضِیۡعُ اَجۡرَ مَنۡ اَحۡسَنَ عَمَلًا﴾ (الکھف: ۳۰) نص قرآنی ہے (جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کا ثواب ضائع نہیں کریں گے جس نے اچھی طرح عمل کیا اور اچھی طرح عمل کرنا یہ ہے کہ اخلاص کے ساتھ کیا جائے) یہ آیت تم کو

(۱) مقصود وہ باطنی حالت ہے جو طریقت میں مطلوب ہے یعنی مقامات مثل زہد و ورع خشیت و محبت و تسلیم و رضا و توکل و تواضع وغیرہ۔ رہ گئے احوال و کیفیات سو وہ مطلوب نہیں نہ وہ کسی کے اختیار میں ہیں احوال و مواجید کسی صوفی کو حاصل ہوتے ہیں، کسی کو نہیں ہوتے اور اہل طریق کا ان کے مطلوب نہ ہونے پر اتفاق ہے۔

بتلاتی ہے کہ اعمال کا بدلہ ضرور ملے گا (جب کہ ان میں اخلاص ہو) اور اخلاص یہ ہے کہ عمل (خالص) اللہ کے لئے ہو، نہ دنیا کے لئے ہو نہ آخرت کے لئے، اور اس کے ساتھ ہر حالت میں عمل میں ہر بات میں اللہ تعالیٰ سے حسن ظن بھی ہو، اللہ پر ایمان رکھتے ہوئے اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے (عمل میں کوشش کرو اور اللہ سے امید رکھو کہ جب وہ راضی ہونگے تو تم کو بھی پوری طرح راضی کردیں گے۔

اب بتلاؤ کہ عمل اور اخلاص کی ضرورت ہے یا نہیں؟ یقیناً ضرورت ہے، جس کا انکار کوئی عالم نہیں کرسکتا پھر تم صوفیاء سے الگ کیونکر ہوسکتے ہو اور ان کے طریقہ کو شریعت سے جدا کس لئے سمجھتے ہو وہ بھی تو صرف یہی کہتے ہیں کہ عمل میں کوشش کرنا اور اخلاص کا حاصل کرنا ضروری ہے جس قدر ریاضات ومجاہدات واذکار واشغال صوفیہ کرتے ہیں، سب سے عمل کی تکمیل اور اخلاص کی تحصیل ہی تو مقصود ہے، اور کچھ نہیں، اسلئے نہ علماء صوفیہ سے الگ ہوسکتے ہیں نہ صوفیہ علماء سے)۔

علماء کا دامن پکڑنے کی تاکید

مشائخ طریقت اور میدان حقیقت کے شہسوار تم سے کہتے ہیں کہ علماء کا دامن پکڑلو، میں یہ نہیں کہتا کہ تم فلسفہ سیکھو، بلکہ یہ کہتا ہوں کہ فقہ حاصل کرو، اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی چاہتے ہیں اس کو دین کی سمجھ (یعنی علم فقہ) عطا فرماتے ہیں۔

اللہ نے کسی جاہل کو ولی نہیں بنایا اور علم ضروری کی تحقیق

اللہ تعالیٰ نے کسی جاہل کو ولی نہیں بنایا اور اگر کسی جاہل کو ولی بناتے ہیں تو اس کو عالم بنادیتے ہیں، ولی دین کے فقہ سے جاہل نہیں ہوسکتا، بلکہ وہ خوب جانتا ہے کہ نماز کس طرح پڑھنا چاہیئے، روزہ کس طرح رکھنا چاہیئے، زکوٰۃ کس طرح دینا چاہیئے،

حج کس طرح کرنا چاہئے ، وہ اللہ کے ساتھ معاملہ کرنے کا طریقہ پختہ کرلیتا ہے، ایسا شخص اگران پڑھ بھی ہو جب بھی عالم ہے (کیونکہ علم کتابیں پڑھنے پر موقوف نہیں، بلکہ علماء سے پوچھ پوچھ کر بھی حاصل ہوسکتا ہے) ایسے شخص کو جاہل وہی کہے گا جو علم مطلوب سے جاہل ہو (جیسا بہت لوگوں نے سمجھ رکھا ہے کہ عالم وہ ہے جو درسیات پڑھ چکا ہو حالانکہ) علم بدیع ،اور علم بیان اور علم ادب ،جس کا شعراء کو اہتمام ہوتا ہے، اور منطق ومناظرہ کا نام علم نہیں، (بلکہ) مختصر علم تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جن چیزوں کا حکم دیا ہے اور جن سے منع فرمایا ہے ان کو جان لے اور پورا جامع علم یہ ہے کہ علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ حاصل کرلے، رہ گئے وہ فنون جو الفاظ کے متعلق ہیں (جیسے نحو وصرف وادب وبلاغت ومعانی وبیان وغیرہ) اور وہ قواعد جو نظر وفکر کے متعلق بعض لوگوں نے بنائے اور ان کا نام بھی علم رکھ دیا ہے (جیسے منطق ومناظرہ وغیرہ) تو یہ علوم اس قول کے تحت میں داخل ہیں "**العلم بالشیء ولا الجهل به**" کہ بعض چیزوں کو جان لینا اچھا ہے ان سے ناواقف نہ رہنا چاہئے (یہ علوم مقصود نہیں اگر کوئی جان لے اچھا ہے ورنہ کچھ ضرورت نہیں)۔

صحبت علماء کی تاکید اگرچہ بے عمل ہوں

علماء سے میل ملاپ قطع نہ کرو، ان کی مجالس میں بیٹھا کرو، (ان کی باتیں سنا کرو) ان سے علم حاصل کرو (اور) یہ مت کہو کہ فلاں (عالم) تو بے عمل ہے، (ہم اس سے کیوں کر ملیں، اس کی باتیں کس طرح سنیں) تم اس سے علم کی باتیں لے لو، اور خود ان پر عمل کرو اس کو اور اس کے عمل کو اللہ کے حوالہ کرو)۔

اولیاء اللہ کی تعریف اور انکی صحبت کی تاکید

اولیاء اللہ مخلوق کے واسطے پل ہیں، جن کو توفیق ہوتی ہے وہ ان کے اوپر سے

گذر کر اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتے ہیں، یہ لوگ عمل کرنے والے ہیں، اخلاص والے ہیں (دنیا سے پاک صاف) خالص ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی عبادت کے لئے خاص کر لیا اور اپنے دربار میں مقرب بنا لیا ہے ان کے دلوں پر غیر اللہ کا حجاب ایک لمحہ کو بھی نہیں آتا، انہوں نے درمیانی چیزوں کو بیچ سے نکال دیا ہے اور اسرار (الٰہی) پر خفاء کے پردے ڈال دئے ہیں (کہ نا اہلوں کے سامنے ان کو بیان نہیں کرتے) رات کو عبادت کے لئے کھڑے ہوتے ہیں، دن کو روزہ رکھتے ہیں، بعض پر فکر غالب ہے، کسی پر ذکر غالب ہے، اور کسی نے تمام متفرقات کو جمع کر لیا ہے (کہ ذکر بھی کرتے ہیں، فکر بھی کرتے ہیں، عبادات نافلہ کی کثرت بھی کرتے ہیں: ؎

ہر گلے رارنگ وبوئے دیگر است

ترجمہ: ہر پھول کا رنگ اور بو الگ ہوتے ہیں۔

یہ ایسے مرد ہیں کہ انکو تجارت اور خرید وفروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔

میں تم کو سختی کے ساتھ وصیت کرتا ہوں کہ دین کے (فرائض و) واجبات کا علم حاصل کر لینے کے بعد ان کی صحبت اختیار کرو، کیونکہ ان کی صحبت بڑا مجرب تریاق ہے، (جس سے دل کی تمام بیماریاں جاتی رہتی ہیں) دین کی چوٹی ان ہی کے پاس ہے صدق (سچائی) وصفاء (صفائی) ذوق (درددل) ووفا (وفاداری)، اور دنیا وآخرت سب سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف یکسو ہو جانا انہیں کا کام ہے۔

اور یہ باتیں کتابیں پڑھنے پڑھانے اور مجلسیں جمانے سے نہیں حاصل ہوتیں، یہ تو صرف (۱) شیخ کامل عارف کی صحبت سے حاصل ہوتی ہیں، جو حال اور قال دونوں کا جامع ہو کہ اپنی باتوں سے راستہ بتلائے اور حال سے ہمت کو بڑھائے۔

---

(۱) نہ کتابوں سے نہ وعظوں سے نہ زر سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

شیخ کا حال کامل ہو یا ناقص اسکے مریدوں میں ظاہر ہو کر رہتا ہے

یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے، پس ان کے طریقہ کا اتباع کرو شیخ کی حالت کمال ہو یا نقصان اس کے متبعین (۱) اور مریدین میں ظاہر ہو کر رہتی ہے اور پشتوں تک سلسلہ بسلسلہ ظاہر ہوتی رہتی ہے۔ اب اگر شیخ میں کوئی حالت کمال ہے تو اس سے کامل کا حال بلند ہو جاتا ہے اور ناقص کا حال ترقی پکڑ جاتا ہے اور اگر نقصان کی حالت ہے تو اس سے کامل کا حال ناقص ہو جاتا ہے اور ناقص کا حال زائل ہو جاتا ہے، مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ (کسی پر) عنایت فرمائیں تو اس میں (شیخ کے ناقص) احوال کی تاثیر ظاہر نہیں ہوتی۔

پس اپنے بعد کوئی ایسا نشان نہ چھوڑنا جس سے تمہارے متبعین میں جو کامل ہوں ان کا حال تو ناقص ہو جائے، اور ناقصوں کا حال زائل ہی ہو جائے (بلکہ ایسے آثار چھوڑ کر جاؤ جن سے کامل کو بلندی اور ناقص کو ترقی ہو) مرد وہ ہے جس کے آثار اس کے بعد بھی چمکتے رہیں، مردوں کا قول ہے:

"اِنَّ اثارنا تَدُلُّ عَلَیْنَا فَانظُرُوْا بَعْدَنَا اِلیٰ الاٰثَار" ہمارے آثار تم کو ہمارا پتہ دیں گے، ہمارے بعد تم ہمارے آثار میں نظر کرو۔

(صاحبو!) تم اپنے پیچھے ذلت وانکسار اور دعوے سے علیحدگی، اور بڑائی کے میدان سے باہر ہو جانے، اور اللہ تعالیٰ کے دروازہ پر ذلت ظاہر کرنے اور درویشوں اور علماء سے محبت کرنے، اور اپنے کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر کے تقدیر کی موافقت کرنے اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے کا نشان چھوڑ جاؤ۔

---

(۱) مراد وہ متبعین ہیں جو معتد بہ عرصہ تک شیخ کی صحبت میں رہے ہوں اور جو لوگ صرف مرید ہی ہوئے، پھر شیخ کو صورت بھی نہیں دکھلائی ان میں شیخ کا اثر ظاہر نہیں ہوتا الا ماشاء اللہ۔

عبدیت اختیار کرنے کی تاکید

خبردار! وقت سے دھوکہ (۱) نہ کھانا یہ عارف کے نزدیک کوئی چیز نہیں، ہاں اگراس کو طاعت کے سوا کسی کام میں صرف نہ کرے، اوراس سے ایسی حالت حاصل ہو جو دل کو ٹھنڈا (مطمئن) کردے، (تو البتہ یہ نعمت ہے جس کے شکرادا کرنا چاہیئے، مگر دھوکہ نہ کھائے، ناز نہ کرے، کیونکہ اول تو رات دن میں ایسا وقت بہت ہی کم ملتا ہے جس سے دل ٹھنڈا ہو زیادہ حصہ وقت کا لذات نفس میں گذر جاتا ہے، پھراس کا کیا بھروسہ ہے کہ ہمیشہ ایسا ہی وقت رہے گا۔

طریقت کا خلاصہ دو لفظوں میں

(۱) شریعت پر مضبوطی کے ساتھ چلنا۔ (۲) صرف اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کا طالب بننا (یعنی اللہ کے سوا تمام چیزوں کی طلب دل سے نکال دینا)۔

---

(۱) یعنی کسی کا وقت اچھی حالت میں گذر رہا ہو اور حالت موجودہ بنی ہوئی ہو تو اس سے دھوکہ نہ کھانا چاہیئے، کیونکہ آئندہ کی کیا خبر ہے کیا ہونے والا ہے: ؎

غافل مرو کہ مرکب مردان مرد را
درسنگاخ بادیہ پہیا بریدہ اند
نومید ہم مباش کہ رندان بادہ نوش
ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

ترجمہ: غافل ہو کر مت چلو کہ بہت سے زبردست جوانوں کی تیز رفتار سواریاں سنگلاخ میدانوں میں تھک گئیں (لیکن) ناامید بھی مت ہو کیونکہ شراب عشق سے مدہوش جوان اچانک ایک ہلے میں منزل تک پہنچ گئے ہیں۔

عزیز من! یہ شریعت تیرے سامنے ہے، دیکھ لے تیرے نبی علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کس طرح رہتے تھے، کیونکر باتیں کرتے تھے، اور لوگوں سے خواہ وہ نیک ہوں یہ بدکن اخلاق سے پیش آتے تھے، پھر تو بھی آپ جیسے عمل کر، آپ کی طرح باتیں کر، آپ کے اخلاق (حمیدہ کو) اختیار کر، اگر تو نہیں جانتا تو علماء سے پوچھ لے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ﴾ (النحل: ۴۷)

ترجمہ: اگر تم نہیں جانتے تو اہل علم سے دریافت کرو۔

فخر کی مذمت اور عبدیت کی تعریف

عزیز من! تم اپنے باپ پر فخر کرتے ہو (کہ وہ بڑا عالم یا درویش تھا سو) آدم علیہ السلام سب سے پہلے برگزیدہ (نبی) کی اکثر اولاد، اسی طرح بہت سے انبیا ومرسلین کی اولاد کافر ہوگئی (ان کے لئے آدم علیہ السلام یا اور کسی نبی کی اولاد میں ہونا کچھ بھی باعث فخر نہ ہوا، اسی طرح یہ کیا ضرور ہے کہ تیرا باپ لائق ہو تو تو بھی لائق ہو، ممکن ہے وہ لائق ہو اور تو نالائق ہو) تو اپنے علم پر فخر کرتا ہے، سو ابلیس نے علم کی ہر گتھی کو سلجھا لیا، اور دنیا کے تمام صحیفوں) (اور کتابوں) کو پڑھا اور حل کر لیا، (مگر تنہا علم سے اس کو کچھ نفع نہ ہوا) تو اپنے مال پر فخر کرتا ہے، سو قارون کو اس کے مال ہی نے تباہ کیا، تو اپنی بادشاہت پر فخر کرتا ہے، مگر فرعون کو اس کی بادشاہت اللہ کے عذاب سے ذرا نہ بچا سکی۔

عزیز من! ان چیزوں پر فخر کرنا چھوڑ دے اور ذلت وعاجزی اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر، ابراہیم علیہ السلام نے سب سے یکسو ہو کر اللہ کی طرف

رجوع کیا تو وہ ہلاک نہیں ہوئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب پروردگار کے سامنے اپنے ذلت کا بستر بچھا دیا تو وہ ذلیل نہیں ہوئے، یونس علیہ السلام نے جب سچی التجا سے "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ" (آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، آپ تمام عیبوں سے پاک ہیں، میں ہی خطاوار تھا) کہا تو ان کی شان میں ذرہ برابر کمی نہ آئی۔ جب یوسف علیہ السلام نے اپنے کو تقدیر الٰہی کے حوالہ کر دیا اور اللہ ہی پر بھروسہ کیا تو وہ ناکام نہیں ہوئے۔ نبی ایسے ہی ہوتے ہیں۔ رسولوں کا یہی طریقہ ہے، صدیقین اور صلحاء کا یہی طرز ہے، یہ حضرات فخر وتکبر سے پاک ہوتے ہیں تواضع اور خاکساری ان کا شعار ہے) اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں، (پس جو انبیاء ومرسلین اور صدیقین وصالحین کے طریقہ پر چلے گا وہ کبھی ناکام نہ ہوگا)۔

ترک اسباب کی ضرورت نہیں غفلت اور گناہوں سے بچو

عزیز من! اگر تو (اللہ تعالیٰ سے) الگ ہوجائے اور خود وصل کے گمان میں رہے اپنے کو عالم سمجھتا رہے، حالانکہ (درحقیقت) تو ایک قسم کے جہل میں مبتلا ہے، تو مجھ پر ناراض نہ ہونا کیونکہ تم سے معاملہ فوت ہوگیا، (جس پر وصل کا مدار ہے) اور قوم تجھ سے آگے بڑھ گئی، اور تیرے اوپر سر سے پیر تک ملامت چھا گئی، (کیونکہ تو نے کامیابی کا راستہ اختیار نہیں کیا)۔

میں یہ نہیں کہتا کہ تم تجارت وصنعت (وحرفت) وغیرہ جملہ اسباب سے الگ ہوجاؤ، بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ ان کاموں میں غفلت، اور (ارتکاب) حرام سے بچتے رہو، میں یہ نہیں کہتا کہ تم بیویوں کو چھوڑ دو، اچھے کپڑے نہ پہنو، بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ خبردار! بیوی بچوں میں ایسے مشغول نہ ہونا کہ خدا کو بھول جاؤ، کپڑے (قیمتی) پہن کر اللہ کی غریب مخلوق کے سامنے نہ اتراؤ۔ نیز میں یہ کہتا ہوں کہ ضرورت سے زیادہ اس

طرح زینت وآرائش کا اظہار نہ کرو کہ فقراء کے دل ٹوٹ جائیں، مجھے اندیشہ ہے کہ (ایسی زینت سے) تمہارے دلوں میں عجب اور غفلت پیوستہ ہو جائے گی۔

میں تو یہ کہتا ہوں کہ اپنا لباس صاف ستھرا رکھو) کہ یہ زینت مطلوب ہے حق تعالیٰ فرماتے ہیں) ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ﴾ (الاعراف: ۳۲) کہہ دیجئے کس نے اللہ کی زینت کو حرام کر دیا جو خدا نے اپنے بندوں کے لئے پیدا کی ہے اور کس نے پاکیزہ روزیوں کو حرام کیا؟ مگر میں (اس کے ساتھ) یہ بھی کہتا ہوں کہ اپنے دلوں کو بھی پاک وصاف رکھو، کیونکہ یہ کپڑوں کی صفائی سے مقدم ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے کپڑوں کو نہیں دیکھتے، بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتے ہیں، ہمارے سردار (حضرت نبی کریم) علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات نے ایسا ہی یا اس کے قریب قریب فرمایا ہے۔

ولی کی تعریف

سن لو ولی وہ ہے جس نے نفس وشیطان اور دنیا اور اپنی خواہش سے منہ موڑ لیا، اور اپنے چہرہ اور دل کو مولیٰ (تعالیٰ شانہ) کی طرف پھیر دیا، اور دنیا وآخرت (دونوں) سے بے رخی کر کے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کا طالب نہیں ہوا، اور قانع وہ ہے جو تقدیر پر راضی ہو اور بقدر ضرورت (سامان) پر کفایت کرے، (زیادہ کی ہوس نہ کرے)۔

اخلاق رذیلہ سے بچنے کی تاکید اور ہر ایک کی حقیقت کا بیان

میں تم کو چند اوصاف اور اخلاق سے ڈراتا ہوں، خبردار! ان میں سے کسی کو اپنے اندر جگہ نہ دینا، کیونکہ یہ زہر قاتل ہیں۔ میں تم کو اللہ سے ڈرنے کی اور ان

خصلتوں سے دور رہنے کی سخت تاکید کرتا ہوں۔

جن میں سے (ایک) **حسد** ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ انسان دوسرے کی نعمت کا زوال چاہے۔

اور (دوسرے) **کبر** ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنے کو دوسری سے اچھا سمجھے۔

اور (تیسرے) **جھوٹ** ہے جس کی حقیقت خلاف واقع بات گھڑنا اور ایسی فضول بیہودہ بات کہنا ہے جس میں کسی قسم کا نفع نہ ہو۔

اور چوتھے) **غیبت** ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کا ایسا عیب (پیچھے) بیان کیا جائے جو بشریت کی بنا پر اس میں ہے۔

اور پانچوے) **حرص** ہے جس کی حقیقت دنیا سے جی نہ بھرنا ہے۔

اور (چھٹے) **غضب** (غصہ) ہے جس کی حقیقت خون کا جوش میں آنا ہے بدلہ لینے کے ارادہ سے۔

اور (ساتویں) **ریا** ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اس بات سے خوشی حاصل کرنا چاہے کہ دوسرے اس (کے اعمال) کو دیکھ رہے ہیں۔

اور (آٹھویں) **ظلم** ہے جس کی حقیقت یہ ہے کہ اپنے نفس کی پیروی کرے اس کی ہر خواہش میں (کہ جو دل میں آیا کر گذرا، چاہے اپنے کو یا کسی کو تکلیف پہنچے یا نقصان)۔

خوف اور امید ساتھ ساتھ رکھنے کی تاکید

نیز میں تم سے یہ بھی کہتا ہوں کہ ہمیشہ خوف اور امید کے درمیان رہو، خوف (کی حقیقت) یہ ہے کہ آدمی اپنے گناہوں کو پیش نظر کر کے اللہ تعالیٰ سے ڈرے، اور

امید یہ ہے کہ (اللہ تعالیٰ کے) اچھے وعدے (کو یاد کرنے) سے دل میں سکون (وراحت) پیدا ہو، ریاضت کے ذریعہ روح کی صفائی کا ہمیشہ خیال رکھو اور ریاضت کی (حقیقت یہ ہے کہ حالت مذمومہ (بری عادت وخصلت) کو حالت محمودہ (اچھی عادت وخصلت) سے بدلا جائے۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی تاکید

امر بالمعروف ونہی عن المنکر کو (اچھے کاموں کا حکم کرنا برے کاموں سے روکنا) اپنا شعار بناؤ ﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ﴾ (آل عمران:۱۹) اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین جو کچھ ہے اسلام ہی ہے (اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اسلام کا شعار ہے) جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہے، وہ زمین میں اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ہے، کتاب اللہ کا خلیفہ ہے، صادق مصدوق (سچے پیغمبر) علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام نے ہم کو ایسا ہی بتلایا ہے، امیر المؤمنین سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ بہترین جہاد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے، اور جس نے فاسقوں سے عداوت کی، اللہ کے لئے (نافرمانوں پر) غصہ کیا، اللہ کے لئے جہاد کیا، اور اسلام کے سوا کسی دین کا طالب نہ ہوا اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیں گے۔

ناقلان حدیث نے اللہ ان سے راضی ہو برے کاموں سے روکنے میں سستی کرنے والے اور برے کاموں میں مبتلا ہونے والے کی مثال یوں بیان کی ہے جیسے ایک جماعت کشتی میں سوار ہو کچھ آدمی اوپر (کے درجہ مین) ہوں کچھ نیچے (کے درجہ میں) پھر ایک شخص کلہاڑی ہاتھ میں لے کر کشتی کے نیچے کا تختہ توڑنے لگا، لوگ اس کے پاس آئے کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ کہا مجھے پانی کی ضرورت ہے، اب اگر کشتی والوں

نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور (تختہ توڑنے سے) روک دیا تو اس کو بھی (ہلاکت سے) بچالیں گے اور اپنے کو بھی، اور اگر اس کو اسی حال پر چھوڑ دیا تو اسے بھی ہلاک کریں گے اور اپنے کو بھی۔

حدیث میں آیا ہے: "مَا مِنْ قَوْمٍ عَمِلُوْا بِالْمَعَاصِیْ وَفِیْهِمْ مَنْ یَقْدِرُ اَنْ یُنْکِرُ عَلَیْهِمْ فَلَمْ یَفْعَلْ اِلَّا اَوْشَکَ اَنْ یَعَمَهُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِنْ عِنْدَهٗ" (مشکوٰۃ: ۴۳۶)

جو قوم معصیت میں مبتلا ہو، اور اس میں ایسے لوگ بھی ہوں جو گناہ کرنے والوں پر انکار کر سکیں، (یعنی ان کو روک سکیں یا برا بھلا کہہ سکیں) پھر بھی انہوں نے ایسا نہ کیا تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر ایسا عذاب اپنی طرف سے بھیجیں جو سب کو گھیر لے گا۔

سعادت کی کنجی اتباع رسول اللہ ﷺ ہے

میں تم سے کہہ دینا چاہتا ہوں کہ دائمی سعادت کی کنجی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے، تمام افعال میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کئے ہیں اور جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رُکے ہیں، اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وضع کا کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے، سونے بولنے میں بھی اتباع کیا جائے تاکہ تم کو اتباع کامل نصیب ہو جائے۔

ہم کو ایک بزرگ کے متعلق معلوم ہوا ہے کہ انہوں نے (عمر بھر) خربوزہ نہیں کھایا، کیونکہ ان کو کسی حدیث سے یہ معلوم نہ ہوا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خربوزہ کس طرح کھایا ہے۔

اسی طرح ایک بزرگ نے بھولے سے موزہ کو بائیں پیر میں پہلے پہننا شروع کر دیا تو اس (خلاف سنت حرکت) کے کفارہ میں کسی قدر گیہوں خیرات کئے۔

حضور ﷺ کی عادات کو معمولی بات سمجھ کر نہ ٹال دو

خبردار! یہ مت کہنا کہ یہ باتیں تو حضور اقدس صلی الہ علیہ وسلم کی عادات سے متعلق ہیں (عبادات سے متعلق نہیں) اور یہ کہہ کر ان کو چھوڑ دو، کیونکہ ان کا چھوڑنا سعادت کے دروازوں میں سے بہت بڑے دروازہ کو بند کردے گا، باقی عبادات میں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع نہ کرنے کے لئے میرے خیال میں کسی کے پاس کوئی بھی عذر نہیں ہوسکتا، سوا اس کے کہ اس کے دل میں کفر چھپا ہوا ہو، یا پورا احمق ہو۔ اللہ ہم کو اور تم کو اس سے بچائے۔

کوئی عاقل حضور ﷺ کی عادات وعبادات کی خوبی سے انکار نہیں کرسکتا

بزرگو! خدا کی قسم میرے خیال میں تو روئے زمین پر کوئی بھی عقل والا جسے بھلے برے کی کچھ تمیز ہو ایسا نہ ہوگا جس کے دل میں یہ اعتقاد، اور دماغ میں اس بات کا یقین نہ ہو کہ عبادت (کی) جو (صورت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمائی ہے، اور عادت (کی) جو (شان) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمائی ہے وہی پسندیدہ (اور بہتر اور کامل) حالت ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی، اور مخلوق کے نزدیک بھی، اور یہی وہ آداب ہیں جو خالق تعالیٰ شانہٗ کے نزدیک مقبول، اور مخلوق کے نزدیک محبوب ہیں، دل کو اطمینان اور نفس کو سکون ان ہی سے ہوتا ہے۔

کیا نشہ میں مست ہونے والے اور ہوش والے، اور چوری کرنے والے اور امانت والے، اور جھوٹ بونے والے، اور سچ بولنے، اور زنا کار، اور عفت وعصمت

والے اور تکبر کرنے والے، اور تواضع کرنے والے، اور سخاوت کرنے والے، اور ظلم کرنے والے، اور انصاف کرنے والے، جھوٹا دعویٰ کرنے والے اور سچا دعویٰ کرنے والے، اور مکر وفریب کرنے والے، اور رحم وکرم والے، اور عبادت کرنے والے، اور سونے والے، اور عقل والے، اور پریشان خیال والے، اور نیک کام کرنے والے، اور برا کام کرنے والے، اور کافر ومؤمن کی حالت میں عقل (انسانی) کچھ فرق نہیں سمجھتی؟ (یقیناً سمجھتی ہے جس کا انکار نہیں ہوسکتا اب دیکھ لو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جن باتوں کا حکم دیا، اور جن عادات کو اختیار فرمایا ہے، وہی سب سے اچھی ہیں یا نہیں)"اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَات لِاُوْلِیْ الْاَلْبَابَ" بیشک اس میں بڑے دلائل ہیں عقل والوں کیلئے۔

اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مکرر تاکید

اللہ اللہ! اس رسول عظیم الشان (ﷺ) کی جو ہمارے پاس تمام عالم کیلئے رحمت، مخلوق پر حجت، اور موحدین کے لئے نعمت بن کر تشریف لائے ہیں، پوری متابعت (اور کامل پیروی) کرو۔

موت کو یاد رکھنے کی تاکید

خبردار! موت کو نہ بھولنا، کیونکہ یہ بھول غفلت سے پیدا ہوتی ہے، اور غفلت اللہ کو کم یاد کرنے سے اور ذکر اللہ کی کمی ایمان کی کمی سے ہوتی ہے اور قلت ایمان کی جڑ جہل ہے، اور جہل گمراہی ہے۔

بعض آسمانی کتابوں میں لکھا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ ارشاد فرماتے ہیں، اے ابن آدم! تو میری (دی ہوئی) عافیت کے ذریعہ سے میرے طاعت پر قادر ہوا، اور

میری توفیق سے تو نے میرا فرض ادا کیا، بتلا تو نے کیا کمال کیا؟) پھر میرا رزق کھا کر میری نافرمانی میں زور دکھانے لگا (سوچ کہ شرم وحیا بھی کوئی چیز ہے؟) میری مشیت ہی سے تو جو کچھ چاہے اپنے نفس کے لئے چاہ سکتا ہے (اگر میری مشیت امداد نہ کرے تو تو کچھ بھی نہیں چاہ سکتا۔ اب سمجھ کہ تو میری مشیت سے میری نافرمانی ہی میں مدد لینا چاہتا ہے یہ کتنی بڑی بے حیائی ہے)۔

تو میری نعمت ہی سے کھڑا ہوتا، بیٹھتا لیٹتا ہے، میرے ہی دامن میں صبح کرتا، اور شام کرتا ہے، میرے ہی فضل سے جیتا، اور (سر سے پیر تک) میری نعمت میں (غرق ہو کر) چلتا پھرتا ہے، اور میری (دی ہوئی صحت و عافیت ہی کی وجہ سے تو خوبصورت بنا ہوا ہے) (اس پر بھی تیری حالت یہ ہے کہ) مجھے بھولتا ہے دوسروں کو یاد کرتا ہے، میرا شکریہ ادا نہیں کرتا، (مخلوق کے شکریہ میں ہر وقت بچھا جاتا ہے)۔

اے ابن آدم! موت تیرے چھپے ہوئے بھیدوں کو ظاہر کر دی گی، قیامت تیری ساری حرکتوں کو آشکارا کر دے گی، اور عذاب (جہنم) تیرے پردوں کو توڑ دے گا، (پس یہ خیال نہ کرنا کہ تیری یہ بے حیائی، یہ بے انصافی چھپی رہے گی، ایک دن تمام مخلوق کے سامنے تیرا معاملہ ظاہر ہو گا کہ خدا نے تیرے ساتھ کیا کیا اور تو نے اس کے ساتھ کیا کیا؟ ہوش سے کام لے بیہوش نہ بن)۔

جب تو کوئی چھوٹا گناہ کرے تو اس کے چھوٹا ہونے پر نظر نہ کر، بلکہ اس کو دیکھ جس کی تو نافرمانی کر رہا ہے، اور جب تجھ کو تھوڑا سا رزق ملے تو اس کے تھوڑا ہونے کو نہ دیکھ، بلکہ اس کو دیکھ جس نے تجھ کو رزق دیا ہے، چھوٹے گناہ کو حقیر نہ سمجھ، کیونکہ تجھے خبر نہیں کہ کس گناہ سے تو میرا نافرمان بن جائے گا (ممکن ہے کسی وقت دریائے رحمت جوش میں ہو تو تیرے بڑے سے بڑے گناہ پر بھی مواخذہ نہ ہو، اور کسی وقت عدل وانصاف کی ہوا چل رہی ہو تو تیرے چھوٹے گناہ پر بھی گرفت ہو جائے۔

میرے خفیہ قہر سے بے فکر نہ ہو، کیونکہ وہ تجھ پر اس چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے جو اندھیری رات میں پتھر پر چل رہی ہو، اے ابن آدم! کیا تو نے میری نافرمانی کرتے ہوئے میرے غضب کو بھی یاد کیا ہے (اگر اس کو یاد کر لیتا تو میری نافرمانی کی جرأت تجھے نہ ہوتی)۔

آٹھ آدمیوں کی صحبت سے آٹھ باتیں پیدا ہوتی ہیں

جو شخص آٹھ قسم کے لوگوں کے پاس بیٹھے گا اس میں اللہ تعالیٰ آٹھ باتیں زیادہ کر دیں گے، جو حکام کے پاس بیٹھے گا اللہ تعالیٰ اس میں تکبر اور سنگدلی بڑھا دیں گے۔ جو مالداروں کے پاس بیٹھے گا اس میں دنیا اور دنیا کے ساز وسامان کی حرص۔ جو فقہاء کے پاس بیٹھے گا اس میں تقدیر پر رضا۔ جو بچوں کے پاس بیٹھے گا اس میں لہو ولعب (کھیل کود) کا شوق۔ اور جو عورتوں کے پاس زیادہ بیٹھے گا اس میں جہالت اور شہوت بڑھا دیں گے۔ اور جو نیک لوگوں کے پاس بیٹھے گا اس میں طاعات کی رغبت۔ اور اہل علم کے پاس بیٹھے گا اس میں علم اور احتیاط بڑھا دیں گے۔ اور جو فاسقوں کے پاس بیٹھے گا اس میں گناہ (کی رغبت) اور توبہ کی ٹال مٹول زیادہ کر دیں گے۔

نیز وارد ہوا ہے کہ عاقل کی صحبت دین دنیا وآخرت کی ترقی (کا سبب) ہے، اور بیوقوف کی صحبت (سے) دین ودنیا کا نقصان اور موت کے وقت حسرت وپشیمانی اور آخرت میں خسارہ (ہوتا ہے)۔

بزرگو! تین شخصوں کے لئے شفاعت ہے (یعنی ان کو دوسروں کی شفاعت کا حق دیا جائے گا) عالم اور خادم (۱) اور صبر کرنے والا فقیر۔

نصائح مختلفہ

بزرگو! غیب سے جو کچھ آئے، اور آسمان سے جو حادثہ بھی نازل ہو، اس کو خوشی اور فراخدلی سے لو، اللہ تعالیٰ سے (ہر حال میں) خوش رہو، اور تم سے جہاں تک ہو سکے مخلوق خدا کی حاجتیں پوری کرنے میں لگے رہو، کیونکہ جو شخص دنیا میں اپنے بھائی مسلمان کی ایک حاجت پوری کرے گا اللہ تعالیٰ آخرت میں اس کی ستر حاجتیں پوری فرمائیں گے، کسی قوم کا معزز آدمی ذلیل ہو گیا ہو، یا مالدار آدمی محتاج بن گیا ہو تو اس پر رحم کیا کرو۔

کثرت سے صدقہ کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے سبب سے بلاؤں کو دور کر دیتے ہیں، مہمانوں (کی خاطر داری اوران) کا اکرام کرو، کیونکہ نبوت سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت یہی تھی۔

لوگوں کے ساتھ اخلاق سے پیش آؤ

لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ، کیونکہ خلق حسن تمام اعمال (نافلہ) سے افضل ہے مثل مشہور ہے "**اذ لم تسع الناس بمالک، فسع الناس**

(۱) غالباً خادم سے مراد وہ لوگ ہیں جن کو خدمت خلق کا بہت خیال تھا، خواہ جان سے یا مال سے یا بات سے: ؎

بزرگی بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح وسجادہ ودلق نیست

ترجمہ: بزرگی خدمت خلق کا نام ہے نہ کہ تسبیح، مصلی اور خرقہ (گدڑی) کا۔

بخلقک" اگر تم اپنے مال سے لوگوں کو آرام نہ دے سکو تو اپنے اخلاق ہی سے آرام پہنچاؤ (نیز کہا جاتا ہے) "احسن الحسن الخلق الحسن" سب سے بہتر حسن اچھے اخلاق ہیں، اچھے اخلاق والا اپنے بستر پر پڑا ہی پڑا روزہ دار، تہجد گذار کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے، کیونکہ فرائض کے بعد اللہ تعالیٰ کے قرب کا بہترین ذریعہ یہی ہے، جب (لوگوں سے ملنے کے وقت) تیرا دل گھٹا ہوا رہے تو عبادت سے تجھ کو کیا نفع؟ (کیونکہ تم اپنے کو دوسروں سے افضل سمجھتے ہو جب ہی تو ہر شخص سے دل کھول کر نہیں ملتے)۔

عارفین کا کلام غور سے سننا چاہئے

صاحبزادے! جب تم اہل دربار کا کلام سنو تو ہوشیار بن کر سنو، کیونکہ وہ ظاہر بھی ہوتا ہے، اور باریک بھی، حکمت وفصاحت والوں کے سردار اور نوع انسان میں سب سے زیادہ فصیح البیان (سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جامع (اور پر مغز) کلمات سے تکلم فرمایا ہے جو مختصر ہیں، فصیح وواضح بھی ہیں اور باریک بھی، یہی شان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائبوں اور وارثوں کی ہے۔

انسان کے دل میں جو خیالات اپنی بڑائی کے آتے ہیں ان کا استقبال تواضع سے کرنا چاہئے

عزیز من! مجھ سے ناراض نہ ہونا، (میں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں کہ) جتنی باتیں تیرے دماغ میں گھومتی ہیں، جیسے اپنے اوپر نظر ہونا یا اپنے مال، خاندان، نسب، علم، اور وطن، بیوی بچوں، اعمال، فتوحات، کرامات اور فضیلت (وغیرہ) پر نظر

ہونا یہ سب خیالات ہیں، اگر تو نے ان کا استقبال عاجزی، اور ذلت، ومسکنت، اور (اللہ کے) شکر وحمد کے ساتھ کیا، تو (یہ تیرے حق میں کامیابی اور) فتح (کا سبب) بن جائیں گے، اگر ان کا استقبال عزت، اور تکبر، اور بڑائی، اور غفلت کے ساتھ کیا تو یہ قباحت، اور وسوسہ (محضہ) اور (اللہ سے) جدائی (کا سبب) بن جائیں گے۔

پس اپنے آپ کو سنبھال، اور اپنی حالت کی اصلاح کر، (اور ان خیالات کے آنے کے ساتھ اپنی عاجزی وذلت ومسکنت کو پیش نظر کر کے اللہ تعالیٰ کی حمد وشکر بجالا تکبر اور بڑائی کو ہرگز دل میں جگہ نہ دے ورنہ اللہ تعالیٰ سے الگ ہو جاؤ گے اور) جب تو اپنے آقا کی عبادت سے الگ ہو جاتا ہے، تو جس زمین پر تو نے اللہ کی عبادت کی تھی، وہ بھی تجھ پر روتی ہے اور تیری محبت میں افسوس کرتے ہوئے گویا (زبان حال سے) یوں کہتی ہے: ؎

وکنت اظن جبال رضوی
تزول وان ودک لایزول
ولکن القلوب لها انقلاب
وحالات ابن آدم تستحیل

میرا گمان تو یہ تھا کہ پہاڑ ٹل جائیں گے، مگر تیری دوستی کو زوال نہ ہوگا، لیکن (اب معلوم ہوا کہ) قلوب پلٹ جاتے ہیں، اور ابن آدم کی حالتیں بدل جاتی ہیں۔ جب زمین تجھ کو روتی ہے، اور بھلائی (نیکی) کی طرف تیرا لوٹ آنا چاہتی ہے، تو بتلا تیرا خود کیا حال ہونا چاہیئے؟ (عزیز من!) یہ حالت تو تیری شان کے زیادہ مناسب تھی، اور اگر خدا تجھے سمجھ دے تو تجھے اس بات کی زیادہ ضرورت تھی (کہ اپنے اوپر روتا، اپنی حالت کو سنبھالنے کی کوشش کرتا)۔

اپنی حالت کو سنبھالو اور رحمت حق سے مایوس نہ ہو

عزیز من! تم جس حالت میں ہوا گر وہ حلال ہے تو اس میں ثواب کچھ نہیں، اور اگر مباح نہیں (مکروہ ہے) تو تم سے اس کے متعلق باز پرس ہوگی اور اگر تم نے حرام کا ارتکاب کیا تو جب اللہ تعالیٰ سے ملو گے اس وقت تمہارے سامنے یہ (قانون) پڑھا جاوے گا ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ﴾ (الزلزال:۸) جس نے ذرہ برابر بھی بدی کی ہے وہ اس کو دیکھ لے گا۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تمہارے لئے راستہ بند ہو چکا، طوفان نے تم کو گھیر لیا (اب بچ نہیں سکتے) اور تم دروازۂ کرم سے دور کر دئے گئے نہیں اللہ کی قسم! کل کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کا کرم ولطف اور فضل واحسان اس قدر ظاہر ہوگا کہ (ایک دفعہ) شیطان کی امید ابھرنے لگے گی، ظالم کافر بھی رحمت کی امید کرنے لگیں گے، بلکہ میں تم سے (صرف) یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ سبحانہ تعالیٰ گناہ کا بخشنے والا، توبہ قبول کرنے والا بھی ہے، اور (انصاف کرنے والا) سخت عذاب والا بھی ہے۔

پس تم توبہ اور پسندیدہ عمل کے ذریعہ سے دروازۂ مغفرت کے قریب پہنچ جاؤ، اور گناہوں کو چھوڑ کر عذاب کے راستہ سے دور ہٹ جاؤ، اللہ سے ایسا ڈرو جیسا اس کی عظمت وقدرت کا جاننے والا ڈرا کرتا ہے، اور دل میں ایسی امید رکھو جیسی اس کے کرم واحسان عام پر یقین رکھنے والا امید کرتا ہے، کیونکہ مؤمن کی امید خوف کے برابر ہوتی ہے حتیٰ کہ اگر دونوں کا وزن کیا جائے تو ایک دوسرے سے زیادہ نہ ہوگا۔

دنیا کی حقیقت کا بیان

(بزرگو!) اللہ کے پاس (سب کو) جانا ہے، اسی کی طرف لوٹنا ہے، ہر شخص

اپنے ٹھکانے پر پہنچے گا، اوراس کی عمر (ایک نہ ایک دن) پوری ہوجائے گی، پھراس کے متعلق باز پرس ہوگی، (کہ عمر عزیز کو کس کام میں صرف کیا؟)۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿مِنۡهَا خَلَقۡنٰكُمۡ وَفِيۡهَا نُعِيۡدُكُمۡ وَمِنۡهَا نُخۡرِجُكُمۡ تَارَةً اُخۡرٰى﴾ (طٰہٰ:۵۵)

ترجمہ: ہم نے مٹی سے تم کو پیدا کیا اسی میں تم کو لوٹادیں گے، پھراسی سے دوبارہ زندہ نکال کر کھڑا کر دیں گے۔

یہ غلہ جو تم کھا رہے ہو، تمہارے ہی جیسے آدمیوں کی مٹی سے اگا ہے (کیونکہ زمین کے اندر بے شمار مخلوق دفن ہے جن کے بدن مٹی میں مل گئے ہیں) ان میں قوت بھی تھی، اور سخت جنگجو تھے، (مگر سب) چل دیئے اور (ایسے دنیا سے) جدا ہو گئے گویا کبھی تھے ہی نہیں ؎

هٰذا التراب لو تامله الفتیٰ
لرأی علیه من الجباه بساطا
وکانما ذراته لو میزت
صیغت لالسنة الاولیٰ اسفاطا

اس مٹی میں اگر آدمی کرے تو اس پر بہت سی پیشانیوں کو بچھا ہوا پائے گا اور اگر اس کے ذرات کو الگ الگ کیا جائے تو ایسا معلوم ہوگا کہ گویا لوگوں کی زبانوں کے لئے (ان ذرات کو) غلاف بنا دیا گیا ہے۔

صاحبو! ہم بہت سی زبانوں، پیشانیوں، رخساروں، لبوں، کو روندتے پھرتے ہیں۔

اے آنکھ والو! عبرت حاصل کرو، یہ دنیا ہے اور یہ ہے اس کی حالت یہ اس کے مکانات ہیں، اور یہ ہیں اس کے آدمی (جن کا انجام سوا اس کے کچھ نہیں کہ سب

مٹی میں مل جائیں گے، تم کو خدا کی قسم! کیا اس غور وفکر اور اس عبرت کے بعد بھی دنیا اور اس کے مکانات کی، اور ان کے بنانے سنوارنے کی کچھ طمع ہو سکتی ہے؟۔

عبدیت کی ترغیب

بزرگو! میں نے کوئی مشکل راستہ اور سہل طریقہ نہیں چھوڑا جس کے پردے نہ کھولے ہوں اور لشکر ہمت کے ہاتھوں سے اس کے بادبان نہ اٹھا دیئے ہوں، میں نے ہر دروازہ سے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچنا چاہا، مگر ہر دروازہ پر بہت زیادہ ہجوم پایا، تو میں ذلت وانکسار کے دروازہ سے پہنچا، اس کو میں نے خالی پایا، اور اسی سے واصل ہو کر اپنے مطلوب کو پالیا، دوسرے طالب (ابھی تک) دروازوں ہی پر کھڑے تھے، (کسی کو دربار تک رسائی نصیب نہ ہوئی تھی) مجھے میرے پروردگار نے اپنے فضل وعطاء سے وہ دیا جس کو اس زمانہ میں نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی بشر کے دل پر اس کا خیال گذرا۔

نعمت کی قدر کرو، نیک بندوں سے تعلق رکھو

بزرگو! کھانے، پینے، پہننے، اور امن وعافیت اور دین، (وغیرہ) سب نعمتوں کی تعظیم کرو، تمہارے پاس ہمیشہ کے لئے یہ نعمتیں رہیں گی، نیک بندوں کی توجہات کے ذریعہ یقین کو کامل کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ان پر برستی، اور اللہ کی مدد کے بادل ان پر سایہ کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنی مدد سے ان کو اپنے تک (پہنچنے کا) راستہ بتلایا، اپنا مقرب بنایا، اپنی معرفت دی، تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا، اللہ تعالیٰ نے ان کے سینوں کو ایمان کے لئے کھول دیا، اور ان کو تمام انسانوں کا سردار بنایا، اللہ تعالیٰ کو ان سے محبت ہے، ان کو اللہ سے محبت ہے، اللہ تعالیٰ ان سے راضی

وہ اللہ تعالیٰ سے راضی، یہی ہے بڑی کامیابی اللہ پر توکل کے ستونوں کی بنیادیں مضبوط کرو، اپنی دعاؤں کے الفاظ اور عنوان ایسے بناؤ جن کے معانی اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہوں، نفس اور شیطان سے بچتے رہو، اور ہر کام میں احتیاط کا خیال رکھو، کیونکہ جس نے اللہ تعالیٰ کے کام میں احتیاط کے ساتھ اپنی کمر کس لی، اور اللہ تعالیٰ کا قصد کر کے ہمت کی سواریوں پر سوار ہوگیا وہ ناکام نہیں ہوتا۔

علم کا اثر صرف زبان ہی پر نہ ہونا چاہئے، بلکہ دل پر بھی ہونا چاہئے

تیرا سارا حصہ زبان ہی (میں) نہ ہونا چاہئے (کہ علم حاصل کر کے صرف باتیں بنانا، وعظ وتقریر کرنا ہی سیکھ لے، اور دل میں علم کا اثر نہ ہو۔

﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهُ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ (فاطر: ۲۸)

ترجمہ: اللہ سے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علماء ہیں۔

پس علم حاصل کر کے اللہ کے خوف سے دل کو رنگنا چاہئے) تیری انتہا ایسی نہ ہونا چاہئے کہ اپنی حالت سے خود اپنے آپ ہی کو جھٹلائے، (کہ زبان سے تو علم کی باتیں بیان کرے اور حالت وعمل سے یہ ظاہر ہو کہ تیرے دل میں خوف خدا اصلاً نہیں، یہ علم کی شان نہیں، بلکہ جہالت کی علامت ہے)

بدلت بالحنا بیاضک احمرا
وخدعت فیہ وقلت شعری احمر

تو مہندی سے اپنے سفید بالوں کو سرخ کر کے خود ہی دھوکہ میں پڑ گیا، اور دعویٰ کرنے لگا کہ میرے بال تو سرخ ہیں، (سفید نہیں، حالانکہ جانتا ہے کہ دراصل

تیرے بال سفید ہیں جن کو ہر ہفتے مہندی سے لال کرتا ہے، اسی طرح تو اپنی عملی وقلبی حالت سے خوب واقف ہے کہ تیرے اندر علم ذرا اثر نہیں، مگر زبانی تقریروں سے جیسا دوسروں کو دھوکہ دیا تھا خود بھی دھوکہ میں پڑ گیا اور اپنے کو سچ مچ سمجھنے لگا)۔

پر مغز نصائح

سچائی کی صفوں سواری پر مضبوطی کے ساتھ سوار ہوکر، ہمت کے لشکروں سے (وسوسہ اور وہم کی صفوں کو درہم برہم کرتا ہوا، مخلوق کے چکر سے نکل کر خالق کے دھیان میں لگتا ہوا، اس کی رسی کو مضبوط تھامتا ہوا تاکہ) ہاتھ سے رسی چھوٹ کر، تو الگ نہ ہوجائے احتیاج کا جھنڈا اٹھا کر اس کے سامنے اپنی ذلت کا نقارہ بجاتا ہوا، بیوی بچوں، مال، اور اپنی ہستی، اور اپنی عبادت، اپنی بیداری، اور اپنی غفلت کے پردوں سے الگ ہٹتا ہوا بارگاہ قرب کی طرف متوجہ ہو، تیرا اپنے آپ کو بیدار سمجھنا بڑی غفلت ہے، تیرا اپنے کو منور سمجھنا گہری تاریکی ہے۔

جو چیز تجھے (بارگاہ قرب سے) حاجب (روکنے والی) ہو تو اسی میں سے مقصود (۱) کا ایک دروازہ کھول لے، اور جو مقصود آڑ بننے لگے تو اس سے الگ ہوکر معبود کی طرف راغب ہوجا بیوی کا غلام دنیا، اور دینار، ودرہم، اور کرامت کا غلام برباد ہوگیا، مخلوق کا غلام اور وہ شخص جو بارگاہ قرب میں گھٹیا ارادہ (اور پست ہمت) سے چلنا چاہتا ہے، تباہ ہوگیا:

---

(۱) ہمارے حضرت حاجی صاحب قدس سرہ فرماتے تھے کہ جب وساوس کسی طرح دفع نہ ہوں تو ان ہی کو مرآۃ جمال حق بنانا چاہئے، اب یوں سوچے کہ اللہ تعالیٰ کی کیسی قدرت ہے دل میں خیالات کا ایک دریا پیدا کر دیا جو کسی کے بند کئے بند ہی نہیں ہوتا، یہ ہے حاجب میں سے مقصود کا دروازہ کھولنا اور بعضے مقاصد بھی بارگاہ قرب سے مانع ہونے لگتے ہیں مثلاً عبادت مقصود ہے، لیکن اگر اس میں حظ نفس شامل ہوجائے تو بارگاہ الٰہی سے یہ عبادت مانع ہوگی اس وقت صرف معبود کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔

سر الخباب بهمة مرفوعة
عن عالم التفصيل والاجمال
وارفع جنابک عن عبادة غيره
بحقيقة الافعال والاقوال

اس بارگاہ میں ایسی ہمت سے چلو جو عالم تفصیل وعالم اجمال (یعنی دنیا وآخرت) دونوں سے بلند ہو اور اپنے آپ کو افعال واقوال کی حقیقت میں غیر خدا کی عبادت سے بلند رکھو (یعنی کوئی کام اور کوئی بات ایسی نہ ہو جس کی تہ میں غیر خدا مطلوب ہو)۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَاتَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِىْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ (حم السجدة: ۳۰)

ترجمہ: جن لوگوں نے (زبان ودل سے) اقرار کرلیا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر اسی پر جمے رہے (اور اپنے افعال واقوال کو مخلوق کی عبادت سے بچاتے رہے) ان پر فرشتے (یہ کہتے ہوئے) اترتے ہیں کہ تم کچھ خوف اور غم نہ کرو اور اس جنت کی بشارت حاصل کرو جس کا تم سے وعدہ کیا جارہا تھا۔

انقلابات عالم سے عبرت حاصل کرو

اور اپنی شہرت سے مغرور نہ ہو

اپنی بھوک، پیاس اور حالات کے انقلاب، اسی طرح تمام مخلوق کے احوال سے عبرت حاصل کر، اپنی زبان دانی کی شہرت سے خوش نہ ہو، جب کہ تو (اللہ کو چھوڑ

کر) غیروں کی طرف مائل ہے، اپنے علم کی آفت سے بے فکر نہ ہو، جب کہ تو روپیہ اشرفی کا شکار کرنے کے لئے اس پر جھکا ہوا ہے، اپنے فلسفہ پر ناز نہ کر جب کہ تو اللہ کی محبت سے خالی ہے، اپنے تصوف کے گھمنڈ میں نہ رہ جب کہ تو اللہ سے دور پڑا ہوا ہے: ؂

کل العلوم اذا تخللها السوىٰ

صارت الداعی للانفصال معالما

یہ تمام علوم جب ان میں غیر خدا گھسا ہوا ہو، اللہ سے جدا ہونے کی علامات ہیں۔

خدا کے راستہ کی مثال

بزرگو! اللہ تک پہنچنے کا راستہ ایسا ہی ہے، جیسا ایک شہر سے دوسرے شہر تک جانے کا راستہ ہوتا ہے، کہ اس میں بلندی بھی ہوتی ہے، نشیب بھی، سیدھا راستہ بھی ہوتا ہے، اور ٹیڑھا بھی، نرم زمیں بھی ہوتی ہے، اور پہاڑی راستہ بھی، پانی اور آبادی سے خالی چٹیل میدان بھی ہوتا ہے، اور آبادی، درختوں پانی کے چشموں سے تر و تازہ سرسبز زمین بھی، اور منزل مقصود ان سب سے آگے ہے۔

اب اگر کوئی شخص بلندی (پر چڑھ کر اس) کی لذت میں رہ گیا، یا اتار کی ذلت (ومشقت) سے گھبرا گیا، یا ہموار زمین سے راحت (لینے) میں لگ گیا، ٹیڑھے راستہ کی پریشانی سے پریشان ہوگیا، یا نرم زمین کی سہولت (کو دیکھ کر اسی) میں رہ پڑا، یا پہاڑ کی دشوار گذار گھاٹیوں سے ہٹ گیا، یا چٹیل میدان اور پیاس کی سوزش سے گھبرا گیا، یا درختوں اور چشموں کی تر و تازگی اور سرسبزی سے مزے لینے لگا، یا راستہ کی آبادی سے دل لگا بیٹھا، وہ مقصود سے رہ جائے گا، اور جوان چیزوں میں سے کسی پر بھی التفات نہ کرے، بلکہ راستہ کی مصیبتوں کو جھیلتا ہوا، اس کی لذتوں سے منہ

موڑتا ہوا (مقصود کی دھن میں برابر) چلتا رہے وہ منزل مقصود تک پہنچ جائے گا۔

اسی طرح اللہ کے راستہ میں چلنے والے کو اگر (درمیانی) حالات کی دشواریوں نے ان حالات کے بدلنے والے (خدا) سے پھیر دیا تو اس کی غرض فوت ہوجائے گی، مقصود سے رہ جائے گا، اور بلاشبہ (اس کا رشتہ) خدا سے ٹوٹ جائے گا، اور اگر راستہ کی تمام گھاٹیوں کو خواہ مزے دار ہوں یا تلخ پس پشت ڈال کر آگے بڑھتا رہا تو اعلیٰ درجہ پر کامیاب ہوگا۔

ماسوا اللہ کو چھوڑنے کا مطلب

تیرا اپنے نفس، اور اپنے گھر والوں میں مشغول رہنا تیرے جہل کی علامت ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ ان کو چھوڑ کر بے فکر ہو جا، اور اپنے لئے پہاڑوں میں عبادت کی جگہ بنالے، بلکہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ اپنے بال بچوں کی خدمت سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر، (اپنے نفس کی لذت کے لئے ان کی خدمت نہ کرو، بلکہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے ان کی خبر گیری کرو) اپنے نفس کو راحت دو، اور سب سے الگ ہو کر اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کا قصد کرو، کیونکہ شان خداوندی ہر حالت میں شرک سے پاک، اور برتر ہے۔

(پس کسی کام میں اللہ کی رضا کے ساتھ دوسروں کی رضا کو مقصود نہ بناؤ) اعمال شرک مشرکین کی طرف لوٹا دیئے جاتے، (اور ان کے منہ پر مار دئے جاتے) ہیں اور موحدین کے اعمال توحید قبول کئے جاتے ہیں ﴿اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ﴾ (الزمر:۳) سن لو اللہ کے لئے خالص عبادت ہے (جس میں اس کے سوا اور کسی کی شرکت نہ ہو)۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْ لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلاً صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَداً﴾ (الکهف: ۱۱۰)

ترجمہ: جو شخص اپنے پروردگار سے ملنا چاہتا ہو اس کو چاہیئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

شیخ کی نصیحت اپنی جماعت کو اور تمام مسلمانوں کو

عزیز من! شریعت کی پابندی اختیار کرو، ظاہری احکام میں بھی، اور باطنی احکام میں بھی، اور اپنے دل کو اللہ کی یاد بھلا دینے سے بچاؤ، درویشوں اور غریبوں کی خدمت کو لازم سمجھو، اور نیک کاموں میں ہمیشہ جلدی سبقت کرو، سستی اور ملال کو راہ نہ دو، اللہ کی مرضی پر جمے رہو، خدا کے دروازہ پر کھڑے رہو، اپنے نفس کو رات میں عبادت کرنے کا عادی بناؤ، اعمال میں ریاء (دکھلاوے) سے نفس کو بچاؤ، اپنی خلوتوں اور جلسوں میں پچھلے گناہوں پر روؤ۔

صاحبزادے! یہ دنیا (محض ایک) خیال ہے، اس میں جو کچھ بھی ہے فنا ہونے والا ہے، صاحبزادے! دنیا والوں کو اپنی دنیا کی فکر ہے، اور آخرت والوں کو آخرت کی فکر ہے، خبردار! جھوٹے دعوے نہ کرنا، اور توحید کے دریاؤں میں غوطہ لگانے کا قصد نہ کرنا، (یعنی فلاسفہ اور معتزلہ کی طرح توحید میں باریکیاں نہ نکالنا ورنہ شیطان بہت سے وساوس وشبہات میں مبتلا کر دے گا، اسی لئے اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں گفتگو کرنے سے شریعت نے منع کیا ہے، کیونکہ اس کی کنہ تک انسان نہیں پہنچ سکتا)۔

اپنا اعتقاد (۱) ثبوتی رکھو، (اور ایسا پختہ) جس میں تغیر نہ ہو سکے اور اپنے ذہن کو شیطانی وساوس سے الگ رکھو، اپنے آپ کو برے دوست کی صحبت سے بچاؤ، اس کی ودستی کا انجام قیامت کے دن پشیمانی اور افسوس ہے۔

جیسا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿یَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِیْ اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلاً یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اتَّخِذْ فُلاَ نًا خَلِیْلاً﴾ (الفرقان: ۲۷، ۲۸)

جس دن انسان اپنے ہاتھوں کو کاٹے کھائے گا اور کہے گا اے کاش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ راستہ پر چلا ہوتا (ہائے افسوس) کاش میں نے فلاں کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔

نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿حَتّٰیٓ اِذَا جَآءَ نَا قَالَ یٰلَیْتَ بَیْنِیْ وَبَیْنَکَ بُعْدَ الْمَشْرِقَیْنِ فَبِئْسَ الْقَرِیْنَ﴾ (الزخرف: ۳۸)

یہاں تک کہ جب انسان ہمارے پاس آئے گا تو اپنے ساتھی سے کہے گا اے کاش میرے اور تیرے دمیان ایسی دوری ہوتی جیسی مشرق ومغرب کے درمیان دوری ہے۔

---

(۱) اعتقاد ثبوتی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے صفات وجودی مانو، معتزلہ اور فلاسفہ کی طرح صفات سلبی کا اعتقاد نہ رکھو، تفصیل اس کی یہ ہے کہ معتزلہ اور فلاسفہ یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لئے صرف ایک صفت ثابت ہے یعنی وجود اور وجود کامل ہی کا نام قدرت بھی ہے، سمع، بصر، حیات وعلم، وخلق، وغیرہ وغیرہ بھی ہے، اب ان کے نزدیک قدرت کے معنی یہ ہیں کہ خدا عاجز نہیں علم کے معنی یہ ہیں کہ خدا جہل سے پاک ہے وغیرہ وغیرہ اور اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ قدرت وعلم وحیا سمع وبصر وجود کے علاوہ صفات ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لئے اسی طرح ثابت ہیں جس طرح وجود ثابت ہے۔ پس صفات کے بارے میں اہل سنت کا اعتقاد ثبوتی ہے اور معتزلہ وفلاسفہ کا اعتقاد سلبی ہے۔

پس اپنے نفس کو برے ساتھی سے بچاتے رہو، تاکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے افسوس کرتے ہوئے تم کو ان دو آیتوں سے اپنے دوست کو خطاب نہ کرنا پڑے، اور وہاں پشیمانی کچھ فائدہ نہ دے گی، نہ تمہاری بات سنی جائے گی۔

پرمغز نصائح عامہ

برخوردار من! جو تم نے کھالیا فنا کردیا، جو پہن لیا اس کو پرانا کردیا (ان میں سے کوئی چیز تمہارے ساتھ نہ رہے گی) اور جو کام تم نے کئے ہیں وہ تمہارے سامنے آئیں گے، اللہ کے پاس پہنچنا یقینی اور پختہ ہے، دوستوں سے جدا ہو جانا اٹل بات ہے، دنیا کی ابتدا ضعف اور فتور ہے، اور اس کی انتہا موت اور قبر ہے، اگر دنیا کے رہنے والوں کو بقاء ہوتا یہ بہت سے گھر ویران نہ ہوتے۔

پس اللہ تعالیٰ سے دل لگاؤ، ماسوی اللہ سے رخ پھیر لو، اور اپنی تمام حالتوں میں اللہ تعالیٰ کے سامنے گردن تسلیم خم کردو، درویشوں کے طریقوں کو تواضع کے ساتھ طے کرو، اور شریعت کے قدم بقدم (ان کی) خدمت میں جمے رہو، اپنی نیت کو وساوس کے میل کچیل سے محفوظ رکھو، اور اپنے دل کو لوگوں کی طرف مائل ہونے سے روکے رکھو، اللہ تعالیٰ کے دروازہ سے سوکھی روٹی اور نمک ملا ہوا پانی ملے تو (خوشی سے) کھالو، دوسروں کے دروازہ سے تازہ گوشت اور شہد بھی ملے تو (ہرگز) نہ کھاؤ، اپنی معاش کے لئے شریعت کے موافق حلال کمائی کا کوئی طریقہ اختیار کرلو، اور اسباب معاش کے لئے حیلہ (اور اہتمام اور فکر کرنا) چھوڑ دو۔

خبردار! درویشوں کا دل نہ توڑنا، (ان کو رنج اور تکلیف دینے سے بچتے رہو) صلہ رحمی کرتے رہو، قرابت داروں کی خاطر کرو، جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کرو، جو تمہارے مقابلہ میں تکبر کرے تم اس کے سامنے تواضع کرو، وزیروں اور حاکموں کے

دروازوں پر آمد ورفت نہ رکھو، درویشوں کی اور قبروں کی زیارت زیادہ کیا کرو، (تاکہ دنیا سے دل سرد ہو جائے) مخلوق سے نرمی کے ساتھ گفتگو کرو، اور ان کی عقل کے اندازہ سے کلام کرو (جو بات ان کے سمجھ سے باہر ہو ان کے سامنے بیان نہ کرو)۔

اپنے اخلاق کو سنوارو، لوگوں سے اچھی طرح ملو، اور جاہلوں سے کنارہ کرو، یتیموں کی حاجتیں پوری کرنے میں لگے رہو، ان کی خاطر کرو، جن غریبوں کو لوگوں نے چھوڑ دیا ہے ان کے پاس زیادہ آمد ورفت رکھو، بیواؤں کی خدمت کے لئے سبقت کرو، تم (دوسروں پر) رحم کرو، خدا تم پر رحم کرے گا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کو اپنے ساتھ پاؤ گے، تم تمام اقوال وافعال میں اخلاص کو اپنا ساتھی بناؤ۔

مخلوق کو حق تعالیٰ کا راستہ بتلانے کی کوشش کرتے رہو کرامات اور خوارق کی طرف رغبت نہ کرو، کیونکہ اولیاء اللہ کرامات کو ایسا چھپاتے ہیں جیسا عورت حیض کو چھپاتی ہے، اللہ تعالیٰ کے دروازہ سے لگے رہو، اپنے دل کو رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ رکھو، اور حضور ﷺ کی بارگاہ عالی سے اپنے شیخ کے وسیلہ سے مدد حاصل کرو، اپنے شیخ کی خدمت میں اخلاص کے ساتھ بدون کسی غرض اور حاجت کے جمے رہو، اس کے گھر کا کام زیادہ کرو، اور سامنے باتیں کم کرو، تعظیم ووقار کی نگاہ سے شیخ کو دیکھو، تحقیر وتذلیل کی نگاہ سے کبھی نہ دیکھو۔ دوستوں کی خیر خواہی میں لگے رہو، ان کے دلوں میں الفت پیدا کرو، لوگوں کے درمیان صلح کراتے رہو، سچائی اور خلوص کے ساتھ لوگوں کو درویشوں کے دروازہ پر جانے اور جماعت (صوفیہ) کا راستہ اختیار کرنے کی ترغیب دو، اپنے دل کو ذکر الٰہی سے آباد رکھو، اور ظاہر کو فکر سے آراستہ کرو، (یعنی ہر وقت آخرت کا فکر تم پر اس درجہ غالب رہے کہ دیکھنے والا صورت دیکھ کر پہچان لے کہ اس کو کوئی فکر لگا ہوا ہے) اپنے ارادہ اور نیت میں اخلاص کا نور پیدا کرو، اللہ تعالیٰ سے مدد چاہو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو مصیبتیں آئیں ان پر صبر کرو، اللہ تعالیٰ سے راضی رہو

اور ہر حالت میں الحمدللہ کہتے رہو، رسول اللہ ﷺ پر درود زیادہ بھیجو۔

اگر تمہارے نفس میں (کسی وقت) شہوت یا تکبر کی حرکت پیدا ہو تو اللہ کے لئے نفل روزہ رکھو کہ اس سے شہوت اور تکبر میں کمی ہو جاتی ہے، بشرطیکہ معقول مقدار میں روزے رکھے جائیں، ایک دو پر بس نہ کیا جائے، اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہو، اپنے گھر میں بیٹھو، بازاروں اور سیر گاہوں میں زیادہ نہ جایا کرو، جس نے سیر سپاٹا چھوڑ دیا اس نے کامیابی حاصل کر لی۔ (طریق باطن میں یکسوئی اور جمعیت قلب کی زیادہ ضرورت ہے، اگر سالک کو تفریح کی ضرورت ہو تو اکیلا جنگل کی طرف نکل جائے، سیر گاہوں، بازاروں میں جہاں لوگوں کا مجمع ہو نہ جائے۔) مہمان کی خاطر کرو، اپنی بیوی، بچوں، گھر والوں، خادموں سے ہمدردی کرو، ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کو یاد رکھو، اور ظاہر و باطن میں اللہ تعالیٰ کے لئے اخلاص کا اہتمام کرو۔

آخرت کے لئے اچھے اچھے کام کرو، اور دنیا کے کاموں کو بھی (حسن نیت سے) آخرت کے کام بنا دو، اور کہو اللہ پھر لوگوں کو ان کے مشغلوں میں کھیلتا ہوا چھوڑ دو، (یعنی تم اللہ ہی کے لئے کرو، جو کچھ کرو، اسی کو ہر کام میں مطلوب و مقصود سمجھو، دوسروں کی حرص نہ کرو، ان کو ان کے خیال میں مست رہنے دو، یہ ہے میری نصیحت تم کو اور ہر اس شخص کو جو میرے طریقہ پر چلے اور اپنے دوستوں کو اور تمام مسلمانوں اور اپنے چاہنے والوں کو اللہ تعالیٰ ان کی شمار بڑھائے۔ آمین!

اور میں عظمت والے خدا سے تمام گناہوں کی خواہ پوشیدہ ہوں یا ظاہر چھوٹے ہوں یا بڑے مغفرت چاہتا ہوں اور اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں کیونکہ وہی توبہ قبول کرنے والے بڑے مہربان ہیں۔

عزیز من! مخلوق کے سردار (سیدنا رسول اللہ ﷺ) نے فرمایا ہے کہ بندہ کے دل میں جو کچھ چھپا ہوا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو ویسا ہی لباس پہنا دیتے ہیں، اگر

(اندر) بھلائی ہے تو (ظاہر میں بھی) بھلائی ہوگی، اور اگر (دل میں) برائی ہے تو (ظاہر میں بھی) برائی ہوگی، (دل کا اثر ظاہر پر ضرور ہوگا۔) (یہاں سے ان لوگوں کی غلطی ظاہر ہوگئی جو کہتے ہیں کہ اصل مقصود تو باطن کا درست کرنا ہے ظاہر خراب ہو تو کیا حرج ہے؟ ان کو سمجھ لینا چاہئے کہ باطن وظاہر میں ایسا قوی تعلق ہے کہ ایک کی اصلاح دوسرے کی اصلاح میں اور ایک کی خرابی دوسرے کی خرابی میں موثر ہے ورنہ پھر اصل تو روح ہے بدن فضول چیز ہے، اس کی صحت اور تندرستی اور لباس وغذا کے اہتمام کی ضرورت ہے، آج سے یہ سب کام چھوڑ دو۔)

باطن کا اثر ظاہر پر ضرور نمایاں ہوتا ہے

عزیز من! عالم کے سردار (سیدنا رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بندے سے محبت فرماتے ہیں جو متقی ہو (مخلوق سے) مستغنی ہو، چھپا ہوا (گمنام) ہو۔ (مشکوۃ: ۴۵۰)

دنیا سے الگ رہو

عزیز من! اگر تیرے پاس سچی عقل ہے تو دنیا کی طرف نہ جھکے گا اگر چہ وہ تیری طرف (کتنا ہی) جھکے، کیونکہ وہ خیانت کرنے والی جھوٹی (مکارہ) ہے، اپنے چاہنے والوں کا مضحکہ اڑاتی ہے، جو اس سے الگ رہا بچا رہا، اور جو اس کی طرف مائل ہوا تباہ ہوگیا، حدیث شریف میں ہے "حُبُّ الدُّنِیَا رَأسُ کُلِّ خَطِیئَۃٍ" (مشکوۃ: ۴۴۴)

دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے تو جیسا اس کی محبت گناہ کی جڑ ہے اسی طرح اس سے نفرت اور بے رخی کرنا تمام نیکیوں کی جڑ ہے، دنیا کی مثال سانپ جیسی

ہے کہ چھونے میں تو نرم ہے، مگر اس کا زہر ہلاک کرنے والا ہے، دنیا کی لذتیں جلدی زائل ہونے والی ہیں اور اس کے دن خیال ہی خیال میں گذر جاتے ہیں۔

پس اپنے کو دنیا میں پرہیز گاری اور خوف خدا میں لگائے رکھو، اللہ تعالیٰ کی یاد سے کسی وقت غافل نہ ہو، اگر ذرا بھی کسی وقت غفلت طاری ہو جائے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرو اور یاد الٰہی کے دروازہ پر فوراً لوٹ آؤ، اللہ تعالیٰ کو یاد کرو، اس سے شرماؤ، اور تنہائی میں، جلسوں میں اس کا خیال رکھو، تنگی اور فراخی میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر کرو، غیروں کو چھوڑو، کیونکہ اللہ کے سوا کوئی رہنے والا نہیں۔

تصوف کی حقیقت

عزیز من! صوفی صافی (سچے صوفی) بنو، منافق صوفی نہ بنو کہ تباہ ہو جاؤ گے، تصوف (کی حقیقت) غیر اللہ سے منہ پھیر لینا اور اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف غور کرنا اللہ پر بھروسہ کرنا اور ہر حالت کی باگ تفویض (وتسلیم ورضا) کے دروازہ پر ڈال دینا اور دروازۂ کرم کے کھلنے کا منتظر رہنا، اللہ تعالیٰ کے فضل پر اعتماد کرنا، ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور تمام حالات میں اللہ تعالیٰ سے نیک گمان رکھنا ہے۔

علم پر عمل کرو

عزیز من! جب تم کوئی علم حاصل کرو، یا اچھی حکایت سنو، تو اس پر عمل کرو، ان لوگوں میں (داخل) نہ ہو جو جانتے ہیں اور عمل نہیں کرتے۔

عزیز من! عالم کی نجات اسی میں ہے کہ اپنے علم پر عمل کرے، عمل نہ کرنا اس کی تباہی ہے، کیونکہ حدیث پاک میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب اس عالم کو ہوگا جس نے اپنے علم سے فائدہ حاصل نہیں کیا۔ (کنز العمال: ۲۸۹۷۷/۱)

پس اپنے اوقات کو کھیل کود اور گانے بجانے اور ہنسانے والوں کی باتیں سننے میں برباد نہ کرو، خوش ہونا چھوڑ دو، کیونکہ دنیا میں خوش ہونا جنون ہے، اور ہنسانے والوں کی باتیں سننے میں برباد نہ کرو، خوش ہونا چھوڑ دو، کیونکہ دنیا میں خوش ہونا جنون ہے، اس میں تو غمگین رہنا ہی عقلمندی ہے، یہاں ہمیشہ رہنا محال ہے، تو دنیا پر گرنا پڑنا نادانی اور حماقت ہے۔

عزیز من! ان لوگوں میں خیال دوڑاؤ جو تم سے پہلے گذر چکے جن میں انبیاء اور مرسلین بھی ہیں، اور بڑے بڑے سلاطین بھی، سب مر گئے گویا تھے ہی نہیں، وہ پہلے گذر گئے ہم ان کے بعد جانے والے ہیں، پس نیک بندوں کے راستہ پر چلتے رہو، تاکہ ان کی جماعت میں شامل کر لئے جاؤ، ان کی پارٹی میں داخل ہو جاؤ، یہی اللہ کا لشکر ہے، اور یاد رکھو! اللہ ہی کا لشکر فلاح پانے والا ہے۔ (شیطان کا لشکر کبھی کامیاب نہ ہوگا۔)

اللہ تک پہنچنے کا راستہ کھلا ہوا ہے

بزرگو! حقیقت کا راز ظاہر ہے، معرفت کا جھنڈا بلند ہے، اللہ تک پہنچنے کا دروازہ کھلا ہوا ہے، مگر آپ کو ان نفیس چیزوں کے دیکھنے سے دنیا کی محبت اور موت سے غفلت نے روک رکھا ہے، جو شخص یہ جانتا ہے کہ (ایک دن) ضرور مرے گا تعجب ہے کہ وہ موت کو کیسے بھولتا ہے؟ جو شخص یہ جانتا ہے کہ (ایک دن) دنیا سے جدا ہونے والا ہے تعجب ہے کہ وہ دنیا پر کیسے گرتا پڑتا ہے؟ جو شخص یہ جانتا ہے کہ (ایک دن) اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے، تعجب ہے کہ وہ خدا سے کیونکر ہٹتا اور دوسروں کی طرف کیسے متوجہ ہوتا ہے؟

خدا کی قسم! تمہاری یہ غفلت بڑی مصیبت ہے، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

اُلْعَلِيِّ الْعَظِيْم. تم دل کھول کر جھوٹی باتیں بناتے ہو، اور جہالت کے باغوں میں چرتے پھرتے ہو، رزق کے معاملہ میں تو حیلہ (اور تدبیریں) کرتے ہو، اور عذاب سے (بالکل) بے فکر ہو شاید تم نے یہ آیت نہیں پڑھی ﴿**اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ**﴾ (المومنون:۱۱۵)

کیا تم نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم نے تم کو بیکار پیدا کیا ہے اور تم ہمارے پاس لوٹ کر نہ آؤ گے؟ یا شاید تم نے یہ آیت نہیں سنی ﴿**وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ. مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنَ**﴾ (الذاریات:۵۶، ۵۷)

میں نے انسان کو اور جنوں کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں نہ میں ان سے رزق مانگتا ہوں نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے کھانا کھلاویں، روزی دینے کے تو وہ خود ذمہ دار ہیں۔ (مشرکین کی عادت ہے کہ بتوں پر چڑھاوا چڑھاتے ہیں کوئی حلوہ ان کے سامنے رکھتا ہے، کوئی روٹی چاول لے جاتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جن معبودوں کو کھانے کی حاجت ہو وہ معبود بننے کے لائق نہیں، تمہارا حقیقی معبود تم سے روزی نہیں مانگتا، بلکہ وہ تو خود تم کو روزی دیتا ہے۔)

مگر پھر بھی اس کے حیلہ میں لگے ہوئے ہو اور جنت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے کسی کے واسطے نہیں لی (بلکہ اس کے ذمہ دار تم خود ہو اور تمہارے اعمال، مگر تم وہ کام نہیں کرتے جن پر جنت کی بشارت دی گئی ہے، تم نے کھیل اور بھول چوک میں اوقات برباد کر دیئے، غفلت اور گناہ میں دن گنوا دیئے، تمہاری دل لگی پشیمانی سے بے فکر ہونے والی کیسی دل لگی ہے، تمہارا کھیل ان لوگوں جیسا کھیل ہے جن کے کانوں نے قیامت کے دن کی بات ہی نہیں سنی، شاید تم نے قبروں کو نہیں دیکھا، جو لوگ ان میں جا بسے ان سے بھی تم کو عبرت نہیں ہوئی (بتلاؤ) تمہارے باپ دادا کہاں ہیں، جو

تم سے پہلے زمانہ میں تھے؟ وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے تم سے بھی زیادہ مال جمع کیا تھا، اور تم سے زیادہ جہالت میں ڈوبے ہوئے تھے؟ کیا تم اللہ تعالیٰ کے منکر ہو گئے؟ یا اللہ کے مقابلہ میں تکبر کرتے ہو؟

دوستو! جس نے اپنا فنا ہونا، اور اللہ تعالیٰ کا (ہمیشہ ہمیشہ) باقی رہنا معلوم کر لیا، وہ اپنے کو دنیا سے ہٹا لیتا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى﴾ (النازعات:۴۰،۴۱)

جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا، اور نفس کو (اس کی) خواہشوں سے روکتا رہا اس کا ٹھکانا جنت ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ سے جو جواہر اسرار الٰہیہ مخفیہ کے معدن ہیں یوں خطاب فرماتے ہیں: ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾ (الزمر:۳۰)

یقیناً آپ بھی مرنے والے ہیں اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں (موت سے کوئی نہیں بچ سکتا)۔

پس اپنی ہمتوں کو پچھلے بزرگوں کے درجوں پر پہنچنے کے لئے جمع کر لو، تا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا مصداق نہ بنو ﴿فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا﴾ (مریم: ۵۹)

کہ ان نیک بندوں کے بعد ایسے نا خلف پیدا ہوئے (جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور شہوتوں کے پیچھے پڑ گئے، یہ عنقریب جہنم کے طبقہ میں پہنچیں گے، کریم کے دروازہ کو بے چینی اور احتیاج کے ہاتھوں سے کھٹکھٹاتے رہو، اور ذلت وانکسار کے راستہ سے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ جاؤ، کیونکہ خدا کی قسم مجھے اور تمہیں سب کو دار آخرت کی طرف کوچ کرنا ضروری ہے، میرا اور تمہارا مٹ جانے والی قبروں میں رکھا جانا

یقینی ہے ﴿فَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ خَیۡرًا یَّرَہٗ وَمَنۡ یَّعۡمَلۡ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ شَرًّا یَّرَہٗ﴾ (الزلزال:۷،۸) پھر جو ذرہ برابر بھلائی کرے گا اس کو (اپنے سامنے) دیکھ لے گا اور ذرہ برابر بدی کرے گا اس کو بھی (سامنے) دیکھ لے گا، پس نجات پانے والا وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے تقویٰ کا معاملہ کیا اور زندگی میں اس سے ڈرتا رہا۔

محبوب سے فراق اور دشمن کی صحبت سخت مصیبت ہے

دوستو! محبوبوں سے جدائی اور دشمنوں کی معیت، سب مصیبتوں سے بڑھ کر سخت مصیبت ہے، اور دشمنوں سے علیحدگی، دوستوں کی ہم راہی، تمام چیزوں سے زیادہ شیریں ہے، پس تم برے کاموں سے الگ ہو جاؤ تاکہ قبروں میں اپنے نیک اعمال کی رفاقت میں رہو، کیونکہ خدا کی قسم قبر کی گہرائی میں نیک عمل کے سوا آدمی کا کوئی دوست ساتھ نہ دے گا۔

دوستو! اگر تم کو حکام اور بڑے لوگوں کا لباس ان کی زیب وزینت، ان کے ہتھیار للچانے لگیں، اور تمہارا دل اس سامان سے (اپنی خراب حالت کا موازنہ کر کے) تنگ ہونے لگے، تو قبرستان میں چلے جاؤ اور اپنے اور ان کے باپ داداؤں کو دیکھ لو سب کو مٹی میں (ملا ہوا) پاؤ گے، (مٹی میں مل جانے کے بعد امیر وغریب سب برابر ہو گئے) اور اس کی خبر اللہ ہی کو ہے کہ راحت میں کون ہے عذاب میں کون ہے؟ یوں ہی تم بھی (ایک دن) ان (امیروں، حاکموں) کے برابر ہو جاؤ گے ﴿وَسَیَعۡلَمُ الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡۤا اَیَّ مُنۡقَلَبٍ یَّنۡقَلِبُوۡنَ﴾ (الشعراء:۲۲۷) اور جلد ہی ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کی حالت میں کیا (زبردست) انقلاب ہو گیا۔

فضول باتیں اور فضول کام چھوڑ دو

برخوردار من! فضول باتوں اور فضول کاموں میں مشغول ہونے سے بچو!

ذلت وانکسار کے میدان میں جمع ہو جاؤ، بڑائی اور تکبر کے میدان سے نکل آؤ، کیونکہ تمہاری ابتداء خون کی ایک بوٹی اور انجام ایک بے جان لاشہ ہے، پس اپنی ابتداء اور انجام کے درمیانی زمانہ میں اس طرح رہو جیسا ان کے درجہ کے مناسب ہے۔

برخوردار من! حسد سے بچو، کیونکیہ حسد تمام گناہوں کی جڑ ہے، شیطان نے جب آدم علیہ السلام سے حسد کیا تو ان کے مقابلہ میں تکبر اختیار کیا ان کو سجدہ کرنے سے انکار کیا، اور ان کو نقصان پہنچانے کے لئے جھوٹ بولا کہ آدم وحوا کے سامنے قسم کھا کر کہہ دیا۔ ﴿اِنِّیْ لَکُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ﴾ (الاعراف:۲۱) خدا کی قسم میں تم دونوں کا پورا خیر خواہ ہوں۔ آخر کار اللہ کی رحمت سے دور کیا گیا، پس جھوٹ اور تکبر وحسد بندے کو اللہ تعالیٰ کے دروازہ سے دور کرنے کے اسباب ہیں، تم اپنے نفس کو ان خصلتوں کا ہرگز عادی نہ بنانا، اپنے کو سب سے الگ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاؤ، اور خوب جان لو کہ رزق مقدر ہو چکا ہے، جب اس کو اچھی طرح ذہن نشین کر لو گے تو کسی سے حسد نہ کرو گے، خوب جان لو کہ تم مرنے والے ہو، جب اس بات کو پیش نظر رکھو گے تو کسی پر تکبر نہ کرو گے، اور خوب سمجھ لو کہ تم سے حساب لیا جائے گا، جب اس مضمون کو دل میں جما لو گے تو جھوٹ کبھی نہ بولو گے۔

لوگوں کے عیوب سے نگاہ ہٹالو

لوگوں کی ناموس سے بھی اپنی نگاہ کو ہٹالو، برے کام تو الگ رہے، کیونکہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے، اگر تمہارے ایک آنکھ ہے تو دوسروں کے بہت سی آنکھیں ہیں، جیسے تم خود ہو گے ویسا ہی افسر تمہارے اوپر ہوگا، اپنی زبان مخلوق کو برا کہنے سے روک لو، کیونکہ (اگر تمہارے ایک زبان ہے تو) مخلوق کی بہت سی زبانیں ہیں، اپنے (عیبوں کے) اندر نظر کرنا تم کو بس ہے، جیسا تم دوسروں کی نسبت کہو گے، ویسا ہی وہ

تمہاری نسبت کہیں گے، ہر دن اپنے نفس (کے اعمال) کا حساب لو، اور اللہ تعالیٰ سے بکثرت استغفار کرو، اپنے نفس کے طبیب اور رہنما بنو، کیونکہ جب تک خود تم کو اپنی اصلاح کی فکر اور سیدھے راستہ کی طلب نہ ہوگی کوئی مرشد اور طبیب روحانی کچھ نہیں کرسکتا) اپنے نفس کا حساب لینے سے غفلت نہ کرو، اور حظ نفس (نفسانی خواہش) میں مشغول ہونے سے بچو۔

اللہ تعالیٰ سے انس پیدا کرنے کا طریقہ

بزرگو! اللہ سے انس اسی بندہ کو حاصل ہوتا ہے، جس کی طہارت کامل اور ذکر صاف ہوگیا ہو کہ جو چیز اللہ سے غافل کرتی ہو اس سے وحشت ہونے لگے، (طہارت کامل یہ ہے کہ کھانے پینے میں حرام اور مشتبہ مال سے بچ جائے، ذکر کا صاف ہونا یہ ہے کہ دل پر اللہ تعالیٰ کی یاد ایسی غالب ہوجائے کہ بے تکلف اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے لگے ذکر کے وقت دوسری چیزوں کی یاد سے کشاکشی نہ ہو تو حید دل میں اللہ تعالیٰ کی خاص عظمت کا محسوس کرنا ہے، جو تعطیل اور تشبیہ (دونوں) سے (ذہن انسانی کو) دور رکھتی ہے (تعطیل یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ اعتقاد کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے کارخانہ قدرت فلاں بزرگ یا رسول یا فرشتہ کے حوالہ کردیا ہے، اب اللہ تعالیٰ کچھ نہیں کرتے جو کچھ ہیں دوسرے کرتے ہیں، اور تشبیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کو مخلوق کے ذات وصفات کے مشابہ سمجھے یہ دونوں اعتقاد غلط اور باطل ہیں)۔

صلاح قلب کے مراتب

بزرگو! جب دل درست ہوجاتا ہے تو (کبھی) وحی کے لئے منزل بن جاتا ہے (جیسے انبیاء علیہم السلام کے قلوب) اور (کبھی) اسرار اور انوار اور فرشتوں کا گہوارہ

بن جاتا ہے، (جیسے اولیاء اللہ کے قلوب) اور جب بگڑ جاتا ہے تو تاریکیوں اور شیطانوں کا گھر بن جاتا ہے، جب دل درست ہوتا ہے تو آدمی کو آگے پیچھے سے خبردار کر دیتا ہے اور وہ باتیں بتلا دیتا ہے جو کسی اور ذریعہ سے معلوم نہیں ہو سکتی تھیں، اور جب بگڑتا ہے تو ایسی بیہودہ باتیں کرنے لگتا ہے جن میں نہ بھلائی کا پتہ ہوتا ہے نہ کامیابی کا نام ونشان، اسی لئے میرے نزدیک درویش کو لازم ہے کہ اپنے ہر سانس کو کبریت احمر، بلکہ اس سے بھی زیادہ قیمتی سمجھے، ہر سانس کو عمدہ سے عمدہ حالت میں رخصت کرے جو اس کے مناسب ہے تاکہ اس کا کوئی سانس برباد نہ ہو، معاملہ تمہارے گمان اور وہم سے کہیں زیادہ سخت اور سنگین ہے۔ (اس لئے عمر کو فضول باتوں بیہودہ کاموں میں برباد نہ کرو، اس قیمتی عمر سے اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور جنت کی سلطنت خرید لو۔

تمام طاعات میں فکر سب سے افضل ہے

تمام طاعات وعبادات (نافلہ) میں افضل عبادت یہ ہے کہ ہمیشہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا دھیان رہے (اللہ تعالیٰ سے) انس کی علامت یہ ہے کہ (تمہارے) دلوں کے درمیان اور علام الغیوب (خدا) کے درمیان سے پردے اٹھ جائیں، محبت کی شاخیں دلوں میں پھیلتی ہیں، پھر عقل کے موافق پھل دیتی ہیں، شہرت کا طالب بدبخت کے سوا کوئی نہیں ہوتا۔

تصوف اس کا نام نہیں کہ (صوفی لوگوں سے یہ کہے) مجھ سے محبت کرو، میری تعظیم کرو، میری زیارت کرو (جو صوفی ہوگا وہ ہرگز لوگوں سے ملنے ملانے کا مشتاق نہ ہوگا) جس شخص کو کامل معرفت حاصل ہے وہ دنیا داروں کے دروازہ پر کھڑا نہیں ہوتا مخلوق سے (دل کا) مانوس ہونا حق تعالیٰ سے جدا ہونا ہے، جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور سے عزت

حاصل کرے گا ذلیل ہوگا، جو درجہ یقین سے محروم ہے وہ متقیوں کے درجہ سے گر گیا، جو اللہ تعالیٰ کے واسطے (سب سے) الگ ہو گیا، اللہ تعالیٰ اس کو (سب سے) ملا دے گا۔

گر باہمہ چو بے منی بے ہمہ
ور بے ہمہ چو بامنی باہمہ

ترجمہ: اگر سارا عالم تمہارے ساتھ ہو اور میں ساتھ نہ ہوں تو تم تنہا ہو اور اگر میں تمہارے ساتھ ہوں تو پورا عالم تمہارے ساتھ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف یکسو ہو جاؤ اہل حال کی خاص حالت ہے، جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کو حاصل ہے، اگر میں آپ کے سامنے زبان حال سے گفتگو کرنا چاہوں تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ساٹھ اونٹوں کا بوجھ (کاغذوں سے) بھر سکتا ہوں، لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ:

''زیادہ بولنا کمال نہیں''

اگر کوئی بولنے والا اتنا بولے کہ (سننے والے کے) کانوں کو بہرا بنا دے، مگر ظاہر (شریعت) کے نزدیک اس کا کلام مردود ہو تو اس کا خاموش رہنا ہی بہتر ہے، اور اگر کوئی اتنا خاموش رہے کہ اس کے بیٹھنے والے کو یہ خیال ہو جائے کہ یہ (کبھی) نہ بولے گا پھر وہ ایک بات ایسی کہے جو دل سے نکلی اور ظاہر میں تیر گئی، شریعت کے نزدیک پسندیدہ ہوئی، اللہ نے اس کے سننے کے لئے (سامعین کے) دلوں کو کھول دیا، سننے والوں نے اس کو اپنے دلوں میں جگہ دی، تو اس کی یہ ایک بات ہی بس ہے۔

جس حقیقت کو شریعت رد کر دے وہ زندقہ ہے

جس حقیقت کو شریعت رد کر دے وہ زندقہ (اور بے دینی) ہے، اگر تم کسی کو

ہوا میں چارزانو بیٹھا ہوا بھی دیکھو تو (ہرگز) اس کی طرف التفات نہ کرو، جب تک (شریعت کے) امر و نہی کے موقعہ پر اس کی حالت کو نہ جانچ لو۔

فرقہ بندی نہ کرو تم سب مسلمان ہو

اللہ تعالیٰ کے نزدیک دین ایک ہی ہے یعنی اسلام، تم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مصداق نہ بنو ﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ﴾ (التوبہ:۳۲)

ترجمہ: وہ اپنے منہ سے اللہ تعالیٰ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں، پس تم ایسا نہ کرو، اللہ تعالیٰ کے ایک دین کو ٹکڑے ٹکڑے نہ کرو، تم کو چاہئے کہ تمہارے اندر جو عالم ہو وہ جاہل کو نصیحت کرے، کامل ناقص کو (کمال کی طرف) کھینچے۔

اللہ اللہ! آج کل ہم مسلمان کہاں سے کہاں پہنچ گئے، کوئی اپنے کو شافعی کہتا ہے، کوئی حنفی، کوئی امدادی، کوئی رحمانی، کوئی چشتی، کوئی سبحانی، کوئی رشیدی کوئی اشرفی اور کوئی محمودی۔

اے قوم! تم سب کا ایک ہی نام ہے "مسلم" یہ نام خدا کا دیا ہوا ہے، خلیل اللہ کا دیا ہوا ہے، اس کو چھوڑ کر دوسرے نام اپنے لئے تجویز نہ کرو کہ شیطان کو اسی سے تفرقہ اندازی کا موقعہ ملا ہے۔

منفعت ایک ہے اس قوم کی نقصان بھی ایک
ایک ہے سب کا نبی دین بھی ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی اللہ بھی قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر عمل کرتا ہوا ﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى﴾ (المائدۃ:۲) (باہم ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور پرہیزگاری میں) سختی کے ساتھ نہیں، دھوکہ (اور فریب) اور ظلم و تکبر اور بڑائی کے ساتھ نہیں (بلکہ نرمی اور خیر خواہی سے نصیحت کرو، تدبیر و حکمت سے راستہ پر لاؤ، اس کا مضائقہ نہیں کہ تم جس بات کا حکم کرنا چاہو رسول اللہ ﷺ کی زبان بن کر صاف صاف کہو، مگر صاف کہنے سے پہلے (مخاطب کو) سمجھا دو (کیونکہ) سمجھی ہوئی بات (خود ایک) مقناطیس ہے (جو اپنی طرف) کھینچنے والی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب سے پیش آؤ

اللہ اللہ! خدا کے ساتھ ادب کرو، جس کا طریقہ یہ ہے کہ مخلوق خداوندی کا ادب کرنا سیکھو، کیونکہ یہ مخلوق الٰہی (دربار خداوندی کی) دہلیزیں ہیں اور (دروازے ہیں، اگر تم کو مخلوق الٰہی کے ادب کی حقیقت معلوم ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہو جانے کے دروازے بھی تمہارے واسطے کھلے رکھے ہیں، اگر تم مخلوق الٰہی کا ادب بجالانے سے واقف نہ ہوئے تو مخلوق میں پھنس کر اللہ تعالیٰ سے رہ جاؤ گے، (مخلوق کا ادب یہ ہے کہ لوگوں کا دل ہاتھ میں لو، ان کی دلداری کرو، اسی لئے جن حضرات کو معرفت اور سچا ذوق حاصل ہے وہ دلوں کے جوڑنے ہی میں لگے رہے، انہوں نے لوگوں کے پیروں تلے راستوں میں اپنے رخسارے بچھا دئے، اور (اس تواضع وخاکساری کی بدولت) ان کی روحیں مقبولیت کے درباروں میں باطنی بازوؤں سے اڑنے لگیں، پس انہوں نے مخلوق کے ذریعہ سے حق تعالیٰ کو پہچان لیا اور اللہ تعالیٰ کو مخلوق سے بہت دور پایا۔

حدیث قدسی ”انا عند المنکسرۃ قلوبھم لاجلی“ (اتحاف السادۃ:۶/۲۹۰)

[میں ان کے پاس ہوں جن کے دل میرے واسطے انکسار وخاکساری اختیار کرتے ہیں) تم کو بتلا رہی ہے کہ مخلوق کے ذریعہ سے حق تعالیٰ کو کیوں کر پہنچا جا سکتا ہے، وہ طریقہ یہی ہے کہ مخلوق کے سامنے تواضع اور خاکساری اختیار کرو، مگر اس کا منشا کوئی دنیوی غرض نہ ہو، بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ہو اور اسی لئے رسول ﷺ نے فرمایا ہے: ''تَفَکَّرُوْا فِیْ خَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَفَکَّرُوْا فِیْ اللّٰہِ'' (کنز العمال: ۵۷۰۵/۳)

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں غور کرو اللہ تعالیٰ (کی ذات) میں خیال نہ دوڑاؤ، جس فکر کا (یہاں) حکم کیا گیا ہے اس سے یہی مراد ہے کہ مخلوقات کے اندر صانع عالم جل وعلا کے ادب کو سوچو۔

یعنی سوچو کہ مخلوق الٰہی کے ساتھ برتاؤ کیا کیا جائے جس سے اللہ تعالیٰ کا حق ادب ادا ہو جائے، اس بات کو جتنا سوچا جائے گا اسی قدر مخلوقات کے ساتھ تواضع وانکسار سے پیش آنے اور شفقت وہمدردی کرنے کا تقاضا ہوگا، کیونکہ اس وقت ہر مخلوق میں صانع عالم کی تجلی نظر آئے گی۔

برگ درختاں سبز در نظر ہوشیار
ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

ترجمہ: عقل مند کی نظر میں سرسبز درختوں کا ہر پتہ خدا تعالیٰ کی معرفت کی ضخیم کتاب ہے۔

اور یہ تجلی انسان میں دوسری مخلوقات سے زیادہ نظر آئے گی، کیونکہ وہ اشرف المخلوقات ہے اور مسلمانوں میں سب سے زیادہ نظر آئے گی کہ اصلی انسان وہی ہیں کفار حقیقت میں آدمی نہیں، کیونکہ وہ طریقہ آدم چھوڑ کر طریقہ ابلیس پر چل رہے ہیں، اور جو شخص اپنے باپ کا طریقہ چھوڑ کر دشمن کا ساتھ دے وہ اس کے خاندان سے

باہر ہے، گو برائے نام اس کی طرف منسوب ہو۔

اللہ تعالیٰ نے پسر نوح کی بابت صاف فرما دیا ہے ”اِنَّـهٗ لَيۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ اِنَّـهٗ عَمَلٌ غَيۡرُ صَالِحٍ“ (ھود:۴۶) وہ آپ کے اہل وعیال سے خارج ہے، کیونکہ اس کے اعمال اچھے نہیں، پس آدمی وہی ہے جو آدم علیہ السلام کے طریقہ پر صاحب ایمان اور موحد، قائل آخرت ہو جو ایسا نہیں وہ آدمی نہیں ﴿اِنۡ هُمۡ اِلَّا كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ سَبِيۡلًا﴾ (الفرقان:۴۴)

این کہ می بینی خلاف آدم اند
نیستند آدم غلاف آدم اند

ترجمہ: یہ لوگ جنہیں تم خلاف انسانیت دیکھتے ہو درحقیقت آدمی نہیں ہیں، بلکہ آدمی کے بھیس میں ہیں۔

یہ شبہ نہ کیا جائے کہ قرآن میں تو باپ دادا کی تقلید سے انکار کیا گیا ہے، جواب یہ ہے کہ قرآن میں انہی باپ دادوں کی تقلید پر انکار کیا گیا ہے جو آدمی نہ تھے جانور تھے۔

چنانچہ ارشاد ہے: ﴿اَوَلَوۡ كَانَ اٰبَآؤُهُمۡ لَا يَعۡقِلُوۡنَ شَيۡـئًا وَّلَا يَهۡتَدُوۡنَ﴾ (البقرہ:۱۷۰)

کیا اگرچہ ان کے آبا واجداد کچھ بھی عقل نہ رکھتے ہوں اور راستہ گم کر چکے ہوں جانوروں کی طرح بے وقوف بن کر بھٹکتے پھرتے ہوں کیا پھر بھی ان کی تقلید کی جائے گی؟ خوب سمجھ لو۔

نبوت کی عظمت اور مراتب انبیاء علیہم السلام واولیاء کا بیان

بزرگو! عالم نبوت بہت بڑا عالم ہے جو تمام جہانوں کو جامع اور گھیرے ہوئے ہے، انبیاء علیہم السلام ہی زمین میں درحقیقت اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں، ان کی ہمتیں

آسمانی ہیں، قلوب عرشی ہیں، اللہ تعالیٰ کے اسرار (بھید) ان پر منکشف ہوئے ہیں، اغیار سے وہ بالکل الگ ہیں، مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف کھینچنے والے ہیں، انبیاء علیہم السلام کے ابتدائی درجات اور صدیقین کے انتہائی درجات کے درمیان تین لاکھ اڑسٹھ ہزار درجے ہیں، صدیقین کے لئے انبیاء علیہم السلام کے درجات میں (سے کسی درجہ پر پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں اور ابنیاء علیہم السلام کے مراتب اور سید المخلوقین (سرور عالم) سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے درجے کے درمیان بہت سے درجات ومراتب ہیں، آپ کے درجہ محبوبیت ہی میں اس قدر درجات اور مقامات ہیں جن کی حد اور شمار نہیں ہوسکتی، کوئی آن نہیں گذرتی جس میں رسول اللہ ﷺ کا مرتبہ بلند نہ ہوتا ہو، درجہ نہ بڑھتا ہو، ہر وقت آپ کو ایک خاص مقام ملتا ہے، جس میں پہلے سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے، اس مقام کو اسرار (باطنیہ) احاطہ نہیں کرسکتے، نہ کسی کا وہم وفکر وہاں تک پہنچ سکتے، یہ سب کچھ اس لئے ہے تاکہ آپ پر نعمت کو تمام کردیا جائے، اور شرف محبت کو کامل کردیا جائے (اور اس کے لئے ہر آن میں ترقی کی ضرورت ہے کیونکہ بارگاہ قرب الٰہی غیر متناہی بارگاہ ہے۔

اے برادر بے نہایت در گہیست
ہرچہ بروے میروی بروے مایست

ترجمہ: اے بھائی یہ بارگاہ لامتناہی ہے، اگر تم یہاں سے گذر و تو بس چلتے رہو۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس ﷺ کو حکم دیا ہے کہ اپنے لئے علم ومعرفت کی ترقی کی دعا فرماتے رہئے۔ ﴿وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا﴾ (طٰہٰ:۱۱۴)

صدیقین کے ابتدائی درجات اور اولیاء مقربین کے انتہائی درجات کے درمیان ایک ہزار ایک سو باون درجے ہیں، جن کا راستہ تو اولیاء مقربین کے واسطے کھلا

ہوا ہے، مگر وہ ان کے انتہائی درجات تک کبھی نہیں پہنچ سکتے، اور قطبیت جامعہ کے اٹھاسی ہزار سولہ درجہ ہیں ہر درجہ کسی ایک عالم کے ساتھ تعلق رکھتا ہے، اور اولیاء زمانہ کے تمام درجے قطب جامع (کامل) کے مرتبہ کے سامنے گویا زمین پر ٹھہرے ہوئے ہیں اور اس کا درجہ آسمانوں کے دروازوں میں چڑھا چلا جاتا ہے، اولیاء کے درجات اور امامت کے ان صلحاء کے درجات میں جن کا شمار اولیاء میں نہیں ہے ایسا فاصلہ ہے جیسا زمین و آسمان میں، صلحاء کے مراتب اور عام امت محمدیہ ﷺ کے درجات کے درمیان دو درجے ہیں: ایک توبہ۔ دوسرے نیک عمل۔ (ان دونوں کو اختیار کر کے عام مسلمان صلحاء میں داخل ہوجاتے ہیں، پھر عمل میں اخلاص اور احسان کا درجہ کاملہ حاصل کر کے اولیاء کے درجہ پر پہنچ جاتے ہیں، پھر عبدیت و اتباع سنت میں کمال حاصل کر کے اولیاء مقربین بن جاتے ہیں۔

ولی صحابی کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا

یاد رکھو! ولی کسی صدیق یا صحابی کے انتہائی درجہ پر نہیں پہنچ سکتا، کیونکہ ان حضرات کو مبارک اور پاک نظر محمدی (ﷺ) نے اوپر کو اٹھا دیا، اور حضور اقدس ﷺ کی محبوبیت تک پہنچا دیا ہے، انہوں نے آپ ﷺ سے محبت کی آپ ﷺ نے ان سے محبت کی، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا وہ اللہ سے راضی ہوگئے، یہی بڑی کامیابی ہے (ولی چاہے کتنی ہی عبادت کرے اس کو یہ بات کہاں نصیب ہوسکتی ہے، جو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حاصل ہوئی، وہ اپنے واسطے نظر محمد ﷺ کہاں سے لے آئے گا؟)

پس تم اگر اللہ کا قرب حاصل کرنا چاہتے ہو تو رسول اللہ ﷺ کی محبت اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی پیروی سے قرب حاصل کرو، یہی ہیں جن کو اللہ نے

ہدایت کی ان کے راستہ کی پیروی کرو، انہی کے متعلق ہم سے رسول اللہ ﷺ فرما گئے ہیں ''اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّھِمْ اِقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ'' (مشکوۃ:۵۵۴) میرے اصحاب ستاروں جیسے ہیں ان میں سے جس کی بھی تم پیروی کرو گے ہدایت پالو گے۔

ولایت محض عطاء حق ہے

عزیز من! اہل حال تجھ سے کہتے ہیں کہ تیرا پروردگار تجھ کو پیدا کرتا ہے، پھر فنا کر دیتا ہے، آنکھیں دیتا ہے پھر تجھ کو اندھا کر دیتا ہے، اس کے بعد اس حالت میں کہ تو کچھ نہیں ہوتا محبوبیت کے تخت پر بٹھلاتا اور باتیں کرنے کے لئے مقام انس میں کھڑا کرتا ہے، اس کے بعد اپنے جلال وعظمت کے دبدبہ سے تجھ کو ان چیزوں سے الگ کر دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے ظہور سے ظاہر کی تھیں، پھر تجھ کو تعظیم وتوقیر کا لباس پہناتا، اور گفتگو کے آداب سے کامیاب بناتا ہے، اس وقت تیرے اندر توفیق اور پختگی کا نور جم جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ تجھ سے فرماتا ہے کہ جو کچھ میں نے دیا ہے اس کو میری توفیق کی قوت سے لے، اپنی بشری طاقت اور انسانی قوت سے بیزار ہو جا، اللہ تعالیٰ کی عطاؤں پر پروردگار کی بخششوں کا شکر کر، اپنے تمام معاملات میں رضاء اور تسلیم کے دامن تلے آجا، جو کچھ میں نے دیا ہے اسکو لے لے اور شکر کرنے والوں میں ہو جا۔

یہ سب کچھ اللہ کا فضل ہے تیری کمائی نہیں، اس کی عطاء ہے تیری کوشش (کا ثمرہ) نہیں، اس کی کشش ہے تیری حرص (کا نتیجہ) نہیں، اس کا الہام ہے تیرا علم نہیں، اس کا احسان ہے تیرا کچھ استحقاق نہیں۔ ظاہر میں سب خاکی پتلے برابر ہیں اور فضیلت میں جو ایک دوسرے سے الگ ہیں، محض اللہ تعالیٰ کے ظہور اور اس کی تجلی کی وجہ سے، جتنا ظہور ہو گیا وہ صرف تقدیر سے ہے (بندہ کے اختیار سے نہیں) اگر چہ عالم اسباب میں عادت الٰہی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تجلی بندہ کی طلب اور عمل کے بعد

ہوتی ہے، مگر حقیقت میں طلب اور عمل کو اس میں دخل نہیں (اللہ تعالیٰ کی تجلی کے لئے کوئی چیز علت نہیں)۔

جب بادل پھٹے گا اور صبح چمکے گی، نور کی روشنی خا کی پتلے پر پڑے گی، اور آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی، پھر تو نور بڑھتے ہوئے سب چیزوں میں نمایاں ہوگا، اور اس کا غلبہ سب کو دبائے گا، اس کی سلطنت پختہ ہو جائے گی اور ظاہری صورتوں میں حقائق جلوہ گر ہوں گے، اس وقت صور پھونکا جائے گا۔ نامہ اعمال لکھا ہوا سامنے آ جائے گا، اور چھپی ہوئی غائب چیزیں نظروں کے سامنے آشکارا ہو جائیں گی، قبروں سے مردے اٹھ کھڑے ہوں گے، دلوں کی باتیں کھل جائیں گی، دھوکہ جاتا رہے گا، متقی لوگ خوشی سے کامیاب ہوں گے، اور محبوب بندہ انتہائی مسرت سے پھولا نہ سمائے گا، ان اسرار کے پیچھے ایک ایسی حقیقت ہے جس سے اکثر مخلوق کی آنکھیں (اس وقت) اندھی ہیں ان کو وہی سمجھتا ہے جس کے اندر خود اس کی ذات سے وہ حقیقت ظاہر ہوئی اور اس کے شواہد دلائل خود اسی سے اس کے اوپر جلوہ گر ہوئے، اس کے اثار خود اس کے وجود سے اس کے اوپر ظاہر ہوئے ہوں (ذٰلِکَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰہُ مَنْ یَّھْدِ اللّٰہِ فَھُوَ الْمُھْتَدِ) (الکہف:۱۷) یہ اللہ کی نشانیاں ہیں جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کریں وہی راہ پانے والا ہے۔

قربِ الٰہی کی تحقیق

اے عزیز! خدا کی قسم! اس مقام (قربِ الٰہی) میں نہ وصال ہے نہ جدائی، نہ حلول ہے نہ انتقال، نہ حرکت ہے نہ سکون، نہ چھونا ہے نہ پاس ہونا، نہ سامنا ہے نہ مقابلہ، نہ برابری ہے نہ مماثلت، نہ ہم جنس ہونا ہے نہ ہم شکل ہونا، نہ کوئی جسم ہے نہ تصور، نہ اثر قبول کرنا ہے نہ تغیر و تبدل، یہ تو سب کے سب تیرے حدوث کی صفات

ہیں، حق سبحانہ تعالیٰ تیری ان تمام صفات وکیفیات سے منزہ ہے، کیونکہ یہ تو اسی کی بنائی ہوئی ایجاد کی ہوئی ہیں، پھر وہ ان کے ذریعہ سے یا ان کے اندر یا ان کے پاس ہوکر اور دور ہوکر کیوں کر ظاہر ہوسکتا ہے، یہ سب چیزیں خود اسی سے ظاہر ہوئی ہیں، وہ ان سے ظاہر نہیں ہوا، وہ تو ان شکلوں اور صورتوں اور معنوں سے پاک اور وراء الورا ہے، نہ وہ ان میں چھپا ہوا ہے نہ ان سے ظاہر ہوا، نہ کسی کا فکر اس تک پہنچا نہ کسی کی نظر نے اس کو گھیرا۔ گفتگو کا دائرہ حقیقت حال کے بیان سے قاصر ہے۔

دنیا وآخرت کی تحقیق

عالم ظاہر میں جو انسان کے مشاہدہ میں آ گیا وہی دنیا ہے، اور عالم غیب و ملکوت میں سے جو کچھ چھپا ہوا ہے وہ آخرت ہے، جس کی طرف موت کے بعد بندہ لوٹایا جائے گا۔ اور سب چیزوں سے زیادہ ظاہر انسان کے نزدیک اس کا بدن ہے، کیونکہ وہ تمام اجسام عالم سے زیادہ اس کے قریب ہے اور دنیا کو دنیا اسی لئے کہتے ہیں کہ وہ بندہ کے قریب ہے، پس انسان کے احوال میں جو حالت سب سے زیادہ اس کے قریب ہے وہ اس کی دنیا ہے، اور جو سب سے زیادہ دور ہے وہ آخرت ہے، اور چونکہ وہ دور ہے اسی لئے اس کا انکشاف موت کے بعد پر رکھا گیا۔

جب انسان سے کہا جائے گا (فَکَشَفْنَا عَنْکَ غِطَآءَ کَ فَبَصَرُکَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ) (ق:۲۲) ہم نے تیرے پردے اٹھا دئے تو آج تیری نگاہ بہت تیز ہے، اور انسان کہے گا (رَبَّنَا اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَیْرَ الَّذِیْ کُنَّا نَعْمَلُ) اے پروردگار! ہماری آنکھیں کھل گئیں اور ہمارے کان ہوگئے، اب ہم کو (دنیا میں) واپس کر دیجئے تا کہ کچھ نیک کام کرلیں۔ ان اعمال کے خلاف جواب تک کیا کرتے تھے ان کو جواب دیا جائے گا (اَوَلَمْ نُعَمِّرْکُمْ مَایَتَذَکَّرُ فِیْہِ مَنْ تَذَکَّرَ وَجَاءَ کُمُ النَّذِیْرُ) کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی جس میں سمجھنے والا

سمجھ جائے اور تمہارے پاس تو ڈرانے والا بھی آیا تھا (جس نے اس دن سے اچھی طرح خبردار کر دیا تھا)۔

پس (اے انسان!) تیرے جو حالات ظاہر میں مشاہد ہیں وہی حقیقۃ تیری دنیا ہے اور ان میں سب سے زیادہ ظاہر تیرے نزدیک وہ حالات ہیں جو تیرے اعضاء جسم سے تعلق رکھتے ہیں، جیسے طبعی لذات اور حسی شہوات، یہی تجھ کو بارگاہ الٰہی کی طرف قدم بڑھانے سے روکتے اور دربار قدسی میں پہنچنے سے ہٹاتے رہتے ہیں، کیونکہ دنیا مومن کا جیل خانہ ہے وہ اس جگہ سے بدرجہا (اشرف واعلیٰ ہے جس سے وہ الگ ہو جائے گا اور کافر کی جنت ہے جس کی عقل پر پردے پڑے ہوئے ہیں جن کی وجہ سے وہ پاکیزہ جمال الٰہی کے مشاہدہ سے روک دیا گیا ہے)

اور جب تک انسان کو ان تاریک اجسام سے کچھ بھی تعلق اور لگاؤ ہے اس وقت تک اس کو (بارگاہِ الٰہی کی) پوری اطلاع نہیں ہو سکتی جس میں (غلطی کی) ذرا آمیزش نہ ہو، اور جو شخص جیل خانہ میں مقید ہو اس کو کیا لذت مل سکتی اور کیا تصرف اور کشف حاصل ہو سکتا ہے؟ جو دل اجسام ہی کے مشاہدہ پر ٹھہرے ہوئے ہیں وہ بتوں کو پوجنے والے ہیں، یہ بدن دنیا ہے۔

"اَلدُّنْيَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّةُ الْكَافِرِ" کی تحقیق

اور ایمان دل کی صفت ہے، اور مومن (دراصل) دل ہی ہے، پس دنیا کا مومن کے لئے جیل خانہ اور کافر کے لئے جنت ہونا بالکل سچ ہے (اس میں مبالغہ کچھ نہیں) کیونکہ یہ بدن دل کا جو کہ (دراصل) مومن ہے جیل خانہ ہے (دل جہاں پہنچنا چاہتا ہے بدن کے تعلقات اس کو وہاں پہنچنے سے روکتے ہیں) جس وقت یہ بدن کے علائق سے چھوٹ کر، اس کی آفات اور بلیات سے نجات پا جائے گا جب ہی آفتوں

سے اور تمام خطرات سے اس کو چین ملے گا اور تاریکیوں) سے نکل کر نور سے جا ملے گا۔ ﴿اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ﴾ وہاں جو اللہ کے پاس صحیح وسالم دل لے کر پہنچے گا وہی کامیاب ہوگا۔

و ما کل جسم غیر سجن لاھلہ

و آخر آفات النفوس وفاتھا

ولو علم الانسان ما الموت ایقنت

نفوس الوری ان الممات حیاتھا

یہ تمام بدن اپنے مالکوں کے لئے جیل خانوں کے سوا کچھ نہیں ہیں، اور جانوں کے لئے سب سے (بڑی اور) آخری آفت موت ہے۔ اور اگر آدمی کو معلوم ہوجائے کہ موت کیا چیز ہے تو تمام جانوں کو یقین ہوجائے کہ مرنا ہی ان کی زندگی ہے، پس یہ بدن اپنے مالک کے حق میں کس قدر تاریک، اور انوار سے کس قدر دور کرنے والے ہیں جو شخص بدن ہی (کی فکر) میں لگا ہوا ہے وہ تو چاروں طرف سے گھرا ہوا اور پیمائش ومقدار (یعنی بدن کے طول وعرض اور گہرائی کی دیوار میں قید ہے اور یہی تین حصے تاریک غفلت میں ڈالنے والے، (ترقی سے) روکنے والے زمین کی پیداوار ہیں جو اپنی ذات ہی سے تاریک اور ظلماتی ہیں۔

زندگی نام ہے دنیا سے گذر جانے کا

اور حیات ابدی نام ہے مرجانے کا

کافر دنیا میں بھی دوزخ میں ہے

اور آخرت میں بھی دوزخ میں رہیگا

پس اس کے باطن (قلب) میں حسرت اور ناکامی کی آگ یہاں بھی

بھڑک رہی ہے، کیونکہ وہ تاریک جسمانی صورتوں کی طرف مائل ہونے کی وجہ سے روح معرفت اور وسعت علم اور لذت مشاہدہ (جمال حق) سے محروم ہے اور جب حسرت کی آگ کے شعلے بھڑکتے ہیں تو اس وقت بھی وہ ان صورتوں ہی سے راحت کا طالب ہوتا ہے، حالانکہ نہ وہ اس کو سایہ (اور ٹھنڈک) دے سکتی ہیں اور نہ اس آگ کے شعلوں کو بجھا سکتی ہیں، بلکہ وسعت علم اور فضائل معرفت کے درختوں اور شاخوں (کے سایہ تلے جانے) سے روکتی اور ہٹاتی رہتی ہے، پس کافر دنیا میں بھی دوزخ میں ہے (اور آخرت میں بھی دوزخ ہی میں جائے گا) اسی آگ سے یہ آیت ڈرا رہی اور اس کی خبر دے رہی ہے ﴿فَاَنْذَرْتُكُمْ نَاراً تَلَظّٰى لَا يَصْلَاهَا اِلَّا الْاَشْقٰى الَّذِىْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى﴾ میں تم کو ڈراتا ہوں ایک بھڑکتی آگ سے جس میں اس بدبخت کے سوا جس نے (حق کو) جھٹلایا اور (اس سے) بے رخی کی اور کوئی داخل نہ ہوگا، اور (ظاہر ہے کہ حق کو) جھٹلانا حجاب ہی کے ساتھ ہوتا ہے، اور بے رخی بھی ہمیشہ غفلت ہی سے ہوتی ہے، پس (کفار جہنم میں اسی لئے جائیں گے کہ انہوں نے دنیا میں اپنے دلوں کے پردے نہ اٹھائے اور غفلت سے بیدار نہ ہوئے۔

دل کی آواز کو سننا چاہیے

اگر جھٹلانے والے اپنے (دلوں کے) اندر سے حق کی آواز سن لیتے، جو ان کو اس بات پر ایمان لانے کی دعوت دے رہی ہے (جس کو زبان سے) جھٹلاتے ہیں تو یہ بھی ان لوگوں کی طرح ایمان لے آتے جن کا قول یہ ہے ﴿رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِىْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ آمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا﴾ اے پروردگار ہم نے ایک منادی کی آواز کو سنا جو ہم کو ایمان کی طرف بلا رہا تھا کہ اپنے پالنے والے پر ایمان لے آؤ تو ہم ایمان لے آئے، اور یہ آواز ہر مسلمان کے دل میں جو موحد ہے اور اللہ

ورسول پر ایمان رکھتا ہے، ہمیشہ رہتی ہے، اگر کفار اس آواز کی حقیقت سمجھ جاتے تو ضرور سن لیتے، مگر وہ تو اس سے بے خبر اور منکر ہیں جب قیامت کے دن پردہ اٹھ جائے گا اور حسرت وندامت کے ساتھ جہنم کی آگ میں جلیں گے اس وقت (اس آواز کی حقیقت اور) اس (مجلس عالم کے) معزز صدر (ہمارے آقا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ) کے درجہ کو پہنچا نیں گے، جو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں مذکور ہے ﴿لِنُرِيَهُ مِنْ اٰيٰتِنَا اِنَّهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ پاک ہے وہ خدا جو اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ میں لے گیا تا کہ ہم اس بندہ کو اپنی نشانیاں دکھلائیں بے شک وہ خوب سننے والا دیکھنے والا ہے۔)

جب کفار کو سننے اور دیکھنے کی حقیقت معلوم ہو جائے گی، اور وہ جان لیں گے کہ سننے اور دیکھنے کے لئے جسمانی آلات یعنی ظاہری کانوں اور آنکھوں کی ضرورت نہ تھی، (بلکہ دل کے کان اور دل کی آنکھیں کھولنے کی ضرورت تھی) اس وقت کہیں گے ﴿لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْ اَصْحَابِ السَّعِيْرِ﴾ اگر ہم نے (دل کی آواز کو سنا یا سمجھا ہوتا تو آج دوزخ والوں میں نہ ہوتے مگر وہاں یہ عذر نہ سنا جائے گا اور اگر وہ عذر پیش بھی کریں تو عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہوگا، اب ان کا عذر کیونکر قبول کیا جا سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی اس عذر کو زائل کر چکے اور ان کے پاس ایسے لوگوں کو بھیج چکے تھے جن کی بات مان لیتے تو اندھیرے سے روشنی میں پہنچ جاتے۔

انسان کی عظمت

اور نوع انسانی ایک ایسی قوت ہے جو (بلاواسطہ) اللہ تعالیٰ کے وجود (اور اس کی تجلی) سے قائم ہوئی، اس کی بارگاہ سے اس کا ظہور ہوا ہے، اسی لئے اس میں

شان خداوندی کے آثار اور عظمت الٰہی کے علامات ظاہر ہوئے، جن کی وجہ سے انسان نے تمام معلومات کو جان لیا اور اسی کے ذریعہ سے نئی نئی ایجادات کو ظاہر کیا، اور یہ قوت جو آدم علیہ السلام میں پھونکی گئی تھی ان کی اولاد میں بھی پہنچی جو ہمیشہ چلتی رہے گی، اسی کے ذریعہ سے ہر زمانہ میں نئی نئی ایجادیں اور عجیب وغریب علوم جزئی وکلی ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔

یہ سب اسی **نفخہ** اور بلا واسطہ روح پھونکنے کا اثر ہے جس نے آدم علیہ السلام کو ایسی قوت عطا کی جس سے وہ زمین وآسمان سے باخبر ہوکر تمام چیزوں (کے مصالح اور منافع مضرتوں) پر مطلع ہو گئے، اور (ان کے بعد) یہ قوت ان کی تمام اولاد میں تقسیم کردی گئی، جو نسلاً بعد نسل چلی آتی ہے، انبیاء علیہم السلام نے اس قوت سے پورا حصہ لیا اسی لئے ان کے ہاتھوں سے عجیب وغریب علوم اور حکمتیں ظاہر ہوئیں، جن میں طبعی اسباب اور خاصیات افعال (وکیفیات) کو اصلاً دخل نہیں، بلکہ یہ سب کچھ تنہا اسی قوت کا نتیجہ ہیں جو (آدم علیہ السلام میں بلا واسطہ) روح پھونکنے سے پیدا ہوتی تھیں، یہ سب ازلی فوائد ہیں، اور ہر شخص کے ہاتھ سے اسی قدر منافع ظاہر ہوتے ہیں جتنا اس چھینٹے اور نفخ سے اس کو حصہ ملا ہے، اس سے زیادہ نہیں۔ یہ ازلی تقسیم ہے ہر شخص نے اس میں سے اسی قدر پایا جتنا اس کی استعداد وقابلیت کے موافق اس پر چھڑک دیا گیا ﴿وَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهُ نُوراً فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ﴾ اور جس کو اللہ ہی نے نور نہیں دیا اس کے لئے نور سے کچھ حصہ نہیں، اور جن لوگوں کو اس (نور) میں سے حصہ دیا گیا ہے وہ بھی اپنے حصہ کو پوری طرح اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے جب تک انتہائے کمال قرب کو اپنے درجہ کے مناسب نہ پہنچ جائیں، اور یہ (کمال قرب) صرف آخرت میں جنت ہی میں ہوگا، اس وقت وہ جس چیز کو بھی کہہ دیں گے ہو جا تو فوراً ہو جائے گی۔

حدود سے آگے بڑھنا جائز نہیں

اس دربار کے راستہ میں حدود مقرر اور نشانات لگے ہوئے ہیں، جن سے آگے بڑھنا بدون اجازت کے ممکن نہیں، پھر جس کو حد مقرر سے آگے بڑھنے کی اجازت دیدی جاتی ہے اس کے لئے دروازہ کھول دیا جاتا اور اندر لے لیا جاتا ہے، اس (دربار) میں داخل ہونا بدون شرح صدر کے ممکن نہیں۔

شرح صدر کی تفسیر

شرح صدر کی تفسیر دریافت کی گئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ایک نور(۱) ہے جو اللہ تعالیٰ دل میں ڈال دیتے ہیں، عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس نور کی علامت کیا ہے، فرمایا خیالی گھر (دنیا) سے دور ہو جانا اور دائمی گھر (آخرت) کی طرف متوجہ ہونا، اور موت کے آنے سے پہلے موت کے لئے تیاری کرنا، اسی نوارنی شرح صدر سے دلوں کے دروازے کھلتے ہیں، اور رحمت (نبوت) بھی اللہ سبحانہ کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، جس کے دل پر چاہتے ہیں اس کو کھول دیتے ہیں ﴿مَا یَفْتَحِ اللّٰہُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَۃٍ فَلَامُمْسِکَ لَھَا﴾ (الفاطر: ۲) اللہ جس رحمت کو لوگوں کے لئے کھول دے اس کو روکنے والا کوئی نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مجسم رحمت ہیں (چنانچہ ارشاد ہے) ﴿وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِلعٰلَمِیْنَ﴾ (الانبیاء: ۱۰۷) اور ہم نے تو آپ کو تمام جہاں والوں کے لئے سراپا رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے، پس جس طرح آسمان کے

---

(۱) وھوا المراد بنسبت الاحسان فی اصطلاح الصوفیۃ فافھم فلعلک تجدہ اقرب الی الصواب.

دروازے باران رحمت سے کھل جاتے ہیں، اسی طرح وحی کے دروازے رسول اللہ ﷺ کیلئے کھل گئے جو تمام جہاں والوں کیلئے سراپا رحمت اور پرہیزگاروں کے (بارگاہ الٰہی میں) داخل ہونے کے لئے دروازہ ہیں۔

اب (سمجھو! کہ) قدرت (الٰہی) کا جو حصہ بھی کسی ظاہری مخلوق میں ظاہر ہوا ہے اس کے پردہ میں ظاہر کرنے والا دوسرا ہے (یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ) تو جو شخص ظاہر سے آگے بڑھ کر پردہ والے تک پہنچ گیا اس پر ملکوت کے اسرار منکشف ہو جاتے ہیں اور یہ ان لوگوں میں داخل ہو جاتا ہے جو پاکیزہ میدان میں سیر کرنے والے ہیں ﴿اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْوٰرِثُوْنَ، الَّذِیْنَ یَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ ھُمْ فِیْھَا خٰلِدُوْنَ﴾ (المومنون: ۱۰، ۱۱) یہی وہ لوگ ہیں جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے، یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

رسول اللہ ﷺ کی عظمت وشان

چراغ وجود سرتاج دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جنت الفردوس کی وراثت کی طرف (مخلوق کو) دعوت دی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ عجیب اسرار اور نادر باتیں، فصیح زبان، عمدہ استعارے، ٹھیک ٹھیک مثالیں، مناسب اشارے، باریک راز، واضح کشف، کامل احکام، وسیع سیاسیات، جامع آداب پاکیزہ اخلاق لائے ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نہیں لایا۔

اب جس کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں، وہ صورت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے باطنی اور روحانی جمال پر نظر کرتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روحانی انوار کو ناسوتی جسمانی آفاق کے تمام جوانب پر خاص عزت و وقار اور ہیبت وسکون اور تبسم وشادمانی کے ساتھ پھیلا ہوا دیکھتا، اور ان تمام ظاہری و باطنی صفات کو از خود نہیں، بلکہ

ان کے ظاہر کرنے والے (خدا) سے قائم سمجھتا ہے، تاکہ ان لوگوں کے درجہ سے نکل کر (آگے بڑھ) جائے جو ظاہر پر ٹھہر کر پیدا کرنے والے سے محجوب (اور دور) رہ گئے، یہ شخص سمجھتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ظاہر و باطن اور تمام حرکات وسکنات میں محض (ظاہری) انتظام کرنے والے ہیں، آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر کوئی طاقت نہیں، آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سراسر اس ذات میں مٹے ہوئے ہیں جس نے (دینی ودنیوی) انتظامات کے لئے آنخضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قائم کیا ہے۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ کس طرح (صاف صاف حضور اقدس ﷺ سے ارشاد فرماتے ہیں ﴿وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ (الانفال:۱۷) اور جب آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (جنگ بدر میں ایک مٹھی بھر کنکریاں) پھینکی تھیں تو وہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پھینکی تھیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھیں سوچو کہ اللہ تعالیٰ نے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ایک (ظاہری) فعل میں اس کام سے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو (کیونکر) الگ رکھا ہے (یہ بھی فرماتے ہیں کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینکا اور ساتھ ہی یہ بھی فرماتے ہیں کہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں پھینکا۔

مطلب ظاہر ہے کہ لوگوں کی نظروں میں تو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل تھا، مگر حقیقت میں کرنے والا اور تھا یعنی حق سبحانہ وتعالیٰ اور اس بات کے بتلانے کی اس لئے ضرورت تھی) تاکہ کسی کو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم ناسوتی پر جو (خدا کا) تابع ہے اور ظاہری شکل وصورت پر جو خدا کی بنائی ہوئی ہے (ذاتی) قدرت وطاقت کا گمان نہ ہو جائے اور کوئی آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو صاحب تصرف نہ سمجھنے لگے حالانکہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم صرف منتظم (اور ظاہری) مدبر ہیں۔

اگر کوئی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نظر سے دیکھے کہ اللہ تعالیٰ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کام لے رہے ہیں، آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تصرف نہیں کرتے اور اس بات کی حقیقت سمجھ لے کہ ظاہر ہونے والی چیز کیا ہے۔ ظاہر کرنے والا کون ہے؟ پھر ہر ایک کو اس کے درجہ پر رکھے تو حق کھلم کھلا بدون کسی شبہ اور تاویل کے اس پر واضح ہو جائے گا، اور کمزور بات کو صحیح سے الگ ممتاز پائے گا، یہ شخص اللہ کی ہدایت سے سرفراز ہوگا، آدمیوں کی ہدایت سے نہیں، اور ان لوگوں میں سے ہوگا جو تقدیر کے راز پر مطلع ہو چکے اور سنی سنائی باتیں ماننے سے جن میں دھوکہ کا احتمال ہے علیحدہ ہو چکے ہیں ﴿قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ﴾ الزخرف:۲۴) (فرما دیجئے کیا اگر میں اس بات سے جس پر تم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے زیادہ سیدھا راستہ بتلاؤں کیا پھر بھی تم اسی پر رہو گے؟) اس آیت میں ایک کھلی مثال دی گئی ہے کہ:

مشاہدہ کے ہوتے ہوئے سنی سنائی بات پر اعتماد نہ کرنا چاہئے

سنی ہوئی باتوں پر جمنا اور مشاہدہ سے آنکھیں بند کر لینا غلطی ہے، اس میں تدبیر و نصیحت کے ساتھ معرفت حق کی طرف پہنچایا گیا ہے تاکہ اس طریقہ سے لوگ اہل حق کو پہچان لیں اور اس بات کو سمجھ لیں کہ جو شخص بدون اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے ایسی باتوں پر چل رہا ہے جن سے طبیعت مانوس ہے وہ اپنی خواہش اور حالت کی پیروی کر رہا ہے (کیونکہ اس کو اپنے باپ دادا کے طریقہ کی حقیقت اصلاً معلوم نہیں، یہ اس پر صرف اس لئے چلتا ہے کہ طبیعت اس سے مانوس ہے) اور یہ سراسر نادانی ہے، کیونکہ اگر کوئی شخص زنا اور چوری سے مانوس ہو جائے تو کیا وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ زنا اور چوری اس لئے اچھے کام ہیں کہ میں ان سے مانوس ہوں ہرگز نہیں)۔

جو شخص کسی قوم کی شمار بڑھائے گا انہی میں سے گنا جائے گا

جو شخص جس جماعت کی تعداد بڑھائے گا انہی میں گنا جائے گا، انہی کے ساتھ قیامت میں اٹھے گا، جو شخص جس قوم سے موافقت کرے گا انہی میں داخل ہوگا، پس حق کے بعد گمراہی کے سوا کچھ نہیں، اور کشف کے بعد تاریکی میں الجھنے کے سوا کچھ نہیں ﴿فَاَعۡرِضۡ عَنۡ مَّنۡ تَوَلّٰی، عَنۡ ذِکۡرِنَا وَلَمۡ یُرِدۡ اِلَّا الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا ذٰلِکَ مَبۡلَغُھُمۡ مِّنَ الۡعِلۡمِ﴾ (النجم: ۲۹، ۳۰) اس شخص کی طرف سے منہ پھیر لو جس نے اللہ کی کتاب سے منہ پھیر لیا اور دنیوی زندگی کے سوا کچھ نہیں چاہتا یہیں تک ہی اس کے علم کی پہنچ ہے (حیات دنیا سے آگے اس کا علم بڑھتا ہی نہیں اور تم کو معلوم ہو چکا ہے کہ حیات دنیا حیات اخروی سے غافل کرنے والی ہے، اور جو شخص اصلی زندگی کے لئے تیاری کرنے سے پہلو تہی کرے گا۔

وقت سے پہلے تیاری کرلو

وہ دنیوی زندگی سے جدا ہو کر پشیمان ہوگا جہنم کی آگ میں جلایا جائے گا، اور ایسے وقت میں نصیحت مانے گا جب نصیحت سے کچھ نفع نہ ہوگا ﴿یَقُوۡلُ یٰلَیۡتَنِیۡ قَدَّمۡتُ لِحَیَاتِیۡ، فَیَوۡمَئِذٍ لَّایُعَذِّبُ عَذَابَہٗۤ اَحَدٌ وَّلَایُوۡثِقُ وَثَاقَہٗۤ اَحَدٌ﴾ (الفجر: ۲۴، ۲۵، ۲۶) اس وقت یوں کہے گا کہ اے کاش! میں نے اپنی (اصلی) زندگی کیلئے پہلے سے کچھ (سامان) کرلیا ہوتا، پس اس دن خدائے تعالیٰ کے عذاب کے برابر نہ کوئی عذاب کرنے والا ہوگا نہ اس کی جکڑ کے برابر کوئی جکڑنے والا، یہاں تک کہ اس شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ زندگی (اصل میں) آخرت ہی کی زندگی ہے۔ اگر پہلے سے اس بات کو جان لیتا تو آخرت اس کے حق میں زندگی کا گھر بن جاتی۔

آخرت ان ہی کے واسطے حیات ہے جو اسکے ماننے والے ہیں

کیونکہ وہ تو جاننے والوں ہی کے لئے حیات ہے، (اور جو اس کے منکر ہیں ان کے حق میں تو موت سے بدتر ہے۔

﴿لَا یَمُوْتُ فِیْهَا وَلَا یحیٰ﴾ (الاعلی: ۱۳)

ایسا شخص نہ مردوں میں ہے نہ زندوں میں۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے (جہاں آخرت کا حیات ہونا بتلایا ہے وہاں) یہ قید بھی لگادی ہے۔ ﴿لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ﴾ پوری آیت یوں ہے ﴿وَاِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ لَوْ کَانُوْا یَعْلَمُوْنَ﴾ (العنکبوت: ۶۴)

اور بیشک دار آخرت ہی سراپا زندگی ہے اگر پہلے سے جان لیتے۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ اگر یہ لوگ پہلے سے جان لیتے تو دار آخرت ان کے حق میں سراپا زندگی بن جاتا، مگر ان کے جہل نے ان کو پردہ میں رکھا اور صورتوں (شکلوں) کی تاریکیوں میں پھنسا دیا جسم کے جیل خانہ میں جو طول وعرض وعمق کی دیواروں سے محصور ہے مقید کردیا (کہ عمر بھر جسم کی پرورش اوراس کی راحت رسانی میں لگے رہے، اپنی عقل اور روح کی آواز کو نہ سنا، جو پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ دنیا کی زندگی زندگی نہیں، یہ تو خواب وخیال کی طرح گذر جائے گی، اصلی زندگی وہاں کی ہے جہاں سے انسان کی عقل وروح آئی اور ایک دن جسم سے علیحدہ ہوکر پھر وہیں پہنچنے والی ہے)۔

پس یہ لوگ (چونکہ جسم ہی کی تاریکیوں میں الجھے رہے، روحانیت کی روشنی سے انہوں نے آنکھیں بند رکھیں اس لئے) جسم ہی کی طرف دھکیل دیئے جائیں گے، اوراسی میں (ان کو) عذاب دیا جائے گا، پس اجسام کا دوبارہ زندہ ہونا ضروری ہے،

صاحب شریعت (ﷺ) نے یہی بتلایا ہے کہ اجسام دوبارہ زندہ کئے جائیں گے، اور ان میں روحیں لوٹائی جائیں گی جن کو خدا نے توفیق دی ہے اور اس پر ایمان رکھتے اور دل کھول کر اس کی تصدیق کرتے ہیں، کیونکہ شارع علیہ السلام نے بتلا دیا ہے کہ جس چیز کا ابتداً پیدا کرنا ممکن ہے اس کا دوبارہ پیدا کرنا (کسی طرح) محال نہیں ہوسکتا، یہ بات تو مشاہدہ ہے کہ نئی ایجاد کرنے سے ایجاد کردہ چیز کو دوبارہ بنا دینا بہت آسان ہے ﴿قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ (یٰس: ۷۹) (لوگ پوچھتے ہیں کہ ہڈیوں کے بوسیدہ ہو جانے کے بعد کون زندہ کرے گا؟ کہہ دو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو پہلی بار پیدا کیا تھا۔

عقائد اسلامیہ کا انکار ہٹ دھرم کے سوا کوئی نہیں کرسکتا

اللہ تعالیٰ کی معرفت (اور اس کی قدرت کو جاننے) اور فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں کو پہچاننے، اور قیامت کے ماننے سے صرف وہی شخص رکتا ہے جس پر شیطان اور ہوائے نفسانی نے غلبہ کر کے حق سے اس کو ہٹا دیا اور بہکا دیا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے نفرت کی اور رسوا کر کے ہمیشہ کے لئے جہنم میں اس کا ٹھکانا بنا دیا۔

﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (النساء: ۱۳۶)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاَصَمَّهُمْ وَاَعْمٰٓى اَبْصَارَهُمْ، اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ (محمد: ۲۳، ۲۴)

جو شخص اللہ سے اور اس کے فرشتوں اور کتابوں اور رسولوں اور آخرت کے دن سے انکار کرے وہ تو گمراہی میں بہت دور نکل گیا، ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی پھٹکار ہے جس نے ان کے کان بہرے اور آنکھیں اندھی کر دی ہیں۔

قرآن اپنی حقانیت کی دلیل خود ہے

کیا یہ لوگ قرآن پاک کو سمجھتے نہیں یا ان کے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں؟ کہ بالکل بہرے، گونگے، اندھے ہی بن گئے، کسی بات کو سمجھتے ہی نہیں، (قرآن اپنی باتوں کے سمجھانے میں کسی خارجی دلیل کا محتاج نہیں وہ اپنے ہر دعوے کے لئے خود ہی دلیل ہے، منکروں کو چاہئے کہ اسلام کی جس بات میں ان کو شبہ ہو اس کو بحث ومناظرہ کے بجائے خود قرآن سے حل کریں، تعصب کو الگ رکھ کر قرآن کو سمجھ کر پڑھیں، پھر اپنے ضمیر کو ٹٹولیں کہ وہ قرآن کی نسبت کیا فیصلہ کرتا ہے یقیناً ضمیر اندر سے یہی کہے گا کہ قرآن جو کچھ کہتا ہے بالکل حق ہے جس میں شک وشبہ کی اصلا گنجائش نہیں۔

اللہ تعالیٰ کے دروازہ سے ہدایت حاصل کرو

پس ہدایت حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس کے دروازہ سے حاصل کرو ﴿اِنَّ عَلَيۡنَا لَلۡهُدٰى، وَاِنَّ لَنَا لَلۡاٰخِرَةَ وَالۡاُوۡلٰى﴾ (اللیل: ۱۲، ۱۳) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہدایت کرنا ہمارے ذمہ ہے اور ابتداء وانتہاء سب ہمارے ہاتھ میں ہے جو شخص قاعدہ کے موافق راستہ طے کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ خود ہدایت کردیں گے اور اگر تم جسم کی تاریکیوں میں الجھے ہوئے عادت کی قید میں پھنسے ہوئے، باپ دادا اور ان استادوں کی تقلید پر جمے رہو گے جن کو یقین کے نور سے روشنی نہیں پہنچی تو تم کو لوح سے لکڑی کی تختی، اور قلم سے کلک کے قلم، اور ہاتھ سے گوشت پوست کے ہاتھ، اور کاتب سے صورت وشکل والے جسم کے سوا اور کچھ سمجھ میں نہ آئے گا، اس صورت میں تم کو ان باتوں کے سمجھنے کی حرص نہ کرنا چاہئے جن کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے، کیونکہ تم ان کے سمجھنے کے قابل نہیں ہو، بلکہ ان لوگوں کے راستہ پر چل رہے ہو جو

اجسام کی ظلمتوں میں پھنسے ہوئے ہیں جن کو اجسام اور ان کے متعلقات کے سوا کچھ معلوم نہیں (ان کی طرح) تم (بھی) جسم کے سایہ میں ہو جس کے تین حصے ہیں طول وعرض وسمک (لمبائی، چوڑائی، بلندی) اور یہ تینوں حصے ظلمت ہی ظلمت ہیں۔

معلومات مشاہدہ میں منحصر نہیں

تم نے تمام معلومات کو احساس، (اور مشاہدہ) کے تحت (۱) میں منحصر سمجھ لیا ہے، اور جو چیز مشاہدہ سے باہر ہو کہ نہ مقدار کے تحت میں آسکے، نہ پیمائش کو قبول کر سکے، اس سے بالکل ناآشنا ہو حالانکہ وہ اتنا بڑا عالم ہے جس کے سامنے یہ اجسام ایسے ہیں جیسے بدن کے آگے سایہ، بہت عظیم الشان عالم ہے وہیں سے تمام احکام اور تقدیریں نازل ہوتی ہیں۔

عالم مثال اور عالم ارواح بہت بڑا عالم ہے

اے ظاہری صورتوں پر فریفتہ ہونے والے بیدار ہو جا! کہ تو اللہ سبحانہ کے متعلق دھوکہ میں ہے، جن چیزوں کی طرف تو جا رہا ہے اور خدا کو بھی انہی جیسا سمجھ رہا ہے یہ تجھ کو عذاب الٰہی سے نہیں بچا سکتیں، جب تیرے اعتقاد کے متعلق اللہ تعالیٰ کی جناب میں باز پرس ہوگی اس قوت تیرا یہ اعتقاد (کسی کام نہ آئے گا، نہ عذاب سے بچائے گا، نہ آگ کی لپیٹ سے نجات دے گا، کیونکہ تو نے اللہ سبحانہ تعالیٰ کی بڑی سلطنت کو بیکار سمجھا۔ (کہ سوائے محسوسات کے اور کسی چیز کا قائل نہ ہوا) اللہ کی قدرت کو کمزور قرار دیا، اللہ کی حکمت سے ناواقف بنا رہا تھا تو نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں میں تدبر (وتامل) سے کام نہ لیا، بلکہ ان کو کھیل بنایا، تو غیب پر ایمان نہ لایا۔

---

(۱) چنانچہ سائنس پڑھنے والے ہر چیز کو مشاہدہ سے ہی سمجھنا چاہتے ہیں، مگر آج تک کسی نے روح انسانی کا مشاہدہ سے پتہ نہ لگایا۔

بلکہ جو بات تیری سمجھ میں نہ آئی اس کو جھٹلا دیا تھا، تو نے تمام چیزوں کی حقیقت کو اپنے ناقص علم اور خیال فاسد میں منحصر کر دیا، (کہ جس حقیقت کو تیری عقل مانے وہ تو درست باقی سب کو غلط قرار دیتا تھا)

﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِمَالَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ، كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ﴾ (یونس:۳۹)

بلکہ جس بات کو یہ لوگ نہ سمجھے اس کو جھٹلانے لگے اور ابھی ان کے سامنے اس کا نتیجہ نہیں آیا، (جب نتیجہ سامنے آئے گا اس وقت آنکھیں کھلیں گی، اسی طرح ان لوگوں نے جھٹلایا تھا جو ان سے پہلے گذر چکے۔

(اے نادان!) تو اجسام میں مشغول ہو کر خالق اجسام سے اسی طرح اندھا بنا ہوا ہے جیسا وہ لوگ اندھے ہو گئے جو اجسام کو دیکھ کر ان کے علاوہ کسی زائد چیز کے وجود کو نہیں مانتے (۱) جس سے اجسام کا ظہور ہوا اور رنگ برنگ کی صورتیں اور شکلیں جلوہ گر ہوئی ہیں، کیوں نہ ان کی عقل اس نور (آفتاب) تک نہیں پہنچی (جس نے تمام عالم اجسام کو چمکا رکھا ہے) نہ دن کو اس بات کا پتہ لگا کہ یہ نور غایت درجہ ظاہر ہونے کی وجہ سے ہی اجسام میں چھپ گیا، اور بہت زیادہ روشن ہونے کے سبب سے ہی لوگوں کی نگاہ سے اوجھل ہو گیا، (کیونکہ قاعدہ ہے کہ جو چیز بہت زیادہ ظاہر ہوتی ہے اس کی طرف التفات کم ہوتا ہے)۔

---

(۱) مطلب یہ ہے کہ دن میں جتنے اجسام ہم کو نظر آتے ہیں وہ خود نہیں آتے، بلکہ پہلے آفتاب کی روشنی سے ہماری آنکھیں کھلتی ہیں اس کے بعد دوسری چیزیں نظر آتی ہیں، مگر عام لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے کہ جن چیزوں کو ہم دیکھتے ہیں ان کے اندر آفتاب کی روشنی ہم کو پہلے نظر آئی تھی پھر یہ چیزیں نظر آتی ہیں۔

مگر اے نادان! کیا یہ لوگ اس نور میں اور ان اجسام میں جو اس کی وجہ سے روشن ہو رہے تھے، اور اس چیز میں جس نے یہ نور پھیلا رکھا تھا اس وقت بھی فرق کرنے پر مجبور نہ ہوں گے جب یہ نور ان چیزوں سے جدا ہو جائے، اور تمام عالم تاریک ہو جائے گا، کہ ایک چیز بھی نظر نہ آئے گی اس وقت ان کو انکار کی اصلاً گنجائش نہ ہوگی، نہ وہ اس نور کو جھٹلا سکیں گے، یہی حال تیرا ہے کہ تو اس وقت صرف اجسام اور ان کی صورتوں میں پھنسا ہوا ہے، تیری نظر اس خالق اجسام تک نہیں پہنچتی جس نے ہر چیز کو اپنے وجود کی تجلی سے چمکایا ہے جس وقت وہ اپنی تجلی کو روک کر ہر چیز کو فنا کر دے گا اس وقت تیری آنکھیں کھلیں گی کہ جن چیزوں کو تو نے موجود سمجھا تھا وہ خود موجود نہ تھیں، بلکہ خالق جل وعلا کے وجود کی تجلی نے ان کو وجود دیا تھا، اس وقت تجھے اپنی حماقت پر افسوس ہوگا (کہ اصلی موجود سے آنکھیں بند کر کے عمر بھر معدوم ہی کو موجود سمجھتا رہا۔

اگر اب بھی نہ سمجھا ہو تو میں تجھ سے پوچھتا ہوں کہ بتلا! (تو روح کے متعلق کیا کہتا ہے؟ کیا روح اور جسم دونوں ایک ہی ہیں یا یہ بدن ہی خود روح ہے اور روح بعینہ بدن ہے یا روح جسم کے علاوہ کوئی چیز ہے جو بدن میں تدبیر وتصرف کرتی ہے؟ میں تو نہیں سمجھتا کہ تو روح کے وجود کا انکار کر سکتا ہے، اور اس کو جسم کے علاوہ دوسری چیز نہیں مانتا، اگر تو یہ کہے کہ روح (اس ظاہری بدن کے سوا دوسری چیز تو ہے، مگر تو وہ) بھی ایک جسم ہے جو اس بدن سے زیادہ لطیف (اور پاکیزہ) اور اس بدن کے اندر رکھی ہوئی ہے تو (یہ بھی غلط ہے کیونکہ) اس صورت میں تم نے اجسام کے اندر باہم تداخل وحلول کو جائز کر دیا (حالانکہ یہ ناممکن ہے)۔

آدمی موت کے وقت خواب غفلت سے بیدار ہوتے ہیں

کیونکہ آدمی دنیا میں) سو رہے ہیں مرنے کے وقت آنکھیں کھلتی ہیں، اس وقت اس خواب (دنیا) کی تعبیر سامنے آتی ہے، جن چیزوں کے ظاہر پر تو اپنے خیال میں جما ہوا تھا اس وقت ان کی حقیقت اچھی طرح کھل جاتی ہے، اب تجھ کو اپنے خیال کا الٹا نظر آئے گا اور جن چیزوں کی طرف تو مائل تھا سب تیرے سامنے سے غائب ہو جائیں گی۔

﴿وَبَدَالَهُمۡ مِّنَ اللّٰهِ مَالَمۡ يَكُوۡنُوۡا يَحۡتَسِبُوۡنَ﴾ (الزمر : ۴۷)

اس وقت اللہ تعالیٰ کے متعلق ان پر وہ باتیں ظاہر ہوں گی جن کا ان کو گمان بھی نہ تھا ؎

ستبدی لک الایام ما کنت جاھلا
ویاتیک بالاخبار من لم تزود (۱)

عنقریب زمانہ تیرے سامنے وہ باتیں خود ظاہر کردے گا جن سے تو ناواقف تھا اور تیرے پاس ایسا شخص خبریں لے کر آئے گا جس کو سفر خرچ دے کر (خبریں لانے کے لئے) تو نے نہیں بھیجا تھا، اس وقت موت تجھ سے یوں کہے گی ﴿لَقَدۡ كُنۡتَ فِىۡ غَفۡلَةٍ مِّنۡ هٰذَا فَكَشَفۡنَا عَنۡكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الۡيَوۡمَ حَدِيۡدٌ﴾ (قٓ : ۲۲) تو اس دن سے بڑا غافل تھا سو اب ہم نے تیرے سامنے سے پردہ اٹھا دیا ہے، آج تو بڑا گھور گھور کر دیکھ رہا ہے، یہ وہ وقت ہوگا جب کہ موت بیہوشی اس حقیقت کو سامنے کردے گی جس سے (دنیا میں تو پہلو بچاتا اور بے رخی کر کے جاہلوں کی تقلید پر جما ہوا تھا۔

---

(۱) حدیثوں میں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی کبھی یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

موت کی حقیقت

پس دنیا کی زندگی ہی میں موت کے درجہ پر پہنچنا چاہئے کیونکہ موت کی حقیقت یہ ہے کہ اجسام اور صورتوں میں دل نہ لگائے، اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے، دل کو اس کی طرف پھیر دے، اسی سے لو لگائے رکھے، جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گا اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنے پاس پائے گا، ﴿ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (الروم:۳۸) یہ بہتر ہے ان لوگوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ کو چاہتے ہیں اور یہی لوگ کامیاب ہیں، نہ وہ لوگ جو اپنے جیسے آدمیوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے بے رخی کرنے کے درجات

جو شخص اللہ تعالیٰ سے ہٹا ہوا اور دوسروں میں لگا ہوا ہے وہ مخلوق کے چہروں کو تک رہا ہے اور وہاں تو اوپر تلے تاریکی ہی تاریکی ہے، اس کا منہ خدا سے پھرا ہوا ہے، اور جتنا یہ خدا سے ہٹا ہوا ہے اتنا ہی اس کا چہرہ ٹیڑھا ہے، اگر آنکھ جھپکنے کی برابر ہٹا ہوا ہے تو اس کا منہ ایسا ٹیڑھا ہو گا جیسا آنکھ میں تھوڑا سا بھینگا پن ہو، اگر اس سے زیادہ ہٹا ہوا ہے تو ایسا ٹیڑھا ہو گا جیسا آنکھ پوری بھینگی ہو، اور اگر گردن بھی کچھ مڑی ہوئی ہے تو ایسا ٹیڑھا ہو گا جیسا لقوہ والے کا منہ ہوتا ہے، اور اگر پوری ہی بے رخی ہے کہ (دین سے) پشت پھیر دی ہے، وہ ایسا ہو گا جیسا پشت دے کر بھاگنے والا، یہی وہ ہے جس کو پشت کی طرف سے (قیامت کے دن) نامۂ اعمال دیا جائے گا، یہی وہ لوگ ہیں جو خدا کو بھول گئے تھے تو اللہ نے ان کو اپنی جانوں سے ہی غافل کر دیا، پس (سمجھ لو! کہ) جو شخص اللہ کی طرف متوجہ ہو گا وہ اپنے نفس سے بے رخی کرے گا، (اور جو اپنے نفس ہی

سے بے رخی ہو گیا وہ دوسری چیزوں پر کیا خاک توجہ کرے گا؟) تو اس شخص کو موت کی حقیقت حاصل ہو گئی (گو ظاہر میں زندہ ہو۔

رجوع الی اللہ کی حقیقت

کیونکہ موت کی حقیقت یہ ہے کہ نفس محسوسات اور صورتوں پر التفات کرنا چھوڑ دے، عالم ملکوت کی طرف نظر رکھے، پھر اللہ کے راستہ میں چلنا شروع کرے، اور اس کی طرف رجوع کر کے عہد کو پورا کرے، اس کی ربوبیت (اور خالق ہونے) کا اقرار کرے، اس کے حقوق کو بجالانے میں لگا رہے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ برے اخلاق سے جدا ہو جائے، اور اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہو جائے، جب یہ باتیں حاصل ہو جائیں گی اس وقت اللہ سبحانہ کی طرف رجوع صحیح ہو گا، اور جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کو راضی کر دے گا، اور اس سے راضی ہو جائے گا۔

(انہی کے بارے میں ارشاد ہے:)﴿یٰٓاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ، ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً﴾ (الفجر:۲۷)

ترجمہ: اے اطمینان والی جان! اپنے پروردگار کی طرف واپس ہو جا، اس حالت میں کہ تو خود بھی راضی ہے اور خدا بھی تجھ سے راضی ہے۔

جو شخص دنیا میں اللہ سبحانہ کی طرف رجوع ہو گا، وہ آخرت میں (اور مرنے کے وقت) بھی خوشی سے اللہ کی طرف جائے گا، زبردستی نہ جائے گا۔

موت کے اقسام

کیونکہ موت دو قسم کی ہے ایک طبعی موت، وہ تو یہ ہے کہ جان کو زبردستی بدن سے نکالا جائے کیونکہ وہ اس کی محبت وعشق میں الجھی ہوئی ہے، بدن ہی سے مانوس

ہے، یہ زبردستی کر کے ہی نکالی جاسکتی ہے، تو لامحالہ اس کے نکالنے میں سخت اوزار اور کانٹوں سے کام لیا جائے گا، یہاں تک کہ بدن سے اس کا جوڑ پیوند الگ اور علاقہ بالکل منقطع ہو جائے، یہ تو طبعی موت ہے، ایک موت ارادی ہے، وہ یہ ہے کہ نفس بدن سے مانوس ہونا چھوڑ دے، اس کی محبت و عشق اور اس کے کاموں میں مستغرق (ومنہمک) ہونے سے الگ ہو جائے، بدن سے آخرت کے فائدہ کا کام لے، یہ موت ارادی ہے جس کو یہ موت حاصل ہوگئی وہ اس کے بعد بھی نہیں مرتا:

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

ترجمہ: وہ شخص کبھی نہیں مرسکتا جس کا دل عشق کی وجہ سے زندہ ہو، قرطاس عالم پر ہمارا دوام پکا لکھا ہوا ہے۔

کیونکہ موت کا اندیشہ اور اس کی تکلیف اتنی ہی ہوتی ہے جتنے نفس کے محبوب ہوں، موت کا عذاب اسی مقدار سے ہوتا ہے جتنا نفس کو شہوات سے تعلق، اور لذات کی طرف میلان اور عشق ہو، جس کے ذریعہ وہ اپنے مرغوبات حاصل کرنے کی کوشش کرتا، اور دنیوی مقاصد کو پورا کرتا ہے، اگر تکلیف کا سبب (پہلے ہی) زائل ہو جائے (کہ نفس کی خواہشوں کو موت سے پہلے ہی مار دیا جائے) تو تکلیف بھی زائل ہو جائے گی، اور موت کے وقت اس کا کچھ بھی اثر (ظاہر) یعنی روح کو کلفت کا احساس ہوگا گو بدن کو تکلیف ہو کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جس شخص کے قوی جسمانیہ مضبوط ہوتے ہیں موت کے وقت اس کے بدن کو کلفت محسوس ہوتی ہے، لیکن اگر اس کو پہلے سے موت ارادی حاصل ہے تو روح کو کلفت نہ ہوگی کیونکہ وہ تو دوسرے عالم میں جانے کی مشتاق ہے وہ خود سے توڑ کر بدن سے نکلنا چاہے گی اور خوش ہو کر یوں کہے گی ؎

خرم آں روز کزیں منزل ویراں بردم
راحت جان طلبم وزپئے جاناں بردم
نذر کردم کہ گر آید بسر ایں غم روزے
تا در میکدہ شادان وغز لخواں بردم

ترجمہ: وہ دن کتنا اچھا ہوگا جب میں اس اجاڑ گھر سے جاؤں گا، راحت جان کو طلب کروں گا اور محبوب کے پیچھے جاؤں گا، میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر آج کا غم غالب آیا تو میں خوش وخرم غزل گا تا ہوا مے خانہ کی طرف جاؤں گا۔

جب تکلیف کچھ نہ ہوگی تو کوئی اندیشہ بھی نہ ہوگا، جب اندیشہ نہ ہوگا تو چین ہی چین ہے، جب ؛ چین ہی چین ہے تو خوش خبری سننا اور بشارت ہی بشارت ہے، اور جب بشارت ہی بشارت ہوگی تو بندہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کا مشتاق ہوگا۔

﴿اَلَآ اِنَّ اَوۡلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ﴾ (یونس: ۶۲)

ترجمہ: سن لو! اللہ کے دوستوں کو نہ کچھ اندیشہ ہوگا نہ رنج ان کے پاس آئے گا۔

اور جو اللہ سے ملنے کا مشتاق ہوگا اللہ تعالیٰ بھی اس سے ملنا چاہیں گے، پس یہ شخص جہاں جا رہا ہے اس کا (پہلے ہی سے) مشاہدہ کر چکا ہے، اور جس نے اس چیز کا مشاہدہ کر لیا جو اس کے لئے تیار کی گئی ہے وہ شہید ہے، اور شہید مرتا نہیں، (اس کی موت بھی حیات ہے ﴿بَلۡ اَحۡيَآءٌ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ﴾ (آل عمران:۱۶۹)

مجاہدۂ نفس کی شہادت جہاد کفار کی شہادت سے افضل ہے

اور جو شہادت نفس کے مجاہدہ، اور اس کی لذتوں اور خواہشوں کے مارنے سے حاصل ہو وہ رتبہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نزدیک اس شہادت سے بڑھی ہوئی ہے

جو کفار سے لڑنے اور تلواروں کے توڑنے سے حاصل ہوتی ہے، (چنانچہ ارشاد ہے "رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلٰی الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ" (اتحاف السادۃ:۹/۳۷۶، والتشرف کتاب عجائب القلب:۳۳) اب ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹ آئے (چھوٹا جہاد تو کفار کو مارنا تھا اور بڑا جہاد نفس کو مارنا یعنی دنیوی لذتوں خواہشوں کو مٹانا ہے) وہ جہاد تو خطرہ سے خالی نہیں، کیونکہ اس میں بہت کم لوگوں کی نیت (اللہ کے واسطے سالم ہوتی ہے، اس میں تو شہادت کے حاصل ہونے کا گمان ہی ہوتا ہے یقین نہیں ہوتا، اور یہ شخص (جس کو موت ارادی حاصل ہے) جب اس درجہ پر پہنچ گیا اس کی شہادت یقینی ہے) موت اردای ثواب ہی ثواب ہے، اور طبعی موت عذاب ہی عذاب ہے، جس کو موت ارادی حاصل ہے وہ موت سے پہلے جاگ جاتا ہے، اور جو جاگ گیا وہ بلا شبہ (دوسرے عالم کو) دیکھ لیتا ہے۔

(چنانچہ ایسے ہی لوگوں کے متعلق ارشاد ہے) "الرُّؤْيَا الصَّادِقَةُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَاَرْبَعِيْنَ جُزْءً مِنَ النُّبُوَّةِ" (مشکوٰۃ:۳۹۴، کتاب الرؤیا) (سچا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے یعنی ایسے لوگوں کا خواب جو موت طبعی سے پہلے ہی آنکھیں کھول چکے اور آخرت کے انوار کا مشاہدہ کر چکے) اور جس کی آنکھیں کھل گئیں وہ یوں کہتا ہے "لَوْ كَشَفَ الْغِطَاءَ مَا ازْدَدْتُ يَقِيْنًا" اگر پردہ اٹھا دیا جائے تو میرے یقین میں کچھ اضافہ نہ ہوگا، (کیونکہ اس کو پردہ اٹھنے اور موت آنے سے پہلے ہی موت ارادی حاصل ہے، طبعی موت آنے کے بعد اس کے یقین میں کچھ زیادتی نہ ہوگی، بلکہ جتنا یقین پہلے تھا وہی نظروں کے سامنے آجائے گا، پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے یقین طلب کرو اپنے نفسوں کو مار کر، اور دلوں کو زندہ کر کے تاکہ فردوس اکبر (بڑی جنت) اور عظیم الشان سلطنت تک پہنچ جاؤ۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم. وتب علینا
انک انت التواب الرحیم. بحرمت حبیبک
سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر
خلقه سیدنا ومولانا وحبیبنا محمد
وآله واصحابه اجمعین
الی یوم
الدین

محمد فاروق غفرلہ

خادم جامعہ محمودیہ علی پور، ہاپوڑ روڈ میرٹھ، یو، پی
شب پنجشنبہ ۱۹ ربیع الثانی ۱۴۳۵ھ

منتخب از البرہان المؤید

تالیف

شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی صاحب قدس سرہ

محبت حق کی علامت

اللہ تعالیٰ جس بندے سے محبت کرتے ہیں اس کو وہ عیوب دکھلا دیتے ہیں جو خود اس کے اندر ہیں، اللہ تعالیٰ جس سے محبت کرتے ہیں اس کے دل میں تمام مخلوقات کی محبت وشفقت پیدا کرتے ہیں اور اس کے ہاتھ کو سخاوت کا عادی بنا دیتے اور نفس میں بلندی ہمت اور چشم پوشی پیدا کر دیتے اور اپنے عیوب پر نظر کرنے کی توفیق دیتے ہیں۔

دیباچہ روح تصوف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بعد الحمد والصلاۃ.

حب یہ احقر رجب سنہ ۱۳۵۱ھ میں کتاب **''البرھان المؤید''** کے ترجمہ سے فارغ ہوا جو حضرت غوث اعظم قطب معظم سیدنا الشیخ الکبیر سید احمد رفاعی قدس سرہ کے مواعظ کا مجموعہ ہے، پھر ذی الحجہ سنہ ۱۳۵۱ھ میں حضرت سیدی حکیم الامت مجدد الملت مولانا تھانوی دامت برکاتہم کی خدمت بابرکت میں اس ترجمہ کو پیش کیا، حضرت اقدس نے ارشاد فرمایا کہ اس کتاب میں حضرت شیخ نے مقامات سلوک کی جو تحقیق اور تعریف بیان فرمائی ہے وہ بہت عجیب اور پر مغز ہے، اس کو اس میں سے منتخب کر کے الگ شائع کر دیا جائے تو بہتر ہے تا کہ طالبان حقیقت کو سہولت کے ساتھ یہ مضامین یکجا مل جاویں، حضرت والا نے اس کا نام بھی خود ہی ''روح تصوف'' تجویز فرمایا چنانچہ یہ وہی منتخب حصہ ہے جو اس وقت ناظرین کے سامنے ہے، میں نے اس کتاب میں اتنا اضافہ کیا ہے کہ مقامات سلوک کی حقائق کے علاوہ بعض اہم اور ضروری مسائل یا اصطلاحات تصوف کی تحقیق بھی جو ان مواعظ میں موجود تھی انتخاب میں لے لی ہے، اس طرح یہ انتخاب گویا کتاب کے ضروری مسائل اور مہتم بالشان تحقیقات کا خلاصہ ہو گیا ہے۔

میں نے اس انتخاب میں کوشش کی ہے کہ حضرت شیخ ہی کے الفاظ کا ترجمہ لیا جائے اور اصل کتاب میں اپنی طرف سے بین القوسین جو تشریح کی ہے انتخاب میں اس کو نہ لیا جائے تا کہ انتخاب طویل نہ ہو، البتہ کہیں کہیں مختصر جملے صرف توضیح مطلب کے لئے بین القوسین اب بھی آپ کو ملیں گے جن کی ضرورت کو آپ خود ہی محسوس

کرلیں گےاوران جملاتِ بین القوسین میں بعض وہ ہیں جوحضرت حکیم الامت دام مجدہم نے اس انتخاب پرنظر ثانی فرماتے ہوئے اضافہ فرمائے ہیں۔

حضرت اقدس نے اس انتخاب کوملاحظہ فرمانے کے بعد چند جملے بطور تقریظ کے بھی اخیر میں تحریرفرمائے ہیں جن کا حاصل یہ ہے کہ میں نے اس رسالہ کودیکھا،اس میں وہ باتیں پائیں جن تک بہت لوگوں کورسائی نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ اس کو ہر صغیر وکبیر کے لئے نافع بنائیں۔آمین۔والسلام

ظفراحمد عفااللہ عنہ تھانوی عثمانی

۶/ج ۲ سنہ ۵۶ھ بمقام تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد لِلّٰہِ حمدا یرضاہ لذاتہ والصلاۃ والسلام علی سید مخلوقاتہ، ورضی اللّٰہ عنہ الصحابۃ والآل واتباعھم من اھل الشرع والجمال والسلام علینا وعلی عباد اللّٰہ الصالحین.

توحید کی حقیقت

جو شخص اپنے خالق کو پہچاننے کے درپے ہو، اگر اس کی معرفت کسی ایسے موجود پر ختم ہوگئی جس تک اس کا ذہن پہنچ سکتا ہے تو یہ شبہ ہے (یعنی خالق کو مخلوق پر قیاس کرتا ہے) اور اگر خالص عدم تک پہنچ کر مطمئن ہوگیا تو وہ معطل ہے (جو خالق کو صفات کمال سے خالی سمجھتا ہے) اور اگر ایسے موجود پر دل کو قرار ہوا جس کی معرفت سے عاجز ہونے کا دل نے اقرار کرلیا تو یہ موحد ہے۔

اخلاص

دین اخلاص کا نام ہے جب تم "لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰه" کہو تو ایسے اخلاص سے کہو جو اغیار سے اور تشبیہ (یعنی اللہ تعالیٰ کو مخلوق کی مشابہت اور انسان کی کیفیات سے اور عرفی بلندی و پستی اور دوری و نزدیکی سے پاک سمجھو) و کیفت اور (عرفی) تحتیت وفوقیت اور قرب و بعد کے خطرات سے پاک ہو۔

عقل

انسان کی شرافت جوہر عقل سے ہے۔ اور عقل وہ ہے جو نفس کو باندھ دے (یعنی) اس کو ایک حد پر روکے رکھے، اگر کسی کی عقل نفس کو باندھنے والی اور اس کو ایک حد پر ٹھہرانے والی نہ ہو تو وہ بے عقل ہے۔

عقل کا پہلا درجہ

یہ ہے کہ انسان جھوٹی انانیت (بڑائی اور تکبر) اور بے ہودہ دعوی اور اس قسم کی ڈینگیں مارنے سے الگ ہو جائے کہ میں نے یہ کھولا اور وہ باندھا، اس کو دیا اور اس سے چھینا، اس وقت (تدریجا) اس کی اعلیٰ مقام تک رسائی ہوتی ہے۔

مرد کامل کی تعریف

جو شخص ہر سانس پر اپنے نفس سے باز پرس نہ کرے اور اس کو متہم نہ سمجھے وہ ہمارے نزدیک مردوں کے دفتر میں نہیں لکھا جاتا۔

صوفی کی حقیقت

صوفی وہ ہے جس کا باطن دنیا کی تمام کدورتوں سے پاک ہو چکا ہو اور اس پر بھی اپنے کو دوسروں سے کسی درجہ میں بھی زیادہ نہ سمجھے۔

توحید

ہمارا پروردگار وہ ہے کہ کوئی عقل اس کو خاص کیفیت (اور صورت) سے نہیں سمجھ سکتی اور نہ کوئی نگاہ اس کا ادراک (واحاطہ) کرسکتی ہے۔

نفس

کی بدترین خواہش یہ ہے کہ غیر خدا پر نظر کرے، خالق کو چھوڑ کر مخلوق سے دل لگائے، عاقل غیر خدا سے دل لگا کر کیا پائے گا؟ غیر خدا کی تاثیر کا قائل ہونا قلیل

ہو یا کثیر، کلی ہو یا جزئی شرک ہے (اس قائل ہونے سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے متصرف وموثر ہونے سے ذہول ہو)۔

دھوکہ کی پہچان

جس کو (اپنے گمان میں) قرب الٰہی زیادہ حاصل ہو، مگر خوف زیادہ نہ ہو تو سمجھ لو کہ وہ دھوکہ میں ہے (یہ خوف وہ ہیبت ہے جو عظمت سے ناشی ہو)۔

ولایت تواضع اور ادب کا نام ہے

ولایت فرعونیت یا نمرودیت نہیں ہے، فرعون نے ''اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی'' کہا تھا، مگر پیشوائے اولیاء سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''لَسْتُ بِمَلِکٍ'' میں بادشاہ نہیں ہوں، آپ نے بڑائی اور امارت وسرداری کے لباس کو اتار پھینک دیا تھا۔

ادب کی حقیقت

جس شخص کو یہ خبر نہ ہو کہ اس کے نفس پر اللہ تعالیٰ کے کیا حقوق ہیں اور اس کے امر ونہی کی تعمیل نہ کرے وہ ادب سے کوسوں دور ہے، مشائخ طریق کا ادب کرو کیونکہ جو شخص مشائخ کے دلوں کی حفاظت نہیں کرتا (ان کے تکدر وکلفت کی پروا نہیں کرتا) اللہ تعالیٰ اس کے اوپر ایسے کتے مسلط کر دیتے ہیں جو اس کو تکلیف پہنچاتے رہتے ہیں، اپنے سے بڑے کی صحبت کا ادب یہ ہے کہ اس کی خدمت کرو، اپنے برابر کا ادب یہ ہے کہ اس کے ساتھ ایثار وہمدردی کرو، چھوٹوں کا ادب یہ ہے کہ ان پر شفقت کرو، ان کی تربیت اور خیر خواہی کرو، عارف باللہ کا ادب یہ ہے کہ اس کی صحبتمیں

موافقت سے رہو۔ (مخالفت نہ کرو) مخلوق کے ساتھ خیر خواہی سے رہو اور اپنے نفس کے ساتھ مخالفت سے رہو اور شیطان کے ساتھ عداوت اور دشمنی سے رہو۔

شکر

نعمت کا شکر یہ ہے کہ نعمت کی قدر و منزلت پہچانے۔ شکر کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت سے اس کی نافرمانی میں مدد نہ لے۔ شکر یہ ہے کہ دل اپنے منعم کے ساتھ ادب کے ساتھ راستہ پر جما رہے۔ شکر یہ ہے کہ دل اپنے منعم کے ساتھ ادب کے ساتھ راستہ پر جما رہے۔ شکر یہ ہے کہ بندہ اپنے پروردگار سے جیسا اس کا حق ہے ڈرتا رہے، جس کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جائے، نافرنانی نہ کی جائے، اس کو یاد رکھا جائے بھولا نہ جائے، اس کی قدر کی جائے ناقدری نہ کی جائے۔ شکر یہ ہے کہ جس کام سے منعم تعالیٰ شانہ ناراض ہو اس سے بچے۔ شکر یہ ہے کہ منعم پر نظر کرے نعمت پر نظر نہ کرے یعنی بالذات، شکر یہ ہے کہ منعم کی طلب میں لگا رہے اور دنیا و مافیہا کو چھوڑ دے۔

زہد

خدا کی طلب زہد کے ساتھ ہی درست ہوتی ہے اور زہد وہ ہے جو دنیا کو چھوڑ دے اور اس کی پروا نہ کرے کہ کس نے اس کو لیا۔ زہد آرزو کم کرنے کا نام ہے، موٹا کھانا اور عبا پہننے کا نام نہیں۔

معرفت

جو اپنے نفس سے اور تمام اغیار سے الگ ہو گیا، جس سے طبیعت کے کروفر (ساز و سامان تکبر و عجب) پر لات ماردی وہ جہل کی قید سے چھوٹ گیا (اور عارف

ہو گیا) حقیقت (معرفت کی) وہ نہیں جیسا تم سمجھتے ہو کہ اونی جبہ ہو اور سر پر کلاہ ہو، اونچے کپڑے ہوں، بلکہ (معرفت یہ ہے کہ) رنج وغم کا جبہ ہو، سچائی کا تاج ہو، توکل کا لباس ہو (اگر ایسا ہو تو) بس تم عارف ہو گئے۔

عارف کا ظاہر شریعت کی چمک سے اور باطن محبت کی آگ سے خالی نہیں ہوتا، وہ حکم کے ساتھ ٹھہر جاتا ہے اور راستہ سے ہٹنے نہیں پاتا، اس کا دل وجد کی چنگاریوں پر لوٹتا رہتا ہے، اس کا وجد ایمان ہے، اس کا سکون یقین ہے۔

احسان

(یعنی اخلاص) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کریں گویا اس کو دیکھ رہا ہے، کیونکہ اگر تو اس کو نہیں دیکھتا وہ تو تجھ کو دیکھ رہا ہے، صادق ومصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے یونہی فرمایا ہے، احسان ہم پر لازم کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس طرح کھڑے ہوں جیسا اس کو دیکھنے والا اس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور اللہ سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں۔

عبدیت

سچی عبدیت یہ ہے کہ بندہ اپنے کو آقا کے حوالہ کر دے۔ درویش جب اپنے نفس کے لئے کسی سے انتقام لیتا ہے، مشقت میں پڑ جاتا ہے اور جب اپنا معاملہ مولیٰ کے سپرد کر دیتا ہے تو وہ خود اس کی مدد کرتا ہے۔

کامیاب اور ناکام

خسارہ میں وہ ہے جس نے اپنی عمر طاعت خداوندی کے خلاف (نافرمانیوں) میں گزار دی۔ زاہد وہ ہے جس نے ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیا جو اللہ تعالیٰ سے غافل

کرتی ہیں۔ صاحب اقبال وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوگیا۔ جوان مرد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے نیچے نہ اترا (یعنی مخلوق پر متوجہ نہ ہوا) قوی وہ ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے قوت حاصل کی۔

توحید خالص

یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی پر نظر نہ کرو، کیونکہ وہ یکتا ہے۔ جب تم نے یا اللہ کہا تو اللہ تعالیٰ کو اسم اعظم سے یاد کیا، مگر تم اس کی ہیبت اور عظمت سے (ہنوز) محروم ہو، کیونکہ تم نے اپنی شان کے موافق کہا ہے اس نام کی شان کے موافق نہیں کہا۔

غنا اور افلاس

سب سے بڑی غناء اور تونگری اللہ تعالیٰ سبحانہ سے (دل کا) مانوس ہونا ہے اور سب سے بڑا افلاس یہ ہے کہ ہمیشہ مردوں ہی سے مانوس رہے (یعنی مخلوقات سے) دلوں کے پردوں میں سب سے موٹا پردہ مخلوق کی طرف جھکنا ہے (موٹا اس لئے کہا کہ اس میں سے حق کا مشاہدہ نہیں ہوتا، کثیف پردہ کی یہی شان ہوتی ہے)۔

طریق معرفت

بندہ کیلئے اپنے پروردگار کو پہنچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو پہچانے، جس نے اپنے آپ (۱) کو پہچان لیا اس نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا، جس نے یہ جان لیا کہ میں خدا کا ہوں (یہ ہے اپنا پہچاننا) وہ اپنا سب کچھ خدا پر قربان کردے گا۔ (یہ حق ہے خدا تعالیٰ کو پہچاننے کا)۔

---

(۱) پس جو لوگ اللہ کی معرفت سے محروم ہیں وہ خود ہی اپنی حقیقت سے بھی جاہل اور اس سے بڑھ کر کون نادان ہوگا جس کو اپنی بھی خبر نہ ہو؟ اب خود فیصلہ کرلو کہ علم کیا ہے؟ اور عالم کون ہے؟۔

طریق رسوخ ذکر

ذکر اللہ کی پابندی کرو کیونکہ ذکر وصال (حق) کا مقناطیس ہے، قرب کا ذریعہ ہے، جو اللہ کو یاد کرتا ہے وہ اللہ سے مانوس ہو جاتا ہے اور جو اللہ سے مانوس ہو جاتا ہے وہ اللہ تک پہنچ گیا (مگر) ذکر اللہ صحبت (عارفین) کی برکت سے دل میں جمتا ہے (کیونکہ) آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔

صحبت مشائخ کی ضرورت

اس علم سے کیا فائدہ جس پر عمل نہیں؟ اور اس عمل سے کیا نفع جس میں اخلاص نہیں؟ اور اخلاص ایک خطرناک راستہ کے کنارہ پر ہے (اب بتلا) تجھے عمل کیلئے کون اٹھائے گا؟ ریاء کے زہر کا جو تیرے اندر بھرا ہوا ہے کون علاج کرے گا؟ اور اخلاص (حاصل ہو جانے) کے بعد تجھے بے خوف وخطر راستہ کون بتلائے گا؟ جاننے والوں سے پوچھو اگر تم نہیں جانتے "فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ" اور یہ جاننے والے مشائخ ہیں اور ان سے پوچھنا حقیقتاً وہ نافع ہے جو ان کی صحبت کے ساتھ ہو۔

طریق وصول

جس نے اپنے کو ارادت میں ثابت قدم رکھا وہ مراد (محبوب) بن گیا۔ جس نے اپنے کو طلب میں مضبوط رکھا وہ مطلوب بن گیا، جو دروازہ پر پڑا رہا وہ دہلیز پر پہنچ گیا اور جس کی نیت اندر پہنچ کر بھی اچھی رہی (کہ اب بھی غیر حق سے یعنی انوار ملکوت وغیرہ سے دل نہ لگایا) وہ بارگاہ وصال میں صدر نشین ہو گیا۔

طریق کمال ذکر

جب تم تقدیر سے معارضہ (اور نا گواری) کی رسی کو تسلیم ورضا کی تلوار سے کاٹ دو گے اس وقت تم اللہ کو (اچھی طرح) یاد کرو گے (پس کمال ذکر حاصل کرنا چاہو تو تقدیر سے نا گواری چھوڑ دو، جبھی محبت جلوہ گر ہو گی)۔

طریق صفائے عقل

عقل علم کی چوٹی ہے مخلوق کو علم کا شرف بدون عقل کے حاصل نہیں ہو سکتا (اور) عاقل وہ ہے جس کو حکمت دین کی سمجھ (حاصل) ہو، جو عقل دین کا احاطہ نہ کرے وہ عقل نہیں اور جو دین عقل پر غالب نہ ہو وہ دین نہیں، (مگر تمہارے پاس) وہ ریاضت ومجاہدہ کہاں ہے؟ جو آئینہ عقل سے غفلت کا غبار ہٹا دے۔ رہنمائے اعظم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی احوال واخلاق اور قول وفعل میں کہاں ہے؟ (جو دل کے پردے کھول دے) پہلے یہ سکے لاؤ، پھر یہ سامان خریدو۔

سخاوت کی ضرورت

سخاوت کی ڈور کو مضبوط تھامو، کیونکہ وہ زہد کی علامات میں سے ہے، بلکہ میں کہتا ہوں کہ وہ تو زہد کا دروازہ ہے، بلکہ میں کہتا ہوں کہ سخاوت کامل ہو جائے تو بس وہی پورا زہد ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے والے کا پہلا قدم سخاوت ہے۔

سماع کی حقیقت

ان حضرت نے سماع سنا اور ان کے دل خوش ہو گئے، مگر وہ اچھی بات سنتے ہیں تو اس کا اتباع کرتے ہیں، بری بات سنتے ہیں تو اس سے الگ رہتے ہیں، ان

حضرات نے حلقے مقرر کئے اور ذکر کی مجلسیں کھولیں اور ذکر سے ان کو وجد ہوا، ان کے نفوس پاکیزہ ہوگئے، ان کی روحیں بلند ہوگئیں، ان پر حالت ذکر وسماع میں اخلاص کی بجلیاں چمکنے لگیں اب تو ان کو دیکھے گا کہ موجودات کی حالت سے بے خبر ہوگئے اور غائب سے خبر دار ہوگئے، پھر وہ ان شاخوں کی طرح ہلنے لگے جو ہوا سے ہلتی ہیں خود نہیں ہلتیں، یہ حضرات وجد میں ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰـه'' کہتے ہیں اور خدا کے سوا کسی چیز میں ان کا دل مشغول نہیں ہوتا۔ وہ اللہ کہتے ہیں اور صرف اللہ ہی کی بندگی کرتے ہیں۔ کبھی ''ھو'' کہتے ہیں اور اسی میں محو حیران ہوجاتے ہیں، نہ کسی دوسرے (کی یاد) میں۔ جب گانے والا ان کو گانا سناتا ہے، تو اس سے (محبت کا) تذکرہ سنتے ہیں جس سے ان کی ہمتیں اللہ کی یاد میں بلند ہوجاتی ہے۔

ہاں جھوٹے (صوفی) سے مواخذہ کیا جائے گا، اس پر سماع حرام ہے، اس کو تاکید کی جائے گی کہ جب تک سچا (حال پیدا) نہ ہوجائے مجالس سماع میں حاضر نہ ہو یہ کہاں اور وہ کہاں؟ (۱)

وہ فرشتوں میں شمار کئے جانے کے لائق ہیں (کیونکہ) انہوں نے اپنے نفس پر قابو پالیا ہے ان کا نفس مر چکا ہے، وہ روح کے بازؤں سے اڑتے ہیں جو ان کو (اللہ تعالیٰ کے) پاس لے جا کر قریب اور بہت قریب کر دیتی ہیں اور ایسے لوگ بہت کم ہیں، انہوں نے اخلاص حاصل کیا اور غلامی (نفس) کی قید سے چھوٹ گئے، آزادی کا درجہ پالیا، خدا کے سوا کوئی ان پر قابو یافتہ نہیں۔

---

(۱) اب ناظرین خود فیصلہ کرلیں کہ آج کل کا سماع بزرگوں کے سماع پر منطبق ہوسکتا ہے یا نہیں، حالانکہ وہاں فساق وفجار و بیہودہ قوالوں کا تو کیا ذکر مزامیر اور باجہ وغیرہ کا بھی گذر نہ تھا، ہاں بعض اہل اللہ سے صرف دف کے ساتھ سماع ثابت ہے، جس کی بعض مواقع میں فقہاء نے بھی اجازت دی ہے، اور جنہوں نے دف سے تجاوز کیا ہے ان کی اجتہادی غلطی ہے۔

سچ یہ ہے کہ آزاد، بلکہ پورے آزاد یہی ہیں خواہ راحت میں ہوں یا تکلیف میں۔ میں ایسے سماع کو لیکر کیا کروں؟ جس میں بغیر دل (کی حرکت) کے لوگ اچھلتے ناچتے ہیں، نفس کی گندگی نے سر سے پیر تک ان کو گھیر رکھا ہے، اس ناقص حالت میں صرف ناچنے کودنے سے یہ لوگ ذاکرین میں کیوں کر شمار ہو سکتے ہیں "ورب تال تلا القرآن مجتهداً بين الخلائق والقرآن يلعنه" (جب نفس کے لئے تلاوت قرآن کرنے سے بھی انسان ملعون ہو جاتا ہے تو ایسے سماع سے کیوں کر ملعون نہ ہوگا؟) اللہ کے کچھ فرشتے عرش کے نیچے خوبصورت نوجوان ہیں وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں اور (گاتے اور) ناچتے ہیں، اللہ کی یاد سے ان کو نشاط ہوتا ہے، یہ وہ روحیں ہیں جو اللہ کے لئے اللہ کی (یاد کے) ساتھ ناچتی ہیں اور تو بیچارہ اپنے نفس کے لئے نفس کو ساتھ لئے ہوئے ناچتا ہے وہ حقیقت میں ذاکر ہیں، اور تو خسارہ اور فتنہ میں ہے۔

حضرات صوفیہ ذکر سے حرکت میں آنے کو اسی وقت رقص کہتے ہیں جب اس کا محرک روح کی طرف سے ہو ورنہ ناچنے کودنے والے کہاں؟ اور ذاکرین کہاں؟ ذاکرین کی طلب سراسر حق ہے اور ان ناچنے والوں کی طلب سراسر گمراہی ہے۔ ؎

سارت مشرقة وصرت مغربا

شتان بين مشرق ومغرب

دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے، ناچنے والے تو جھوٹے ہیں، اور ذاکرین کو خدا تعالیٰ یاد فرماتے ہیں (وہ ملعون اور یہ محبوب ہیں) اور ملعون و محبوب میں بڑا فرق ہے، جب تم ذکر کی مجلسوں میں قدم رکھو تو مذکور کا دھیان رکھو (یعنی اللہ تعالیٰ کا) اور ہوش کے کانوں سے سنو، سچا وجد خدا کو پانا ہے۔ اپنی خواہش سے کوئی کام نہ کرو۔

میں یہ نہیں کہتا کہ مجھے سماع سے نفرت ہے، کیونکہ میں تو اس درجہ پر پہنچ چکا

ہوں، بلکہ یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جو درویش اس درجہ کو نہیں پہنچا میں اس کے لئے سماع کو پسند نہیں کرتا، کیونکہ اس میں بہت فتنے اور بلائیں ہیں جو سخت گناہوں میں پھنسانے والی اور اگر کسی کو ایسی ہی مجبوری (۱) ہو تو گانے والا دیندار مخلص ہو جو صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت سنائے، اللہ تعالیٰ کی یاد تازہ کرے اور بزرگوں کا تذکرہ کرے، اس سے آگے نہ بڑھے اور مرشد مجلس کے دلوں پر بھی وہ اثر پہنچائے (توجہ سے اور تعلیم سے)۔

مرد کامل کی پہچان

مرد وہ ہے جو اپنے حال سے (مریدوں کی) تربیت کرے نہ وہ جو نری باتوں ہی سے تربیت کرے، اور جو حال و مقال دونوں کا جامع ہو (کہ حال سے بھی تربیت کرے اور مقال سے بھی، وہ تو بڑا کامل مرد ہے۔

آداب ذکر

ذکر کے آداب میں سے سچا ارادہ، کامل عجز وانکسار اور تمام عالم سے یکسو ہو جانا اور عبدیت کے قدم پر مضبوطی کے ساتھ کھڑا ہونا اور جلال الٰہی کا لباس پہن لینا ہے یہاں تک کہ ذاکر کو اگر کوئی کافر بھی دیکھے تو اس کو یقین ہو جائے کہ واقعی یہ اللہ تعالیٰ کو ماسوا سے الگ ہو کر یاد کر رہا ہے، جو اس کو دیکھے اس پر اس کی ہیبت طاری ہو جائے

---

(۱) مثلاً قبض شدید میں مبتلا ہو جس سے قلب کیفیات محبت وطلب سے خالی اور کورا ہو جاتا ہے، اس وقت اگر کوئی تدبیر نافع نہ ہو تو شرائط مذکورہ کے ساتھ سماع کی اجازت ہے کیونکہ قبض شدید سے بعض دفعہ ہلاکت تک نوبت پہنچ جاتی ہے، ایسے وقت میں فقہاء نے بھی تداوی بالحرام کو جائز کیا ہے، سمعته من حكيم الأمة رحمه الله تعالىٰ۔

اوراس کی ہیبت کی بجلیوں کا ایسا اثر ہو کہ دوسروں کے برے خیالات کے کباڑ کوڑے کو ہوا میں ذروں کی طرح اڑا دے، اگر کسی ذاکر کی حالت اس درجہ کی نہ ہو تو عام طور پر اس کی اچھی حالت (کا معیار) استقامت (اعمال) وضبط اقوال اور باطنی وظاہری آداب کا جامع ہونا ہے جتنا ہو سکے، نیز سوائے (حق) سے نگاہ کو روک لینا۔

محبت حق کی علامت

اللہ تعالیٰ جس بندے سے محبت کرتے ہیں اس کو وہ عیوب دکھلا دیتے ہیں جو خود اس کے اندر ہیں، اللہ تعالیٰ جس سے محبت کرتے ہیں اس کے دل میں تمام مخلوقات کی محبت وشفقت پیدا کرتے ہیں اور اس کے ہاتھ کو سخاوت کا عادی بنا دیتے اور نفس میں بلندی ہمت (اور چشم پوشی) پیدا کر دیتے اور اپنے عیوب پر نظر کرنے کی توفیق دیتے ہیں، یہاں تک کہ اپنے کو سب سے کمتر دیکھنے لگے اور کسی قابل نہ سمجھے۔

عارف کی پہچان

جب دوسرے خوش ہوں عارف غمگین ہوتا ہے، وہ بے چین ہوتا ہے، مگر ناامید نہیں ہوتا، اس کی خوشی تھوڑی ہے رونا زیادہ ہے، اس کو ہر وقت اپنے محبوب کی طلب ہوتی، اور اپنے عیوب اور گناہوں کا فکر لگا رہتا ہے۔

وصول کا قریب تر اور سہل تر راستہ

میں نے اپنی جان کھپا دی اور کوئی راستہ نہیں چھوڑا جس کو طے نہ کیا ہو اور صدق نیت ومجاہدہ کی برکت سے اس کا صحیح ہونا معلوم نہ کر لیا ہو، مگر سنت محمدیہ ﷺ کا اتباع کرنے اور ذلت وانکسار والوں کے اخلاق پر چلنے اور سراپا حیرت واحتیاج بننے سے زیادہ کسی راستہ کو قریب تر روشن تر اور محبوب تر نہیں پایا۔

طریق سلوک

بزرگو! خشیت (وخوف) سے محاسبہ پیدا ہوتا ہے اور محاسبہ سے مراقبہ پیدا ہوتا ہے اور مراقبہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوام شغل (حضور دائمی) حاصل ہوتا ہے۔ بس آج کل سب سے زیادہ قابل رشک وہ مؤمن ہے جو اپنے زمانہ (۱) سے واقف ہو، اور زبان کی حفاظت رکھے اور اپنے کام میں لگا رہے، اور نیک بندوں جیسے کام کرتا رہے۔

توحید مطلب

ادھر ادھر (۲) دیکھنے والا واصل نہیں ہوتا اور شک کرنے والا کامیاب نہیں ہوتا اور جس کو اپنے اندر نقصان نہ معلوم ہوتا ہو (جس کی ایک بڑی فرد تذبذب مذکور ہے) اس کے سارے اوقات نقصان ہی میں ہیں۔

عارف کی شان

عارف دانا خدا کے خوف اور اس کے مراقبہ کی وجہ سے اپنے نفس پر بڑی پابندی رکھتا ہے، جب بات کرنا چاہتا ہے تو منہ سے نکالنے سے پہلے سوچ لیتا ہے، اگر اس میں کچھ بھلائی ہوتی ہے، کہہ دیتا ہے ورنہ زبان کو بند ہی رکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کو پہچان لے گا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا ادب بڑھ جائے گا، جو اللہ تعالیٰ کا مقرب ہوگا اس کے اندر خوف خدا زیادہ ہوگا۔

---

(۱) تاکہ اس زمانہ کی آفات سے محفوظ رہ سکے، نیز مجاہدات میں اپنے زمانہ کی قوت وضعت کا لحاظ رکھے، پہلے زمانہ کے بزرگوں کی ریس نہ کرے۔

(۲) جس کو شیخ پر اعتماد نہ ہو ادھر ادھر مارا پھرتا ہے کہ شاید یہاں سے مقصود مل جائے وہاں سے۔

آثار محبت

جو اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے وہ اپنے نفس کو تواضع سکھلاتا ہے، دنیا کے تعلقات (زائدہ) کو اپنے سے الگ کر دیتا ہے اور ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کو (ہر چیز پر) ترجیح دیتا ہے، اسی کی یاد میں لگا رہتا اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کی خواہش اپنے دل میں نہیں چھوڑتا۔

آثار عبدیت

عبدیت کا حق یہ ہے کہ آقا کے سوا سب سے پوری طرح یکسو ہو جائے۔

عبدیت یہ ہے کہ ہر چھوٹی بڑی چیز کو چھوڑ دے (جو خدا سے مانع ہوتی ہو)۔

عبدیت یہ ہے کہ ہر قسم کی بڑائی اور بزرگی کی طلب سے ارادہ کو روک لے۔

عبدیت یہ ہے کہ آدمی اپنے اندر اپنے بھائیوں پر کسی قسم کی رفعت اور فوقیت نہ پائے۔

عبدیت یہ ہے کہ آدمی جس مٹی سے بنا ہے اسی کے درجہ پر رہے (اپنے کو خاک سے زیادہ نہ سمجھے)۔

عبدیت خوف وخشیت کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیروں کے سامنے عاجز بن جانے کا۔

بندہ اس وقت تک پورا غلام نہیں بنتا جب تک آزادی کے درجہ پر نہ پہنچ جائے یعنی (خدا کے سوا) اوروں کی غلامی سے پوری طرح آزاد نہ ہو جائے۔

شریعت اور طریقت الگ الگ نہیں ہیں

تم ایسا مت کہو جیسا بعض (جاہل) صوفی کہا کرتے ہیں کہ:

ہم اہل باطن ہیں اور وہ اہل ظاہر ہیں (کیونکہ) یہ دین (ظاہر و باطن دونوں کا) جامع ہے، اس کا باطن ظاہر کا مغز ہے، اور ظاہر باطن کا ظرف ہے، اگر ظاہر نہ ہوتو باطن کہاں چھپے گا؟ اگر ظاہر نہ ہو باطن کا وجود ہی نہ ہوگا، (کیونکہ) دل بدن جسم کے موجود نہیں ہوسکتا، بلکہ اگر جسم نہ ہوتو دل برباد ہو جائے گا اور دل بدن کا نور ہے، یہ علم جس کا نام بعض لوگوں نے علم باطن رکھا ہے، اس کی حقیقت دل کی اصلاح ہے اور دل کی اصلاح بدون اصلاح ظاہر کے نہیں ہوسکتی، نہ ظاہر کی اصلاح بدون اصلاح باطن کے ہوسکتی ہے۔

صوفیہ کا وہ (عمل) باطن کون سا ہے؟ جس کے حاصل کرنے کا شریعت نے حکم نہیں دیا؟ اور اہل ظاہر کا وہ (عمل) ظاہر کونسا ہے جس کے باطن کو درست کرنے کا شریعت نے حکم نہیں دیا؟ پس ظاہر و باطن میں تفریق کے قائل نہ ہو کہ یہ گمراہی اور بدعت ہے، مشائخ طریقت اور شہسواران میدان حقیقت تم سے کہتے ہیں کہ علماء کا دامن پکڑلو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تم فلسفہ سیکھو، بلکہ یہ کہتا ہوں کہ فقہ حاصل کرو۔ اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی چاہتے ہیں اس کو دین کی سمجھ (یعنی علم فقہ) عطا فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے کسی جاہل کو ولی نہیں بنایا اور اگر کسی جاہل کو ولی بناتے ہیں تو اسکو عالم بنا دیتے ہیں، ولی دین کے احکام سے جاہل نہیں ہوسکتا، وہ نماز پڑھنے، روزہ رکھنے، زکوٰۃ دینے حج کرنے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ کرنے کا طریقہ خوب جانتا ہے، ایسا شخص اگر اَن پڑھ بھی ہو جب بھی عالم ہے، اسکو جاہل وہی کہے گا جو علم مقصود سے جاہل ہے۔

ترک اسباب کی ضرورت نہیں غفلت اور گناہ سے بچو

میں یہ نہیں کہتا کہ تم تجارت وصنعت وحرفت وغیرہ جملہ اسباب سے الگ ہو جاؤ، بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ ان کاموں میں غفلت اور گناہ سے بچو، میں یہ نہیں کہتا کہ تم بیویوں کو چھوڑ دو، اچھے کپڑے نہ پہنو، بلکہ یہ کہتا ہوں کہ خبردار! بیوی بچوں میں ایسے

مشغول نہ ہونا کہ خدا کو بھول جاؤ (قیمتی) کپڑے پہن کر اللہ تعالیٰ کی غریب مخلوق کے سامنے نہ اتراؤ۔ نیز میں یہ کہتا ہوں کہ ضرورت سے زیادہ زینت و آرائش کا اظہار نہ کرو کہ غریبوں کے دل ٹوٹ جائیں۔ مجھے اندیشہ ہے کہ (اس سے) تمہارے دلوں میں عجب اور غفلت پیوستہ ہو جائے گی، میں تو یہ کہتا ہوں کہ اپنا لباس صاف ستھرا رکھو اور اس کے ساتھ یہ بھی کہتا ہوں کہ اپنے دلوں کو بھی صاف ستھرا رکھو کہ دل کی صفائی کپڑوں کی صفائی سے مقدم ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لباس کو نہیں دیکھتے، بلکہ تمہارے دلوں کو دیکھتے ہیں۔

مقاصد شریعت کے حقائق کا بیان

علم: کی ایسی تعظیم کرو کہ اس کے واجبی حقوق ادا ہوتے رہیں اور علم نام ہے حقائق اشیاء دریافت کرنے کا شریعت اور عقل کے ذریعہ سے۔

ایمان: کا حق ادا کرو جسکی حقیقت زبان سے اقرار کرنا اور دل سے یقین کرنا ہے۔

اسلام: نام ہے شریعت کی پیروی اور (تقاضائے) طبیعت سے بے رخی کا۔

سچی معرفت: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو (۱) وحدانیت کے ذریعہ سے پہچانو۔

نیت: کو پاک کرو جس کی حقیقت دل میں کسی بات کا آنا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مطلع نہیں ہو سکتا۔

ادب: کو پختہ کرو جس کی حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز کو اسکے موقع میں رکھا جائے۔

وعظ: نام ہے غفلت والوں کو راستہ بتلانے کا۔

نصیحت: نام ہے حقیقت زہد کی حفاظت کا طریقہ بتلانے کا۔

محبت: نام ہے محبوب کے ماسوا کو بھول جانے کا۔

دعا: کی حقیقت ہے اپنی حاجتوں کو بلند بارگاہ میں پیش کرنا۔

تصوف: نام ہے ترک اختیار کا (اپنی تجویز کو فنا کر دے)۔

---

(۱) پس مشرک عارف نہیں ہو سکتا۔

عبودیت: کی حقیقت ہے دنیا کو چھوڑ دینا، دعوی نہ کرنا، مشقت برداشت کرنا، مولیٰ سے محبت کرنا۔

قرب: کی حقیقت ہے اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے (۱) (دل کا) الگ ہوجانا۔

صدق: کی حقیقت یہ ہے ظاہر و باطن کا باہم موافق ہوجانا۔

عافیت: کی حقیقت یہ ہے کہ سانس بدون تکلیف کے آتا رہے، رزق بدون مشقت کے ملتا رہے اور عمل بدون ریا کے ہوتا رہے۔

استقامت: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کسی چیز کو ترجیح نہ دے۔

حلال: وہ ہے جس کا دنیا میں تاوان نہ دینا پڑے اور آخرت میں اس کی وجہ سے مواخذہ نہ ہو۔

طاعت: یہ ہے کہ تمام اقوال و افعال و احوال میں اللہ تعالیٰ کی رضا طلب کرے۔

صبر: یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر جمائے رکھے۔

عزلت و خلوت: کی حقیقت یہ ہے کہ اہل دنیا سے دور رہے یعنی ان سے طمع نہ رکھے، لوگوں سے ملنا چھوڑ دے یعنی دل ان میں مشغول نہ ہو اگرچہ بظاہر ان کے درمیان ہی بیٹھا ہو۔

ولی: وہ ہے جس نے نفس و شیطان اور دنیا اور اپنی خواہش سے منہ موڑ لیا اور اپنے چہرہ اور دل کو مولیٰ (شانہ تعالیٰ) کی طرف پھیر دیا اور دنیا و آخرت (۲) (دونوں) سے اعراض کر کے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کا طالب نہ ہو۔

---

(۱) قال السعدیؒ: تعلق حجاب است و بے حاصلی ☆ جو پیوند ہا بگسلی واصلی

ترجمہ: تعلق حصول مطلوب میں رکاوٹ ہے، جب تعلقات کو منقطع کردو گے وصل کو پالو گے۔

(۲) یعنی آخرت کی طلب بھی نفس کیلئے نہیں کرتا، بلکہ صرف رضائے حق کیلئے کرتا ہے۔

قانع: وہ ہے جو تقدیر پر راضی ہو، اور قدر ضرورت پر اکتفا کرے۔

خوف: یہ ہے کہ آدمی اپنے گناہوں کو پیش نظر کر کے اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔

امید: یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اچھے وعدے (یاد کرنے) سے دل میں سکون وراحت پیدا ہو۔

ریاضت: یہ ہے کہ حالت مذمومہ کو (مجاہدہ کر کے) حالت محمودہ سے بدلا جائے۔

بعض رذائل نفس کی حقیقت کا بیان

حسد: یہ ہے کہ انسان دوسرے کی نعمت کا زوال چاہے۔

کبر: یہ ہے کہ آدمی اپنے کو دوسروں سے اچھا سمجھے۔

جھوٹ: کی حقیقت یہ ہے خلاف واقع بات گھڑنا اور ایسی فضول بات کہنا جس میں کسی قسم کا نفع نہ ہو۔

غیبت: یہ ہے کہ کسی کا ایسا عیب اس کے پیچھے بیان کیا جائے جو بوجہ بشریت کے اس میں ہے۔

غضب: کی حقیقت ہے خون کا جوش میں آنا، بدلہ لینے کے ارادہ سے۔

ریا: کی حقیت یہ ہے کہ آدمی اس بات سے خوشی (۱) حاصل کرنا چاہے کہ دوسرے اس کے اعمال کو دیکھ رہے ہیں۔

ظلم: کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی نفس کی ہر خواہش میں اسکی پیروی کرے۔

---

(۱) پس اگر بدون ارادہ کے طبعی طور سے خوشی ہو تو وہ ریا نہیں۔ قالہ سیدی حکیم الامت ۱۲ ظ

علامت مداہنت: جو شخص اپنے ہمسایوں کا محبوب ہو اور اس کے میل جول والے سب اس کی تعریف کرتے ہوں تو سمجھ لو کہ وہ مداہن ہے (یعنی برے کاموں پر روک ٹوک نہیں کرتا)۔

مزید چند حقائق کا بیان

احتساب شرعی: کی بنیاد دو چیزوں پر ہے۔ ایک ہوشیاری دوسرے نرمی، بہت نرمی کے ساتھ نصیحت شروع کرنا چاہیئے۔ سختی سے کام نہ لے، حکومت کا ڈھنگ اختیار نہ کرے کہ اس سے (مخاطب کے) نفس کا جوش بڑھتا ہے اور وہ ناصح کی مخالفت اور ایذا کے درپے ہو جاتا ہے۔

تصوف کی حقیقت: غیر اللہ سے منہ پھیر لینا اور اللہ کی ذات میں غور نہ کرنا، اللہ پر بھروسہ رکھنا اور ہر حالت کی باگ تفویض (ورضا) کے ہاتھ میں دیدینا اور دروازۂ کرم کے کھلنے کا منتظر رہنا، اللہ کے فضل پر اعتماد کرنا، ہر وقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنا اور تمام حالات میں اللہ تعالیٰ سے نیک گمان رکھنا ہے۔

طریق حصول انس: اللہ تعالیٰ سے اسی کو انس حاصل ہوتا ہے جس کی طہارت کامل، ذکر پاکیزہ ہو گیا ہو کہ جو چیز اللہ سے غافل کرتی ہو اس سے وحشت ہونے لگے۔

کشف: ایک مقناطیسی قوت ہے جس کی خاصیت یہ ہے کہ چشم بصیرت کی روشنی کو عالم غیب کی طرف کھینچ لی جاتی ہے، پھر چشم بصیرت کا نور عالم غیب کی روشنی لئے ہوئے اس کے صاف دل پر منعکس ہوتا ہے، پھر ترقی کر کے خزانۂ عقل میں چمکتا ہے اور اندر ہی اندر اس سے ایسا مل جاتا ہے کہ عقل کی روشنی میدان قلب میں پہنچنے لگتی ہے جس کے اثر سے لطیفۂ سر کی پتلی میں دل کی روشنی چمکنے لگتی ہے۔ اب لطیفۂ سر ان چیزوں کو دیکھنے لگتا ہے جہاں نہ ظاہری نگاہ پہنچ سکتی ہے نہ (دوسروں کی) سمجھ اس کا

تصور کر سکتی ہے (اور یہ کشف الٰہی ہے جو معین مقصود ہے نہ کہ کشف کونی جو قابل التفات نہیں مثل دوسرے حواس کے)۔

فکر اور تصوف

تمام طاعات وعبادات میں افضل عبادت یہ کہ ہمیشہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا دھیان رہے (اللہ تعالیٰ سے) انس کی علامت یہ ہے کہ تمہارے دلوں کے اور علام الغیوب کے درمیان پردے اٹھ جائیں، محبت کی شاخیں دلوں میں پھیلتی ہیں، پھر عقل کے موافق پھل دیتی ہیں، شہرت کا طالب بدبخت کے سوا کوئی نہیں ہوتا، تصوف اس کا نام نہیں کہ (لوگوں سے یوں کہو کہ تم) مجھ سے محبت کرو، میری تعظیم کرو، میری زیارت کرو، جس کو کامل معرفت حاصل ہے وہ دنیاداروں کے دروازہ پر کھڑا نہیں ہوتا، مخلوق سے مانوس ہونا حق تعالیٰ سے جدا ہونا ہے، جو اللہ کے سوا کسی اور سے عزت کا طالب ہوگا ذلیل ہوگا، جو درجہ یقین سے محروم ہے وہ متقیوں کے درجہ سے گر گیا، جو اللہ کے واسطے (سب سے) الگ ہو گیا اللہ تعالیٰ اس کو (سب سے) ملا دے گا (یعنی سب اس کی طرف متوجہ ہوں گے) اللہ کی طرف یکسو ہو جانا اہل حال کی خاص حالت ہے، جو اللہ کے ساتھ ان کو حاصل ہے۔

مقام قرب کی تحقیق

اے عزیز! اس مقام میں نہ وصال ہے نہ فراق، نہ حلول ہے نہ انتقال، نہ حرکت ہے نہ سکون، نہ چھونا ہے نہ پاس ہونا، نہ سامنا ہے نہ مقابلہ، نہ برابری ہے نہ مماثلت، نہ جنسیت ہے نہ تشکل، نہ کوئی جسم ہے نہ تصور، نہ تاثر ہے نہ تبدل وتغیر، یہ تو سب تیرے حدوث کی صفات ہیں، حق سبحانہ ان تمام صفات وکیفیات سے منزہ ہے یہ تو اسی کی بنائی ایجاد کی ہوئی ہیں، پھر وہ ان کے ذریعہ سے یا ان کے اندر یا ان کے

پاس اور دور ہو کر کیونکر ظاہر ہو سکتا ہے، یہ چیزیں خود اسی سے ظاہر ہوئی ہیں وہ ان سے ظاہر نہیں ہوا، وہ تو ان شکلوں، صورتوں، کیفیتوں سے پاک اور وراء الورا ہے، نہ وہ ان میں چھپا ہوا ہے نہ ان سے ظاہر ہوا، نہ کسی کا فکر اس تک پہنچا نہ کسی کی نظر نے اس کو گھیرا، گفتگو کا دائرہ حقیقت حال کے بیان سے تنگ ہے۔ کیا کہا جائے؟ کیا بیان کیا جائے؟ خدا کی قسم زبانیں گونگی، عقلیں حیران اور دماغ پریشان دل سوختہ ہیں، حیرت اور دہشت (۱) کے سوا کسی کے پاس کچھ نہیں "**زدنی فیک تحیرا**" (اے اللہ! اپنے بارہ میں میری حیرت کو اور زیادہ کیجئے) یہاں ظہور کیفیت مراد ہے نہ کہ ظہور دلالت کہ اس کا تحقق تو منصوص ہے۔

---

(۱)

دور بینان بارگاہ الست	غیر ازیں پے نہ بردہ اند کہ ہست
عنقا شکار کس نشود دام باز چنیں	کہ ایں جا ہمیشہ باد بدست دارد دام را
مصلحت نیست مرا سیری زاں آب حیات	ضاعف اللہ کل زمان عطشا
اندریں راہ انچہ می آید بدست	حیرت اندر حیرت اندر حیرت است
اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم	وز ہرچہ گفتہ شنیدیم وخواندہ ایم
مجلس تمام گشت وبپایاں رسید عمر	ما ہمچنا در اول صف تو ماندہ ایم

ترجمہ: بارگاہ الست کے وہ حاضرین جو دور اندیش ہیں وہ سوائے اس ذات کے کسی کو موجود نہیں سمجھتے۔

عنقا کسی کے شکار (میں) نہیں ہوتا (نہیں پھنستا) حتی کہ باز کے جال میں بھی کیونکہ یہاں کی ہوا ہمیشہ جال اپنے ہاتھ میں رکھتی ہے۔

اس آب حیات سے سیر ہونا میرے لئے مصلحت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اس اب حیات پاس میں ہر دم اضافہ فرمائے۔

اس راستہ میں جو کچھ حاصل ہو جائے وہ (سب کچھ) حیرت ہی حیرت ہے۔

اے خیال اور قیاس اور گمان وہم سے اور جو کچھ (پہلے) لوگوں نے کہا اور ہم نے سنا اور ہم نے پڑھا (ان سب سے) برتر ذات ہماری مجلس ختم ہوگئی اور زندگی انتہاء کو پہنچ گئی لیکن ہم آپ کی پہلی صفت میں رہ گئے۔

دنیا وآخرت کی تحقیق

اس عالم میں جو چیز انسان کے مشاہدہ میں آ گئی وہی دنیا ہے اور عالم غیب وملکوت کا جو حصہ مخفی ہے وہ آخرت ہے، جس کی طرف موت کے بعد بندہ کو لوٹایا جائے گا اور سب سے زیادہ ظاہر انسان کے نزدیک اس کا بدن ہے کیونکہ وہ تمام عالم سے زیادہ اس کے قریب ہے اور دنیا کو دنیا اسی لئے کہتے ہیں کہ بندہ کے قریب ہے، پس جو حالت سب سے زیادہ اس کے قریب ہے وہ اس کی دنیا ہے اور جو سب سے زیادہ دور ہے وہ آخرت ہے اور چونکہ وہ دور ہے اس لئے اس کا انکشاف موت کے بعد پر رکھا گیا۔

شرح صدر کی تحقیق

اس راستہ میں حدود مقرر ہیں، نشانات لگے ہوئے ہیں ان سے آگے بڑھنا بدون (خاص) اجازت کے ممکن نہیں جس کو حد مقرر سے آگے بڑھنے کی اجازت دیدی جاتی ہے اس کیلئے دروازہ کھول دیا جاتا اور اس کو اندر لے لیا جاتا ہے، اس دربار میں داخل ہونا بدون شرح صدر کے ممکن نہیں اور شرح صدر ایک نور ہے جو اللہ تعالیٰ دل میں ڈال دیتے ہیں، جس کی علامت ہے خیالی دنیا سے دور ہو جانا اور دائمی آخرت کی طرف متوجہ ہو جانا اور موت ہو جانا اور موت سے پہلے کیلئے تیاری کرنا، ایسی نورانی شرح صدر سے دلوں کے دروازے کھلتے ہیں۔

موت کے اقسام

موت دو قسم کی ہے، ایک طبعی کہ جان کو زبردستی بدن سے نکالا جائے، کیونکہ

وہ (طبعاً) اس کی محبت وعشق میں ہوئی اور اسی سے مانوس ہے، یہ زبردستی کر کے ہی نکالی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کا جوڑ پیوند الگ اور علاقہ بالکل منقطع ہوجائے، یہ تو طبعی موت ہے، دوسری موت ارادی ہے کہ نفس زندگی ہی میں بدن سے مانوس ہونا چھوڑ دے، اس کی محبت وعشق سے اور اس کے کاموں میں منہمک ومستغرق ہونے سے کنارہ کش ہوجائے، بدن سے آخرت کے فائدہ کا کام لے یہ موت ارادی ہے جس کو یہ موت حاصل ہوگئی ے

ہرگز نہ میر دانکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت ست برجریدۂ عالم دوام ما

ترجمہ: وہ شخص کبھی نہیں مرسکتا جس کا دل عشق کی وجہ سے زندہ ہو، قرطاس عالم پر ہمارا دوام پکا لکھا ہوا ہے۔

وہ کبھی نہیں مرتا کیونکہ موت کی (حقیقی) تکلیف اسی مقدار سے ہوتی ہے جتنا نفس کو شہوات جسمانیہ سے تعلق اور لذات کی طرف میلان وعشق ہو، اگر ایسی تکلیف کا سبب پہلے ہی زائل ہوجائے تو تکلیف بھی زائل ہوجائے گی اور اس کا کچھ بھی اثر نہ ہوگا (گو صوری تکلیف ہو، مگر وہ ناگوار نہیں ہوتی جیسے خوشی سے آپریشن کی اجازت دیتے ہیں) جب تکلیف کچھ نہ ہوگی تو کوئی اندیشہ بھی نہ ہوگا، جب اندیشہ نہ ہوگا تو چین ہی چین ہے، جب چین ہی چین ہے تو خوشخبری اور بشارت ہے اور جب بشارت ہی بشارت ہوگی تو بندہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کا مشتاق ہوگا اور جو اللہ سے ملنے کا مشتاق ہوگا اللہ تعالیٰ بھی ان سے ملنا چاہیں گے اور ایسا شخص شہید ہے اور شہید مرتا نہیں (اس کی موت تو حیات ہی حیات ہے)۔

پس موت ارادی ثواب ہی ثواب ہے اور طبعی موت عذاب ہی عذاب ہے، جس کو موت ارادی حاصل ہے وہ کبھی موت سے پہلے جاگ جاتا ہے اور جو جاگ گیا

وہ بلاشبہ دوسرے عالم مشاہدہ کرلیتا ہے اور یہ دولت یقین سے حاصل ہوتی ہے۔ پس اپنے نفسوں کو مار کر اور دلوں کو زندہ کر کے اللہ سبحانہ سے یقین طلب کرو تا کہ فردوس اکبر اور عظیم الشان سلطنت تک پہنچ جاؤ۔

"رزقنا اللّٰه وایاکم بمنه وکرمه حق الیقین، وختم لنا ولکم بالحسنی والعاقبة التی للمتقین. وصلی اللّٰه تعالیٰ سید المرسلین. سیدنا ومولانا محمد وعلی آله واصحابه اجمعین. تم روح التصوف والحمد للّٰه الذی بنعمته وعزته وجلاله تتم الصالحات".

ظفر احمد عفا اللہ عنہ

بمقام تھانہ بھون ضلع مظفر نگر خانقاہ امدادیہ ۵ ج ۲ سنہ ۵۶ھ

☆

یقول عبده اشرف علی قد سرحت فیه النظر

فوجدت فیه مالم یصل الیه اکثر البشر

نفع اللّٰه تعالیٰ به الاصغر والاکبر

سابع جمادی الاخری

سنه ۱۳۵۶ھ

عطر التصوف (۱)

الملقب بہ

رئیس البرہان واساس البنیان

علم: نام ہے حقائق اشیاء دریافت کرنے کا شریعت اور عقل کے ذریعہ سے۔

ایمان: کی حقیقت زبان سے اقرار کرنا اور دل سے یقین کرنا ہے۔

اسلام: نام ہے شریعت کی پیروی اور (تقاضائے) طبیعت سے بے رخی کرنے کا۔

معرفت: کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو وحدانیت کے ذریعہ سے پہچانے (یعنی اس کی ذات کو بھی واحد جانے، صفات کو بھی یکتا و بے نظیر پہچانے، مطلوب و مقصود بھی صرف اسی کو بنائے، فاعل و موثر حقیقی بھی صرف اسی کو سمجھے۔

---

(۱) اس کتاب میں بعض اصطلاحات تصوف کو حضرت شیخ نے نہایت مختصر اور پر مغز الفاظ میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے، حضرت حکیم الامت دام مجدہم نے اس مقام کو سن کر ارشاد فرمایا کہ ان حقائق کو کتاب کے اخیر میں بطور ضمیمہ کے ملحق کر دینا چاہئے تاکہ سالک کو ان کے تلاش کی زحمت نہ ہو، کیونکہ یہ حقائق بہت کارآمد ہیں جن کے نہ جاننے سے بعض لوگوں کو بہت خلجان رہتا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم وغیرہ میں ان حقائق کو بیان فرمایا ہے، مگر وہ اس قدر تفصیل کرتے ہیں کہ پڑھنے والے کے ذہن میں خلاصہ نہیں آتا، تفصیل ہی کے چکر میں رہ جاتا ہے، اس لئے ان حقائق و معانی کو کتاب سے علیحدہ کر کے مستقل طور پر لکھا جاتا ہے، اس کا لقب اور عنوان حضرت حکیم الامت دام مجدہم ہی کا تجویز فرمودہ ہے۔

نیت: کی حقیقت دل میں کسی بات کا آنا ہے۔اس پر اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی مطلع نہیں ہوسکتا۔

ادب: کی حقیقت ہے ہر چیز کو اس کے موقع میں رکھنا۔

وعظ: نام ہے غفلت والوں کو راستہ بتلانے کا۔

نصیحت: کی حقیقت ہے زہد کی حفاظت کا طریقہ بتلانا۔

محبت: نام ہے محبوب کے ماسوا کو بھول جانے کا۔

دعا: کی حقیقت ہے اپنی حاجتوں کو بلند بارگاہ (جناب باری تعالیٰ) میں پیش کرنا۔

تصوف: نام ہے ترک اختیار کا (کہ بندہ اپنی تجویز وارادہ کو رضائے حق میں فنا کردے)۔

عبودیت: (غلامی) کی حقیقت دنیا کو چھوڑ دینا، دعویٰ نہ کرنا، مشقت برداشت کرنا، مولیٰ سے محبت کرنا ہے۔

قرب: کی حقیقت اللہ کے سوا ہر چیز (ا) سے الگ ہو جانا ہے۔

صدق: کی حقیقت ظاہر و باطن کی باہم موافقت ہے۔

عافیت: کی حقیقت یہ ہے کہ سانس بدون تکلیف کے آتا رہے، رزق بدون مشقت کے ملتا رہے۔اور عمل (صالح) بدون ریا کے ہوتا رہے۔

قال السعدی: ؎

تعلق حجاب ست وبے حاصلی

چو پیوندہا بگسلی واصلی

ترجمہ: تعلق حصول مطلوب میں رکاوٹ ہے، جب تعلقات کو منقطع کردوگے وصل کو پالوگے۔

استقامت: یہ ہے کہ اللہ اعلیٰ پر کسی چیز کو ترجیح نہ دے۔

حلال: (روزی) وہ ہے جس کے کھانے والے کو دنیا میں تاوان نہ دینا پڑے اور آخرت میں اس کی وجہ سے مواخذہ نہ ہو۔

طاعت: یہ ہے کہ تمام اقوال وافعال واحوال میں اللہ کی رضا طلب کرے۔

صبر: یہ ہے کہ دل کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر جمائے رکھے۔

عزلت وخلوت: کی حقیقت یہ ہے کہ اہل دنیا سے دور رہے یعنی ان سے طمع نہ رکھے اور لوگوں سے ملنا چھوڑ دے۔ یعنی دل ان کے ساتھ مشغول نہ ہو اگرچہ بظاہر ان کے درمیان ہی بیٹھا ہو۔

ولی: وہ ہے جس نے نفس وشیطان اور دنیا اور اپنی خواہش سے منہ موڑ لیا اور اپنے چہرہ اور دل کو مولیٰ (تعالیٰ شانہ) کی طرف پھیر دیا۔ اور دنیا وآخرت دونوں سے بے رخی کر کے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کا طالب نہ ہوا۔

قانع: وہ ہے جو تقدیر پر راضی ہو اور قدر ضرورت (سامان) پر کفایت کرے (زیادہ کی ہوس نہ کرے)۔

حسد: کی حقیقت یہ ہے کہ انسان دوسرے کی نعمت کا زوال چاہے۔

کبر: کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنے کو دوسروں سے اچھا سمجھے۔

کذب: (جھوٹ) کی حقیقت خلاف واقع بات گھڑنا۔ اور ایسی فضول بیہودہ بات کہنا ہے جس میں کس قسم کا نفع نہ ہو۔

غیبت: کی حقیقت یہ ہے کہ کسی کا ایسا عیب (پیچھے) بیان کرنا جو بشریت کے بنا پر اس میں ہے۔

حرص: کی حقیقت دنیا سے جی نہ بھرنا ہے۔

غضب: (غصہ) کی حقیقت خون کا جوش میں آنا ہے، بدلہ لینے کے ارادہ سے۔

ریا: کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اس بات سے خوشی حاصل کرنا چاہے کہ دوسرے اس (کے اعمال) کو دیکھ رہے ہیں۔

ظلم: کی حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنے نفس کی پیروی کرے اس کی ہر خواہش میں۔

خوف: یہ ہے کہ آدمی اپنے گناہوں کو پیش نظر کر کے اللہ تعالیٰ سے ڈرے۔

رجا: (امید) یہ ہے کہ (اللہ تعالیٰ کے اچھے وعدے کو یاد کرنے) سے دل میں سکون (اور راحت) پیدا ہو۔

ریاضت: یہ ہے کہ حالت مذمومہ کو حالت محمودہ سے بدلا جائے۔

عارف: وہ ہے جس نے (سب کو چھوڑ کر سب سے قطع نظر کر کے) اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کی اور مخلوق سے (اس کا) دل خالی ہو گیا۔

ناکام: وہ ہے جس نے اپنی عمر طاعت خداوندی کے سوا (دوسرے کاموں) میں گذار دی۔

کامیاب: (اور صاحب اقبال) وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گیا۔

زاھد: وہ ہے جس نے ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیا جو اللہ تعالیٰ سے غافل کرتی ہیں۔

جوانمرد: وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے نیچے نہ اترے (یعنی اللہ تعالیٰ سے لو لگائے رہے، اس کے سوا کسی چیز پر توجہ نہ کرے)۔

توحید خالص: یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی پر نظر نہ کرو کیونکہ وہ یکتا ہے۔

غنا: (تونگری) یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے مانوس ہو جائے۔

افلاس: یہ ہے کہ ہمیشہ مردوں ہی سے مانوس رہے (یعنی مخلوقات سے)۔

خشیت: (وخوف) سے محاسبہ پیدا ہوتا ہے اور محاسبہ سے مراقبہ اور مراقبہ سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوام شغل حاصل ہوتا ہے۔

عبدیت: یہ ہے کہ آقا کے سوا سب سے پوری طرح یکسو ہو جائے۔ عبدیت یہ ہے کہ ہر چھوٹی بڑی چیز کو چھوڑ دے۔ عبدیت یہ ہے کہ ہر قسم کی بڑائی اور بزرگی کی طلب سے ارادہ کو روک لے۔ عبدیت یہ ہے کہ آدمی اپنے اندر اپنے بھائیوں سے کسی قسم کی فوقیت اور رفعت نہ پائے۔ عبدیت یہ ہے کہ آدمی جس مٹی سے بنا ہے اسی کے درجہ پر ٹھہرا رہے (خاک سے زیادہ اپنے کو نہ سمجھے۔ عبدیت خوف وخشیت کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ کی تقدیروں کے سامنے جھک جانے کا۔

ثم عطر التصرف بامر صاحب التشرف وصلى اللّٰه تعالیٰ عليه وسلم على خاتم فص الرسالة وشمس سماء البر والكمال والجلالة سيدنا محمد النبی وآله وأصحابه، وأتباعه وأحبابه وكل من تمسك برفيع جنابه، والحمد للّٰه رب العالمين.

❁❁❁

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم. وتب علینا
انک انت التواب الرحیم. بحرمت حبیبک
سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر
خلقه سیدنا ومولانا وحبیبنا محمد
وآله واصحابه اجمعین
الی یوم
الدین

❁